الطامة الکبری علی الکفرة الفجرة

١۔ اسماعیل دہلوی اور انڈیا میں وہابیت کا آغاز

٢۔دیوبند کے اشخاص اربعہ کی کفری عبارتوں کا شرعی حکم

٣۔مرزا قادیانی کے کفریات

۴۔تقویت الایمان سے حفظ الایمان تک

اور بہت کچھ ۔۔

از۔ علامہ طارق انور مصباحی مدظلہ العالی

الرسالة السادسة

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ

{اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ}

(صحیح البخاری)

البركات النبوية

فى

الاحكام الشرعية

تالیف

طارق انور المصباحی

{الرسالة السادسة}

الرسالة السادسة

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ

رسالہ ششم

الطامۃ الکبریٰ علی الکفرۃ الفجرۃ

موضوع

اسماعیل دہلوی اور بھارت میں وہابیت کا آغاز

دیوبند کے اشخاص اربعہ کی کفری عبارتوں کا شرعی حکم

مرزا قادیانی کے قابل اعتراضات کلمات کا بیان اور حکم

حرمین طیبین میں المعتمد المستند کے فتویٰ تکفیر کی تصدیق

تقویۃ الایمان سے حفظ الایمان تک کے حالات وواقعات

دہلوی،نانوتوی،گنگوہی،انبیٹھوی،تھانوی اور قادیانی کو تکفیر کا علم

المہند علی المفند کی فریب کاریوں کا بیان اور دیابنہ کا اپنے کفر کی تصدیق

تاریخ اجرا

16:جمادی الاخریٰ ۱۴۴۱ھ مطابق 10:فروری ۲۰۲۰ء

بروز:دوشنبہ

فہرست مضامین

ص۱۳= انتساب واجرا

ص۱۴= البرکات کے اجزا اور رسائل کی تفصیل

ص۱۶= مقدمہ

ص۱۶= دفع فساد کے واسطے اظہار کفریات

ص۱۶= بھارت میں اعتقادی فسادات کا سرچشمہ

ص۱۹= دیابنہ اور نصوص صریحہ کا انکار

ص۱۹= قاسم نانوتوی

ص۲۰= رشید احمد گنگوہی

ص۲۰= خلیل احمد انبیٹھوی

ص۲۱= اشرف علی تھانوی

باب اول

ص۲۳= تحذیر الناس (نانوتوی)

ص۲۳= اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ص۲۵= تحذیر الناس کی قابل مواخذہ عبارت

ص۲۷= تھانوی کا اقرار

ص۲۸= تھانوی کا ایہام

ص۲۹= فتویٰ علامہ لکھنوی کے اقتباسات

ص۳۰= ابطال اغلاط قاسمیہ

ص۳۰= احکام باب

ص۳۰= فقہائے احناف اور منکر ختم نبوت کا حکم

الرسالة السادسة

ص۳۱=فقہائے مالکیہ اور منکر ختم نبوت کا حکم

ص۳۲=فقہائے شوافع اور منکر ختم نبوت کا حکم

ص۳۳=فقہائے حنابلہ اور منکر ختم نبوت کا حکم

ص۳۳=عقیدت ختم نبوت کی وضاحت

ص۳۴=قرآن وحدیث کی تحریف

ص۳۵=ختم نبوت کے بعد دعویدار نبوت سے طلب معجزہ کا حکم

ص۳۵=تجویز نبی کی بحث

ص۳۶=تجویز وتعلیق کا فرق

ص۳۷=تعلیق کا مفہوم

ص۳۷=تعلیق المحال بالمحال کی توضیح

ص۳۹=تجویز کا مفہوم

ص۴۰=نانوتوی کے کلام میں تجویز ہے،تعلیق نہیں

ص۴۰=نانوتوی کے کلام میں تعلیق ہوتو بھی کفر

ص۴۱=کفر کی تعلیق امر محال سے

ص۴۲=اصل نبوت میں کوئی تفریق نہیں

ص۴۳=نبوت کی تقسیم باطل

ص۴۴=اکابر حرمین طیبین اور نانوتوی کا رد

ص۴۴=مکتوب نانوتوی میں ختم نبوت کا انکار

ص۴۴=امام غزالی کے کلام میں تحریف

ص۴۵=الاقتصاد فی الاعتقاد کی عبارت میں تحریف

ص۴۵=الاقتصاد فی الاعتقاد کے نسخہ جات

ص۴۶ = امت کے عمل کی زیادتی

باب دوم

ص۵۱ = براہین قاطعہ (انبیٹھوی وگنگوہی)

ص۵۱ = براہین قاطعہ کی قابل مواخذہ عبارت

ص۵۲ = شرک کا مفہوم کیا ہے؟

ص۵۳ = علم کے باوجود ضلالت وگمرہی

ص۵۳ = بے اصل روایت سے انبیٹھوی کا استدلال

ص۵۴ = احکام باب

ص۵۴ = بہاول پور کا مناظرہ

ص۵۶ = علمائے حرمین طیبین کی تصدیقات

ص۵۵ = مکہ معظّمہ کے مفتی احناف کی تصدیق

ص۵۶ = مکہ معظّمہ کے مفتی مالکیہ کی تصدیق

ص۵۷ = مکہ معظّمہ کے مفتی شوافع کی تصدیق

ص۵۸ = مکہ معظّمہ کے مفتی حنابلہ کی تصدیق

ص۵۸ = مدینہ منورہ کے مفتی احناف کی تصدیق

ص۵۸ = مسجد نبوی کے استاذ کبیر کی تصدیق

ص۵۹ = علمائے ہند کی تصدیقات

ص۵۹ = رشید احمد گنگوہی کی فریب بازی اور مفتی احناف مکہ معظّمہ سے حصول تصدیق

ص۶۳ = تصدیق شیخ الدلائل علامہ عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی

ص۶۴ = تصدیق شیخ اکابر دیابنہ حاجی امداداللہ مہاجر مکی

ص۶۴ = تصدیق شیخ الاسلام علامہ انوار اللہ فاروقی حیدر آبادی

باب سوم

ص۶۶ = فتویٰ وقوع کذب (گنگوہی)

ص۶۷ = فتویٰ گنگوہی

ص۶۸ = گنگوہی کے قول میں سخت تضاد

ص۶۸ = احکام باب

ص۶۸ = فقہائے احناف اور حکم صفات خداوندی

ص۶۹ = فقہائے مالکیہ اور حکم صفات خداوندی

ص۶۹ = فقہائے شوافع اور حکم صفات خداوندی

ص۷۰ = فقہائے حنابلہ اور حکم صفات خداوندی

ص۷۰ = اللہ تعالیٰ کی تنزیہ وتقدیس

ص۷۲ = بندوں کی قدرت کی زیادتی کا نظریہ حماقت پر مبنی

ص۷۳ = محال مقدور ہونے کے قابل نہیں

ص۷۳ = کیا امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے؟

ص۷۴ = محال عقلی ومحال شرعی میں فرق

ص۷۴ = محققین خلف وعید کے قائل نہیں

باب چہارم

ص۸۰ = حفظ الایمان (تھانوی)

ص۸۰ = حفظ الایمان کی قابل مواخذہ عبارت

ص۸۱ = احکام باب

ص۸۵ = کامل کو ناقص سے نقص میں تشبیہ دینا کفر

ص۸۶= نبی کی صفت کمالیہ کو غیر کی صفت سے تشبیہ دینا کفر

ص۸۷= صفات عامہ مشترکہ کی مثالیں

ص۸۸=تشبیہ کا حکم

ص۹۰=تسویت کا حکم

باب پنجم

ص۹۲= دعوی نبوت (قادیانی)

ص۹۲= جہاد کا انکار

ص۹۳=مسیحیت کا دعویٰ

ص۹۳= افضلیت کا دعویٰ

ص۹۳= نبوت ظلیہ کا دعویٰ

ص۹۴=نبوت اصلیہ کا دعویٰ

ص۹۴=حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور قادیانی

ص۹۵= ابن اللہ ہونے کا دعویٰ

ص۹۵= الوہیت کا دعویٰ

ص۹۵= قادیانی کے متضاد اقوال

باب ششم

ص۹۷= **فصل اول**

ص۹۷=المعتمد المستند اور حسام الحرمین

ص۹۸= دیابنہ کی تلبیسات

ص۹۸=تصدیق کنندگان سے دیوبندیوں کا انتقام

ص۹۹= دیابنہ کی تاویلات

ص۱۰۰= دیوبندیوں کی باہمی تکفیر
ص۱۰۰= دیابنہ کے متضاد اقوال
ص۱۰۰= شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال لاہوی
ص۱۰۱= ڈاکٹر اقبال کی وصیت
ص۱۰۱= ڈاکٹر اقبال اور جماعت وہابیہ
ص۱۰۲= ڈاکٹر اقبال اور شیخ دیابنہ
ص۱۰۲= اکابر دیوبند کے اعترافات
ص۱۰۳= **فصل دوم**
ص۱۰۳= تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ کے تصدیق کنندگان
ص۱۰۴= بھارت کے علمائے مصدقین
ص۱۰۴= تصدیق علمائے حرمین طیبین
ص۱۰۵= ابطال اغلاط قاسمیہ کے تصدیق کنندگان
ص۱۰۵= تصدیق الوکیل کے تصدیق کنندگان
ص۱۰۷= فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین کے تصدیق کنندگان
ص۱۰۸= حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین کے تصدیق کنندگان

باب هفتم

ص۱۱۲= دیابنہ کی کتابوں سے ماخوذ اصول تکفیر
ص۱۱۳= انور شاہ کشمیری کی اکفار الملحدین
ص۱۱۴= دربھنگوی کا اقرار وتسلیم

باب هشتم

ص۱۱۷= حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین = المہند علی المفند

الرسالة السادسة

ص ۱۱۸=علمائے حرمین طیبین کو کفریہ عبارات کا علم

ص ۱۱۸=تکفیر کے وقت افراد خمسہ باحیات

ص ۱۲۰=افراد خمسہ کو تکفیر کا علم اور توبہ سے انکار

ص ۱۲۲=حسام الحرمین اور علمائے حرمین طیبین کی تصدیقات

ص ۱۲۴=علمائے حرمین طیبین کی تصدیقات اور انبیٹھوی وٹانڈوی کی سازش

ص ۱۲۵=علمائے مکہ معظّمہ کی تصدیقات

ص ۱۲۵=مفتی احناف مکہ معظّمہ: محمد صالح کمال کا مکتوب گرامی

ص ۱۲۶=علمائے مدینہ منورہ کی تصدیقات

ص ۱۲۷=المہند علی المفند (التحقیقات لدفع التصدیقات)

ص ۱۲۸=حسام الحرمین کی تصدیق ثانی

ص ۱۲۹=فتویٰ مفتی احناف: مکہ معظّمہ (۱۲۹۱ھ)

ص ۱۲۹=تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل (۱۳۰۷ھ)

ص ۱۲۹=فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین (۱۳۱۷ھ)

ص ۱۳۱=سوالنامہ: المہند علی المفند

ص ۱۳۱=المہند پر سوالات

ص ۱۳۳=المہند علی المفند کی حقیقت

ص ۱۳۴=جوابات صدر الافاضل

ص ۱۳۷=المہند کی تصدیقات کی حقیقت

ص ۱۳۹=فریب کاری سے فتویٰ امکان کذب پر تصدیق حاصل کرنا

ص ۱۴۳=الصورام الہندیۃ فی ردمکر الدیوبندیہ

ص ۱۴۳=حسام الحرمین کی تصدیق جدید

ص۱۴۴=ضلالت وارتداد
ص۱۴۴=البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ
ص۱۴۴=منکر تکفیر کے ساتھ ہمارا سلوک

باب نہم

ص۱۴۶=فرنگیوں کی حمایت وچاپلوسی
ص۱۴۷=جنگ آزادی: ۱۸۵۷ء اور وہابیہ کی مخالفت
ص۱۵۰=برہمنوں کی کاسہ لیسی
ص۱۵۱=انگریزی حکومت اور مسلمانان ہند کی فرقہ بندیاں
ص۱۵۴=تصانیف وہابیہ اور اختلاف بین المسلمین
ص۱۵۵=اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان
ص۱۵۵=تقویۃ الایمان اعتقادی فتنوں کا سرچشمہ
ص۱۵۷=تقویۃ الایمان کی اشاعت کب ہوئی؟
ص۱۵۹=تقویۃ الایمان کا انگریزی ترجمہ
ص۱۶۰=تقویۃ الایمان کا ماخذ کتاب التوحید
ص۱۶۱=علامہ خیر آبادی اور دہلوی کی تکفیر فقہی
ص۱۶۲=تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ
ص۱۶۲=فتویٰ علامہ خیر آبادی قدس سرہ القوی
ص۱۶۳=بھارت کے علمائے مصدقین
ص۱۶۴=تصدیق علمائے حرمین طیبین
ص۱۶۴=تقویۃ الایمان کا ردوابطال
ص۱۶۴=تقویۃ الایمان اور گنگوہی

ص۱۶۵= دہلوی کی جنگ کے حقائق وحالات

ص۱۷۷= قاسم نانوتوی اور تحذیر الناس

ص۱۷۹= ردتحذیر الناس

ص۱۸۰=مولانا عبدالحیٔ لکھنوی پر تھانوی کا الزام

ص۱۸۲= ابطال اغلاط قاسمیہ

ص۱۸۲= رشید و خلیل اور براہین قاطعہ

ص۱۸۲= استفتا متعلقہ عید میلا دالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ص۱۸۳=فتویٰ ،تصدیق کنندگان ،تصدیق گنگوہی واشاعت فتویٰ

ص۱۸۴= فیصلہ ہفت مسئلہ

ص۱۸۵=مناظرۂ بہاول پور

ص۱۸۶= تقدیس الوکیل کا عربی ترجمہ

ص۱۸۷=علمائے حرمین و تکفیر دیابنہ

ص۱۸۸= البوارق اللامعہ

ص۱۸۸=نظریہ امکان کذب کی تردید

ص۱۸۹= رشید احمد گنگوہی اور فتویٰ وقوع کذب

ص۱۸۹= اشرف علی تھانوی اور حفظ الایمان

ص۱۹۲=مکتوب حیدرآباد برائے تبدیلی عبارت

ص۱۹۵=مرزا غلام احمد قادیانی

باب دھم

ص۱۹۷= بھارت میں سنیوں کی تعداد

ص۱۹۷=فروغ سنیت کی تدبیر

الرسالة السادسة

ص۱۹۷= بھارت میں بدمذہبیت کا آغاز

ص۱۹۹= وہابی نظریات کا ردوابطال

ص۲۰۰= وہابیت کی نشأت جدیدہ

ص۲۰۰= بقائے وہابیت کا سبب اول: اسحاق دہلوی کی وہابیت نوازی

ص۲۰۳= دیوبند کیسے بنا مقلد وہابیہ کا مرکز؟

ص۲۰۴= مسلک دیوبند کے عناصر اربعہ

ص۲۰۴= تقویۃ الایمان کا اولین تردید نویس وہابی بن گیا

ص۲۰۵= اسحاق دہلوی اور غیر مقلد وہابیہ

ص۲۰۵= بقائے وہابیت کا سبب دوم: انگریزوں کا تعاون

ص۲۰۶= بقائے وہابیت کا سبب سوم: جنگ غدر: ۱۸۵۷ء اور سنی علما پر برطانوی مظالم

ص۲۰۷= انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ: ۱۸۵۷ء

خاتمہ

ص۲۱۱= اہل حق کی نشانیاں کیا ہیں؟

ص۲۱۱= عام مسلمانوں کے لیے دلائل حقانیت

ص۲۱۲= حقانیت کی ظاہری علامتیں

ص۲۱۲= جماعت حق کا عہد رسالت سے متصل ہونا

ص۲۱۳= جماعت حق کا ہر عہد میں کثیر التعداد ہونا

ص۲۱۴= جماعت حق کا خوارج سے قلیل التعداد ہونا

ص۲۱۵= عشق نبوی کو معیار نجات اعتقاد کرنا

ص۲۱۶= ہر صدی میں مجدد کی آمد



بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

البرکات النبویة فی الاحکام الشرعیه

الرسالة السادسة

الطامۃ الکبریٰ علی الکفرۃ الفجرۃ

ابتدائیہ

الحمدلربی حمدا کاملا::والصلوۃ والسلام علٰی حبیبی دائما::وعلٰی آلہ واصحابہ ابدا سرمدا

اللہ عزوجل کے فضل واحسان اور حضور اقدس تاجدار کائنات علیہ التحیۃ والثنا کی بخشش وعطا سے ''البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ'' کی ترتیب سال ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء میں عمل میں آئی تھی، جب حسام الحرمین کی تصدیق جدید کی تحریک کا آغاز کیا تھا۔

''البرکات'' کا رسالہ ششم افادۂ عامہ کے لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت وسطیٰ کو سپرد کرنے کی سعادت حاصل کی، اور سعادت عظمیٰ ایں کہ یہ مجموعہ حبیب کبریا، شارع ملت بیضا حضور اقدس سیدنا ومولانا محمد مصطفٰے علیہ الصلوۃ والسلام کی جانب منسوب ہے۔

اللہم ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم::وتب علینا انک انت التواب الرحیم::والصلوۃ والسلام علی رسولنا الکریم::وآلہ العظیم

''البرکات النبویہ'' کے آٹھ رسائل جاری کیے جا چکے ہیں۔ان شاء اللہ تعالیٰ باقی ماندہ دو رسالوں کا اجرا جلد ہی عمل میں آئے گا۔

ارباب علم وفضل کو کوئی لغزش وخطا نظر آئے، تو اطلاع فرمائیں۔علمائے کرام کے نیک مشوروں کا خیر مقدم ہے۔

جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزا فی الدارین (آمین)

''البرکات النبویہ'' کے رسائل ومشمولات میں نسبت نبوی کے حسنات وبرکات تصریح وبیان سے مستغنی وبے نیاز ہیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوۃ والسلام علٰی حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم

طارق انور مصباحی

16: جمادی الاخریٰ ۱۴۴۱ھ مطابق 10: فروری ۲۰۲۰ء

الرسالة السادسة

بروز: دوشنبہ

{البركات النبوية فى الاحكام الشرعية}

سنة التاليف: ۱۴۳۳ھ - ۲۰۱۲ء

الاجزاء والرسائل

مقدمة الكتاب

الرسائل

(۱)دفع الاذٰی عن حبيب الورٰیﷺ

(۲)مقال العرفان فی التصديق والايمان

(۳)جمع الاقاويل فی احكام التاويل

(۴)اقوال المحققين فی ضروريات الدين

(۵)تنقيح الكلام فی قواطع الاسلام

(۶)الطامة الكبرٰی علی الكفرة الفجرة

(۷)ازالة الاوهام عن قلوب الانام

(۸)ارشاد الحيران الٰی فردوس الايمان

(۹)سوط الرحمٰن علٰی قرن الشيطان

(۱۰)السيف العجيب علٰی شاتم الحبيبﷺ

خاتمة الكتاب

اعلم ان هذا الكتاب دافع لامراض سوء الاعتقاد فی حضرة حبيبنا المحتشم صلی اللّٰه تعالی عليه وسلم وشفاء للقلوب–ومشتمل علٰی تشريح ضرويات الدين وتوضيح احكام التكفيروالتاويل ومبين لاحكام الاشخاص الاربعة من الديابنة وحاوی علی تفاصيل الكفر الفقهی للدهلوی ودفع ايرادات البجنوری–ومنقسم الٰی اثنی عشر جزءً–مقدمة وخاتمة وعشرة رسائل–وما توفيقی الاباللّٰه العلی العظيم–وقد رجوت القبول من

الرسالة السادسة

حبیبی المعظم صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم-وھو صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم رحمۃ للعٰلمین::وانا من العٰلمین::
اللّٰھم ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم::وتب علینا انک انت التواب الرحیم::اٰمین ثم اٰمین

تفاصیل اجزاء الکتاب

المقدمۃ فی بیان فضائل الحبیب صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم

الخاتمۃ فی بیان اسباب التالیف وبیان سبب تصدیق جدید لحسام الحرمین

بیان موضوعات الرسائل

(۱)الرسالۃ الاولٰی فی بیان اٰداب حضرۃ الحبیب صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم
وما لایجوز فی حقہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم

(۲) الرسالۃ الثانیۃ فی بیان معنی الایمان والکفر وبیان اصول التکفیر
وتفصیل الکفراللزومی والکفرالالتزامی

(۳)الرسالۃ الثالثۃ فی بیان معنی المتعین والمتبین وبیان احکام التاویل
وبیان معنی القطعی بالمعنی الاخص والقطعی بالمعنی الاعم

(۴)الرسالۃ الرابعۃ فی توضیح ضروریات الدین وضروریات اھل السنۃ

(۵)الرسالۃ الخامسۃ فی بیان الکفر الکلامی والکفر الفقھی واحکام الکفر الکلامی والکفر الفقھی

(۶)الرسالۃ السادسۃ فی بیان احکام المرتدین الاربعۃ من الدیابنۃ

(۷)الرسالۃ السابعۃ فی بیان احوال حسام الحرمین ودفاع الدیابنۃ

(۸) الرسالۃ الثامنۃ فی دفع ایرادات الدیابنۃ ودفع ایرادات البجنوری

(۹)الرسالۃ التاسعۃ فی بیان احکام المبتدعین واحوال الوھابیۃ والتبلیغیۃ

(۱۰)الرسالۃ العاشرۃ فی توضیح تکفیرالدھلوی ودفع الایرادات التی تورد علٰی تکفیرہ الفقھی

فالحمد للّٰہ رب الارباب والصلٰوۃ والسلام علٰی احب الاحباب
وجمیع الاٰل والاصحاب وعلٰی کل اتباعہ الذین ھم اولوالالباب



طارق انور مصباحی

الرسالة السادسة

(کیرلا:انڈیا)

Whats,App No: 9513209853

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

مقدمہ

دفع فساد کے واسطے اظہار کفریات

کسی مسلم کے گناہ ومعاصی کو بلاضرورت ظاہر کرنے کی اجازت نہیں اور کفر وضلالت کو ظاہر کیا جائے،تاکہ دیگر مومنین اس میں مبتلا نہ ہوسکیں۔کسی کے کفر وضلالت کے اظہار کا یہ مقصد اصلی نہیں کہ اس شخص کی مذمت کی جائے،بلکہ اس کے غلط نظریہ کی مذمت اور اس باطل فکر کا رد وابطال مقصود ہوتا ہے۔اہل ضلالت اور اہل ارتداد کی تقبیح سے بھی مقصود اس کے نظریات باطلہ کی تقبیح وتر دید ہوتی ہے۔

قال جلال الدین الدوانی الشافعی:{وَقَدْ صَرَّحَ الْفُقَهَاءُ:بِاَنَّه يَسْتَحِبُّ الْكِتْمَانُ فِى الْمَعَاصِىْ دُوْنَ الْكُفْر}

(شرح الدوانی علی العقائد العضد یہ ص۱۰۷)

جن لوگوں سے کفر کلامی کا صدور ہو،اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری نے ان کے بارے میں رقم فرمایا:

''جوان کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہوکران کے کفر میں شک کرے،وہ بھی کافر ہے''۔(فتاویٰ رضویہ ج۶ص۹۰-رضا اکیڈمی ممبئ)

تکفیر وقصاص کی حکمت

رب تعالیٰ نے ارشادفرمایا:{وَلَكُمْ فِى الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ} (سورہ بقرہ:آیت۱۷۹)

قصاص یعنی قاتل کو قتل کرنا معاشرہ کی سلامتی کا ضامن ہے۔اسی طرح کافر کو کافر بتانا اور اس کے کفریات کا اظہار اور اس کی تقبیح ضروری ہے،تاکہ امت مسلمہ اس طرح کے جرائم سے محفوظ رہ سکے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

{اَ تَرْعَوْنَ عَنْ ذِكْرِ الْفَاجِرِ-مَتٰى يَعْرِفُهُ النَّاسُ-اُذْكُرُوا الْفَاجِرَبِمَا فِيْهِ،يَحْذَرُهُ النَّاسُ}(طبرانی وبیہقی)

بھارت میں اعتقادی فسادات کا سرچشمہ

اسماعیل دہلوی نے ۱۵:محرم الحرام ۱۲۴۰ھ کو محمد بن عبد الوہاب نجدی(۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) کی کتاب التوحید کا خلاصہ تقویۃ الایمان کے نام سے مکمل کیا۔اس کتاب نے ہندوستانی مسلمانوں کو دوحصوں میں تقسیم کردیا۔یہ کتاب ضلالات وکفریات کا مجموعہ ہے۔

الرسالة السادسة

اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان کی بحث شفاعت میں لکھا: ''اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتہ، جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کرڈالے''۔(تقویۃ الایمان ص ۳۵)

اسماعیل دہلوی کے مذکورہ قول سے امکان نظیر کا نظریہ پیدا ہوا۔اس عبارت میں دہلوی نے صریح لفظوں میں بتایا کہ تاجدار کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر اور مماثل کا وجود ہوسکتا ہے، حالاں کہ یہ محال ہے۔

ایک سائل نے تقویۃ الایمان کی بحث شفاعت کی عبارت کونقل کر کے خاتم الفلاسفہ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہ العزیز سے تین سوالات کیے۔علامہ خیرآبادی نے منقولہ بالا عبارت پر سوال قائم کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مماثل ونظیر ممکن ہو تو اس سے رب تعالیٰ کے قول کا عدم صدق لازم آتا ہے۔رب تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق ارشاد فرمایا:((ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین))(سورہ احزاب: آیت ۴۰)

جب ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا وجود کیسے ہوسکتا ہے۔

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا وجود ہوجائے تو اس سے منقوشہ بالا کلام الٰہی کا کذب لازم آتا ہے۔

اسماعیل دہلوی (۱۱۹۳ھ-۱۲۴۶ھ-۱۷۷۹ء-۱۸۳۱ء) کی مذکورہ بالا عبارت سے امکان نظیر اور امکان کذب کا نظریہ ظاہر ہوا۔

علامہ خیرآبادی (۱۲۱۲ھ-۱۲۷۸ھ-۱۷۹۷ء-۱۸۶۱ء) نے دہلوی کے نظریہ کے رد میں ایک رسالہ ''تقریر اعتراضات بر تقویۃ الایمان'' کے نام سے فارسی زبان میں رقم فرمایا۔اسماعیل دہلوی نے تقریر اعتراضات کے جواب میں فارسی زبان میں رسالہ ''یک روزہ'' لکھا۔اسماعیل دہلوی نے اس میں امکان کذب اور امکان نظیر کا نظریہ صریح لفظوں میں قبول کیا۔علامہ خیرآبادی نے اپنی تفصیلی کتاب ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' میں دہلوی کے دونوں نظریات کا رد وابطال فرمایا۔تحقیق الفتویٰ کے بعد اسماعیل دہلوی خاموش ہوگیا۔

ایک مدت بعد دہلوی کے متبعین میں سے حیدرعلی ٹونکی (م ۱۲۷۳ھ-۱۸۵۶ء) نے مسئلہ امکان نظیر پر ایک رسالہ لکھا اور اس میں دہلوی کے امکان نظیر کے نظریہ کی تائید کی۔علامہ خیرآبادی نے اس رسالے کی تردید فرمائی اور ''امتناع النظیر'' تحریر فرمائی۔اس کے بعد ایک طویل مدت تک دہلوی کے متبعین کچھ خاموش رہے۔دہلوی کے متبعین دو حصوں میں تقسیم ہوگئے۔مقلد اور غیر مقلد۔

غیر مقلد گروپ کی قیادت نذیر حسین دہلوی، محمد حسین بٹالوی، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی وغیرہم کے ہاتھ آئی اور اسحاق دہلوی نے مقلد گروپ کی کمان سنبھالی۔اسحاق دہلوی فقہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کا دعویٰ کرتا۔اور عقائد میں وہابیہ کی پیروکار تھا۔اہل دیوبند اسحاق دہلوی کے پیروکار ہوئے۔مدرسہ دیوبند کے ناظم قاسم نانوتوی نے تقویۃ الایمان کے پچاس سال بعد ۱۲۹۰ھ میں تحذیر الناس لکھی۔اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کی آمد کو صحیح قرار دیا۔اس نظریہ کا ماخذ ومبنیٰ مسئلہ امکان نظیر تھا، جس کا ذکر اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان اور رسالہ یک روزہ میں کیا تھا۔

خلیل احمد انبیٹھوی نے سال ۱۳۰۴ھ میں براہین قاطعہ لکھی، جس میں رب تعالیٰ کے لیے امکان کذب کا قول کیا اور کذب کو خلف

الرسالة السادسة

وعید کی فرع بتایا۔اس نظریہ کا ماخذ ومبنیٰ دہلوی کا رسالہ یک روزہ ہے۔اس کے بعد ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۰ء میں رشید احمد گنگوہی نے ایک فتویٰ لکھا،جس میں وقوع کذب کا قول کیا۔اس کا ماخذ ومبنیٰ بھی رسالہ یک روزہ ہے۔

اشرف علی تھانوی نے ۱۳۱۹ھ میں رسالہ حفظ الایمان لکھا،جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب پر اعتراض کیا، اورعلم نبوی کوزید وبکر اور مجانین وبہائم واطفال کے مماثل ومساوی قرار دیا۔اسی طرح انبیٹھوی نے بھی علم نبوی پر اعتراض اٹھایا اور شیطان کے علم کوعلم نبوی سے زیادہ بتایا۔اس کا ماخذ ومبنیٰ بھی تقویۃ الایمان ہی ہے۔اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں علم غیب نبوی کا انکار کیا۔

مسئلہ امکان کذب دراصل مسئلہ امکان نظیر کے بطن سے جنم لیا ہے۔اسی طرح انکار ختم نبوت کا مسئلہ بھی مسئلہ امکان نظیر کی پیداوار ہے۔مسئلہ ختم نبوت کی تاویل اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چھ امثال ونظائر اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر چھ طبقات زمین میں چھ خاتم الانبیا کا قول بھی مسئلہ امکان نظیر کے بطن سے پیدا ہوا۔

اسماعیل دہلوی کے متبعین نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جانب منسوب اثر کو دیکھا اور اپنے زعم فاسد کے مطابق اس کو امکان نظیر پر دلیل بنا لیا۔علامہ عبد القادر بدایونی (۱۲۵۳ھ-۱۳۱۹ھ) اور امیر احمد سہسوانی کے درمیان شیخو پورہ ضلع بدایوں (یوپی) میں سال ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۸۷۱ء میں مناظرہ ہوا۔امیر احمد سہسوانی نے اثر ابن عباس کو امکان نظیر کے لیے دلیل بنایا۔

اسی اثر ابن عباس کو قاسم نانوتوی نے دلیل بنایا اور ختم نبوت کا انکار کیا،حالاں کہ ختم نبوت کو ثابت کرنے آیت مقدسہ ختم زمانی کے مفہوم میں مفسر ہے۔اثر شاذ کا تقابل مفسر آیت سے نہیں کیا جاسکتا۔

اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں لکھا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب نہیں جانتے۔نہ بالذات،نہ رب تعالیٰ کی عطا سے۔حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے اللہ تعالیٰ کی عطا سے بھی علم غیب ماننا شرک ہے۔

دہلوی کے اسی کلام سے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے علم غیب کے انکار کا نظریہ ظاہر ہوا۔

اسی نظریہ کو قوت دینے کے واسطے انبیٹھوی نے براہین قاطعہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف کو شیطان کے علم سے قلیل بتایا اور یہ ثابت کرنے کے لیے انبیٹھوی نے بہت جد وجہد کیا۔انبیٹھوی نے کہا کہ شیطان کا علم زائد ہے اور اس پر نص قطعی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے لیے کوئی نص نہیں ہے،اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کرنا شرک ہے۔انبیٹھوی یہ نہیں سمجھ سکا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت کرنا شرک ہے تو شیطان کے لیے علم غیب ثابت کرنا بھی شرک ہوگا،کیوں کہ شیطان بھی غیر اللہ ہے۔

اشرف علی تھانوی بھی علم غیب نبوی پر سوال اٹھایا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص کی،اور کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی طرح زید وبکر اور بہائم ومجانین واطفال کے علم کی طرح ہے۔

مرقومہ بالا تفاصیل سے ثابت ہوگیا کہ ہندوستان میں اعتقادی فسادات کا سر چشمہ اسماعیل دہلوی کی کتاب ’’تقویۃ الایمان‘‘ ہے۔

الرسالة السادسة

یہ کتاب بھارتی وہابیوں کے لیے ویسی ہی ہے جیسی ہندوؤں کے لیے راماین۔اہل دیوبند اسماعیل دہلوی کے اعتقادات پر ہیں۔

رشید احمد گنگوہی نے تقویۃ الایمان کے بارے میں لکھا:

(۱)بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں،اگر چہ بعض مسائل میں بظاہر تشدد ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص۸۵-جسیم بکڈ پو دہلی)

(۲)تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے،اور وہ رد شرک وبدعت میں لاجواب ہے۔استدلال اس کے بالکل کتاب اور احادیث سے ہیں۔اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے،اور موجب اجر کا ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص۸۰-جسیم بکڈ پو دہلی)

دیابنہ اور نصوص صریحہ کا انکار

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی نے فرقہ مشبہہ سے متعلق شیخ اکبر حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز کا قول نقل فرمایا:

{قَالَ الشَّیخ ابن العربی فی الفتوحات:اَلْعَجَبُ من هذه الطائفة-اَنَّهُمْ تَرَکُوْا النَّصَّ الصَّرِیْحَ-وهو قوله تعالٰی:((لَیْسَ کَمِثْلِه شَیْءٌ))وَعَمِلُوْا بِالنُّصُوْصِ الْمُحْتَمِلَةِ} (حاشیۃ السیالکوتی علی الدوانی ص۶۷)

توضیح:بھارت کے وہابیہ فرقہ مشبہہ سے زیادہ برے حال میں ہیں۔فرقہ مشبہہ نے آیات متشابہات سے استدلال کیا جن میں رب تعالیٰ کے لیے ہاتھ اور چہرہ وغیرہ کا ذکر آیا،اسی طرح بعض احادیث میں رب تعالیٰ کے لیے ایسا وارد ہوا۔وہاں حقیقی معانی مراد نہیں ہیں،کیوں کہ رب تعالیٰ جسم وجسمانیات سے پاک ہے۔الحاصل فرقہ مشبہہ نے آیات مقدسہ سے استدلال کیا جن کا ثبوت قطعی ہے۔اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت شدہ احادیث طیبہ سے استدلال کیا،لیکن معانی میں خطا کر گئے۔وہابیہ کا حال یہ ہے کہ انہوں نے غیر ثابت حدیثوں اور اپنے باطل اوہام سے استدلال کیا اور نصوص قطعیہ کا انکار کیا۔تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

قاسم نانوتوی:

قاسم نانوتوی(۱۲۴۸ھ-۱۲۹۷ھ-۱۸۳۳ء-۱۸۸۰ء)نے تحذیر الناس میں ختم نبوت کا انکار کیا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جانب منسوب اثر سے استدلال کیا۔

(۱)اس اثر سے متعلق ابن کثیر نے کہا کہ یہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے۔(البدایۃ والنہایہ ج۱ص۳۱)

(۲)امام بیہقی نے فرمایا کہ یہ اثر شاذ ہے۔(الاسماء والصفات للبیہقی ج۲ص۱۳۱-دار الکتاب العربی بیروت-الدر المنثور فی التفسیر الماثور للسیوطی ج۸ص۲۱۱-دار الفکر بیروت-التوضیح شرح البخاری لابن الملقن ج۱۹ص۲۳)

ختم نبوت کے انکار کے واسطے نانوتوی نے ایک اثر سے استدلال کیا۔جو حدیث نبوی نہیں ہے۔اسی طرح وہ اسرائیلیات سے ماخوذ بھی مانی جاتی ہے اور روایت کے اعتبار سے وہ شاذ ہے۔جب کہ ختم نبوت کا ثبوت قطعی الثبوت وقطعی الدلالت نص قرآنی سے ہے۔

الرسالة السادسة

ارشادالٰہی ہے:{مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ}(سورہ احزاب: آیت ۴۰)

رشید احمد گنگوہی:

رشید احمد گنگوہی (۱۲۴۴ھ-۱۳۲۳ھ-۱۸۰۸ء-۱۹۰۵ء) نے اپنے تحریری فتویٰ میں وقوع کذب کا قول کیا۔

اس کے اثبات کے لیے گنگوہی نے اپنے باطل وہم کو دلیل بنایا۔

گنگوہی نے مسئلہ خلف وعید سے استدلال کیا ہے۔خلف وعید بعض اشاعرہ کے یہاں جائز ہے۔محققین اس کے برخلاف ہیں۔

خلف وعید کے قائلین نے خلف وعید کو کذب کی فرع تسلیم نہیں کیا، بلکہ وہ رب تعالیٰ کے لیے امکان کذب کا انکار کرتے ہیں، لیکن گنگوہی نے اپنی فہم باطل اور وہم عاطل کے ذریعہ خلف وعید کو کذب کی فرع تسلیم کرلیا اور پھر خلف وعید کے اثبات کو کذب کا اثبات سمجھ لیا۔

گنگوہی نے جس کو اپنے دعویٰ کے واسطے دلیل بنایا، وہ گنگوہی کا وہم باطل ہے۔جب کہ اللہ تعالیٰ کا صدق قطعی الثبوت وقطعی الدلالت نص قرآنی، عقل صحیح اور اجماع متواتر سے ثابت ہے۔

رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

{وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا}(سورہ نساء: آیت ۱۲۲)

{وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰه حَدِيْثًا}(سورہ نساء: آیت ۸۷)

اسماعیل دہلوی کو یہ بھی وہم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کذب پر قادر نہ ہو تو بندہ کی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بڑھ جائے گی، کیوں کہ بندہ کذب پر قدرت رکھتا ہے۔دہلوی یہ نہ سمجھ سکا کہ بندہ اور اس کے تمام اعمال واوصاف رب تعالیٰ کی تخلیق وعطا سے ہیں، پس بندہ کی قدرت بھی رب تعالیٰ کی تخلیق وعطا سے ہے، اور بندہ خود مقدورالٰہی ہے، پھر مقدور کی قدرت قادر کی قدرت سے کیوں کر بڑھ سکتی ہے۔

خلیل احمد انبیٹھوی:

خلیل احمد انبیٹھوی (۱۲۶۹ھ-۱۳۴۶ھ-۱۸۵۲ء-۱۹۲۷ء) نے براہین قاطعہ میں لکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم پاک شیطان کے علم سے کم ہے۔انبیٹھوی نے یہ ثابت کرنے کے واسطے ایک غیر ثابت شدہ حدیث سے استدلال کیا۔

ایک بے اصل روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے دیوار کے پیچھے کا علم نہیں۔

انبیٹھوی نے اس بے اصل حدیث کی روایت شیخ علامہ عبدالحق محدث دہلوی کی جانب منسوب کردی، حالاں کہ شیخ محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں اس کو نقل کر کے اس کا رد فرمایا، اور فرمایا کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔

''واین جا اشکال می آرند کہ در بعضے روایات آمدہ است کہ گفت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ من بندہ ام۔نمی دانم آں چہ پس ایں دیوار است۔جوابش آنست کہ ایں سخن اصلے ندارد، وروایت بداں صحیح نشدہ است''۔(مدارج النبوت ج ا ص ۷)

الرسالة السادسة

علم نبوی کی کثرت کا ثبوت قطعی الثبوت وقطعی الدلالت نص قرآنی سے ثابت ہے،لیکن انبیٹھوی نے اپنے مطلب فاسد کوثابت کرنے کے لیے ایک غیر ثابت حدیث کا سہارا لیا۔حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم پاک بہت زیادہ ہے۔گرچہ وہ متناہی ہے،لیکن وہ کسی حد پر جا کر ٹھہر نہیں جاتا، بلکہ ہرلمحہ ترقی پذیر ہے،اور خداوند قدوس کا علم پاک غیر متناہی ہے۔اس کی کوئی حد وانتہا نہیں۔یہ فرق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:{وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ}(سورہ نساء: آیت ۱۱۳)

وَقَالَ تَعَالٰی:{وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی::وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی}(سورہ ضحیٰ: آیت ۴،۵)

قال التاج السبکی :{وَمِنْ عَقَائِدِنَا اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ علیھم الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ–فَاَیْنَ الْمَوْتُ؟}

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج۳ص۳۸۴)

توضیح: حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں باحیات ہیں،پس آج بھی حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم وفضل ترقی پذیر ہے،اورآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہرلمحہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے سرفراز ہورہے ہیں۔ان کے فضائل ومراتب روزافزوں ترقی پر ہیں۔کسی حد پر قرارنہیں۔فضائل نبویہ کی صفت ”لاتقف عندحد“ ہے۔فضائل خداوندی غیر متناہی ہیں۔

اشرف علی تھانوی

اشرف علی تھانوی (۱۲۸۰ھ-۱۳۶۲ھ-۱۸۶۳ء-۱۹۴۳ء) نے حفظ الایمان میں لکھا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم شریف چوپایوں، پاگلوں اور بچوں کے علم کے برابر ہے۔یہ کفرصریح ہے۔تھانوی نے اس سے رجوع نہ کیا، بلکہ اپنے رسالہ ”بسط البنان“ میں اس کی تاویل کی اور ”تغییر العنوان“ میں عبارت کی تبدیلی کی اور کہا کہ میں نے حفظ الایمان میں جولکھا تھا،وہ بھی صحیح تھا۔

تھانوی نے اپنے زعم باطل کوثابت کرنے کے واسطےاپنے وہم کودلیل بنایااور کہا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوکل علوم غیبیہ حاصل ہیں یابعض علوم غیبیہ؟ کل علوم غیبیہ رب تعالیٰ کوحاصل ہیں اوربعض علوم غیبیہ میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخصیص نہیں، بلکہ ایسا بعض علم غیب زیدوبکر،صبی ومجنون وبہائم کوبھی حاصل ہے۔یہ تھانوی کا وہم باطل ہے۔اسی کوتھانوی نے اپنی دلیل بنایا۔

ایک آدمی کے پاس سودینار ہے۔دوسرے کے پاس ننانوے اورتیسرے کے پاس ایک دینار ہے۔دوسرے اورتیسرے کے پاس گرچہ سودینار مکمل نہیں،لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ دوسرے کے پاس جتنے دینار ہیں،اتنے دینار تیسرے کے پاس بھی ہیں۔ننانوے اور ایک دونوں عدد برابرنہیں ہیں،گرچہ دونوں عدد سو سے کم ہیں۔

شیخ اسماعیل حقی حنفی نےنقل فرمایا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم،علم خداوندی کے سامنے ایسا ہے،جیسا کہ سات سمندر کے بالمقابل پانی کا ایک قطرہ۔حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم،علم مصطفوی کے بالمقابل ایسا ہے،جیسا کہ سات سمندر کے بالمقابل پانی کا ایک قطرہ۔اسی طرح حضرات اولیائے کرام کا علم،علم انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بالمقابل ایسا ہے،جیسے سات سمندر کے

الرسالة السادسة

بالمقابل پانی کا ایک قطرہ۔جب اولیائے کرام کاعلم،علم انبیائی کے بالمقابل اس قدر قلیل ہے تو زید وبکر کاعلم،علم مصطفوی کے برابر کیسے ہو سکتا ہے؟ تھانوی نے اپنے وہم فاسد کواپنے عقیدۂ باطل کے لیے دلیل بنایااور نصوص قطعیہ کو ترک کردیا۔

قال اسماعیل الحقی الحنفی:(قال شیخنا العلامة ابقاه اللّٰہ بالسلامة فی الرسالة الرحمانیة فی بیان الکلمة العرفانیة:علم الاولیاء من علم الانبیاء بمنزلة قطرة من سبعة ابحر–وعلم الانبیاء من علم نبینا محمد علیه الصلٰوة والسلام بهذه المنزلة–وعلم نبینا من علم الحق سبحانه بهذه المنزلة:انتهی)

(تفسیر روح البیان(تفسیر حقی):تفسرآیت:ولایحیطون بشیءمن علمہ)

تھانوی یہ نہیں سمجھ سکا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی فضیلت میں نہ کوئی نبی مرسل ان کے مساوی ہیں،نہ کوئی فرشتہ مقرب ان کے برابر ہیں۔خواہ کوئی بھی مخلوق ہو،اورخواہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی بھی فضیلت ہو۔ارشادالٰہی ہے:

{تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ}..........{وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ}(سورہ بقرہ:آیت۲۵۳)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے رقم فرمایا:’’باتفاق مفسران مراد بایں بعض محمد است صلی اللہ علیہ وسلم‘‘۔

(مدارج النبوت ج ۱ص ۷۶–مطبع نول کشورلکھنو)

حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:**{یا ابا بکر! لَمْ یَعْلَمْنِیْ حَقِیْقَةً غیر رَبِّیْ}**

(مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات:از:علامہ فاسی ص۱۲۹–مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد:پاکستان)

رب تعالیٰ کی عطا سے علم غیب قطعی حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃوالسلام کے ساتھ خاص ہے۔اولیائے کرام کاعلم غیب ظنی ہے۔

اسی علم غیب قطعی کواللہ تعالیٰ نے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے خاص فرمادیا۔رب تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

(۱)**{وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَشَآءُ}**(سورہ آل عمران:آیت۱۷۹)

(۲)**{عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُعَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا::اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ}**(سورہ جن:آیت۲۵،۲۶)

وہابیہ اوردیابنہ اللہ ورسول(عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)کی شان اقدس میں بےادبی پرانتہائی جری ہیں۔

یہ لوگ بارگاہ الٰہی اوردربار رسالت پناہی کے مجرم ہیں۔رب تعالیٰ نے ایسے لوگوں کوانتہائی ذلیل قراردیا ہے۔

رب تعالیٰ میں قرآن مجید میں اللہ ورسول(عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)کے مخالفین کوانتہائی ذلیل ہونے کی سندعطافرمائی۔

{اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَادُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ} (سورہ مجادلہ:آیت۲۰)

وماتوفیقی الاباللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم



باب اول

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

تحذیرالناس(قاسم نانوتوی)

قاسم نانوتوی (۱۲۴۸ھ-۱۲۹۷ھ-۱۸۸۰ء) نے ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۲ء میں تحذیرالناس لکھی ،جس میں ختم نبوت کا انکارکیا،اور نبوت کونبوت بالذات ونبوت بالعرض کی طرف تقسیم کیا۔اسی طرح ختم نبوت کوختم ذاتی وختم زمانی کی طرف منقسم کیا۔

آ خری نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد متعدد دعویداران نبوت ہوئے ،لیکن تقسیم نبوت وتقسیم ختم نبوت کی ایجاد نانوتوی نے کی ہے۔

علامہ محمد شاہ پنجابی قدس سرہ العزیز نے ۱۲۹۱ھ میں دہلی میں انکارختم نبوت وتقسیم نبوت کے موضوع پرنانوتوی سے مناظرہ کیا۔

دہلی ورام پوروغیرہ کے علمائے کرام نے ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں نانوتوی کے کافرہونے کاقول کیا۔

(قاسم العلوم:نورالحسن لکھنوی ص ۳۰۸)

تحذیرالناس حضرت سیدناعبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جانب منسوب اثر سے متعلق ایک سوال کے جواب میں ہے۔

اثرابن عباس میں بتایا گیا کہ زمین کے سات طبقات ہیں اور ہر طبقے میں نبی ہیں۔اس کی سند صحیح اورمتن قابل اعتراض ہے۔

اثرابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

{فی کُلِّ اَرْضٍ نَبِیٌّ کَنَبِیِّکُمْ وَاٰدَمُ کَاٰدم ونوح کنوح وابراھیم کَاِبْرَاھِیْم وعیسٰی کعیسٰی}

اثرابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے متعلق ارباب علم کی تحقیقات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)قال ابن کثیر: {وھکذا الاثر المروی عن ابن عباس انہ قال:فی کل ارض من الخلق مثل ما فی ھذہ حتّٰی اٰدم کاٰدمکم وابراھیم کابراھیمکم—فھذا ذکرہ ابن جریر مختصرًا—واستقصاہ البیھقی فی الاسماء والصفات—وھومحمول ان صح نقلہ عنہ علٰی انہ اخذہ ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ عن الاسرائیلیات واللّٰہ اعلم}

(البدایۃ والنہایہ ج اص ۳۱)

(۲) قال البیھقی:{عن ابی الضحی عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما انہ قال:((اللّٰہ الذی خلق سبع سمٰوات ومن الارض مثلھن))قال:سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم واٰدم کاٰدم ونوح کنوح وابراھیم کابراھیم وعیسٰی کعیسٰی}(الاسماء والصفات للبیہقی ج ۲ص ۲۶۷-مکتبۃ السوادی جدہ)

الرسالة السادسة

(٣){عن ابی الضحٰی عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما فی قوله عزوجل:(اللّٰہ الذی خلق سبع سمٰوات ومن الارض مثلهن)قال:فی کل ارض نحو ابراهیم علیه السلام–اسناد هذا عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما صحیح–وهوشاذ بمرة–لا اعلم لابی الضحٰی علیه متابعًا–واللّٰہ اعلم}(کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ج٢ص٢٦٨)

(٤)قال احمد بن عبد الکریم الغزی العامری (م١١٤٣ھ): {الارضون سبع–فی کل ارض نبی کنبیکم وآدم کآدم ونوح کنوح وابراهیم کابراهیم وعیسٰی کعیسٰی–هو من کلام ابن عباس}

(الجد الحثیث فی بیان مالیس بحدیث ج١ص٤٧-دارابن حزم)

(٥)قال الشیخ اسماعیل بن محمد العجلونی الجراحی(م١١٦٢ھ): {قال السیوطی:هذا من البیهقی فی غایة الحسن–فانه لایلزم من صحة الاسناد صحة المتن لاحتمال صحة الاسناد مع ان فی المتن شذوذ اوعلة تمنع صحته–وقیل:هل آدم ومن بعده المذکورون فیما عدا الارض الاولی من الانس اومن غیرهم؟ وهل هم متعبدون بمثل من تعبد فی الارض الاولٰی؟ وهل هم مقارنون لهم فی زمنهم؟

قال ابن حجرالهیتمی فی فتاواه:اذا تبین ضعف الحدیث،اغنٰی ذلک عن تاویله–لان مثل هذا المقام لا یقبل فیه الاحادیث الضعیفة–وقال یمکن ان یؤول الحدیث علی ان المراد بهم النذر الذین کانوا یبلغون الجن عن انبیاء البشر–ولایبعد ان یسمی باسم النبی الذی بلغ عنه–انتهی

فتدبرفانه لوصح فی نبینا،لم یستقم فی غیره–وقال ابن کثیربعد عزوه لابن جریر بلفظ "فی کل ارض من الخلق مثل ما فی هذه حتی آدم کآدمکم وابراهیم کابراهیمکم "وهو محمول ان صح عن ابن عباس علی انه اخذه من الاسرائیلیات–وذلک وامثاله اذا لم یصح سنده الی معصوم فهو مردود علی قائله–انتهی}

(کشف الخفاء ومزیل الالباس ص١١٣،١١٤-دارالکتب العلمیہ بیروت)

توضیح: سند کے صحیح ہونے سے متن کا صحیح ہونالازم نہیں۔اسی طرح اثرابن عباس کی سند صحیح بھی ہوتو متن کا صحیح ہونالازم نہیں۔

(٦)قال الملا علی القاری الحنفی: {الارضون سبع–فی کل ارض نبی کنبیکم–یروی عن ابن عباس–قال ابن کثیر بعد عزوه لابن جریر–وهو محمول ان صح نقله ای عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما،انه اخذه من الاسرائیلیات–وذلک وامثاله اذا لم یصح سنده الٰی معصوم فهومردود علٰی قائله}

(الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعہ ج٢ص٩٦)

توضیح:اگر مذکورہ اثر کی نقل صحیح بھی ہوتو یہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے۔اس قسم کی حدیثوں کی سند جب تک حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہوتو یہ قابل توجہ نہیں۔معصوم سے علامہ علی قاری کی مراد حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں:واللہ تعالیٰ اعلم

(۷)قال السیوطی:{قال البیهقی:اسناده صحیح ولکنه شاذ-لا اعلم لابی الضحٰی علیه متابعا}
(الدرالمنثور فی التفسیر الماثور ج۸ص۲۱۱-دارالفکر بیروت)

توضیح: نانوتوی نے یہ ثابت کرنے میں پوری کوشش صرف کردی کہ اثر ابن عباس کا مفہوم صحیح ہے،لیکن نانوتوی کی توجہ اس جانب نہ جاسکی کہ خبر واحد گرچہ صحیح ہو،مگر وہ نص قطعی کے مزاحم ومقابل نہیں ہوسکتی اور نہ اس کو منسوخ کرسکتی ہے۔اثر ابن عباس ایک صحابی کا اثر ہے جو قواعد اسلامیہ کے مخالف ہے،اور یہ حدیث نبوی نہیں ہے،جب کہ دوسری جانب نص قطعی ہے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

{وَلٰکِنْ رَسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ}(سورۃ الاحزاب:آیت ۴۰)

قاسم نانوتوی نے کہا کہ آیت مقدسہ کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی بالذات ہیں اور دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نبی بالعرض ہیں۔نانوتوی نے کہا کہ اگر آیت مقدسہ سے ختم زمانی مراد لیا جائے تو اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بالذات کوئی فضیلت نہیں ہے،پھر نانوتوی نے کہا کہ اس میں مطلقاً کسی طرح کی فضیلت نہیں۔اس کے بعد نانوتوی نے کہا کہ ختم زمانی مراد لینا مقام مدح کے لائق نہیں ہے۔اسی رسالہ میں نانوتوی نے تصریح کی کہ میرا بیان کردہ معنی جدید ہے۔میں سب سے پہلے اس مفہوم تک پہنچا،اور سابقین میں سے کسی نے ایسا نہیں کہا۔نانوتوی نے آخری نبی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبی جدید کی آمد کو ممکن بتایا اور کہا کہ کسی نبی جدید کی آمد سے ختم نبوت کے مفہوم میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔(تحذیر الناس ص۴۴-دارالکتاب دیوبند)

تحذیر الناس کی قابل مواخذہ عبارت

(۱)استفتا: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ زید نے بہ تتبع ایک عالم کے،جس کی تصدیق ایک مفتی مسلمین نے بھی کی تھی،دربارۂ قول ابن عباس جو درمنثور وغیرہ میں ہے:{ان اللّٰه خلق سبع ارضین -فی کل ارض اٰدم کاٰدمکم ونوح کنوحکم وابراهیم کابراهیمکم وعیسٰی کعیسٰی کم وَنَبِیٌّ کَنَبِیِّکُمْ}کے یہ عبارت تحریر کی کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث مذکور صحیح اور معتبر ہے،اور زمین کے طبقات جدا جدا ہیں اور ہر طبقہ میں مخلوق الٰہی ہے اور حدیث مذکور سے ہر طبقہ میں انبیا کا ہونا معلوم ہوتا ہے، لیکن اگر چہ ایک خاتم کا ہونا طبقات باقیہ میں ثابت ہوتا ہے،مگر اس کا مثل ہونا ہمارے خاتم النبین صلعم کے ثابت نہیں،اور نہ یہ میرا عقیدہ ہے کہ وہ خاتم مماثل آں حضرت صلعم کے ہوں،اس لیے کہ اولاد آدم جس کا ذکر{وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدم}میں ہے اور سب مخلوقات سے افضل ہے،وہ اسی طبقے کے آدم کی اولاد ہے بالاجماع۔

اور ہمارے حضرت صلعم سب اولاد آدم سے افضل ہیں تو بلاشبہ آپ تمام مخلوقات سے افضل ہوئے،پس دوسرے طبقات کے خاتم جو مخلوقات میں داخل ہیں،آپ کے مماثل کسی طرح نہیں ہوسکتے:انتہٰی،اور باوجود اس تحریر کے زید یہ کہتا ہے کہ اگر شرع سے اس کے خلاف ثابت ہوگا تو اسی کو مان لوں گا،میرا اصرار اس تحریر پر نہیں،پس علمائے شرع سے استفسار یہ ہے کہ الفاظ حدیث ان معنوں کو محتمل ہیں یا

نہیں اور زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق یا خارج اہل سنت والجماعت سے ہوگا یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب: الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ خاتم النبیین وسید المرسلین واٰلہ واصحابہ اجمعین: بعد حمد وصلاۃ کے، قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں، تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو، سوعوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں، پھر مقام مدح میں {وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ} فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے۔

ہاں، اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے، مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے۔

آخر اس وصف میں اور قد و قامت وشکل ورنگ وحسب ونسب وسکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں، کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ صلعم کی جانب نقصان قدر کا احتمال، کیوں کہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں۔ اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔

باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا، اس لیے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے، جو کل کو جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے، البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے، پر جملہ {مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّ جَالِکُمْ} اور جملہ {وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ} میں کیا تناسب تھا، جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا، اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی، بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں۔ اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لیے اور بیسیوں مواقع تھے، بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہوجاتی ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہوجاتا ہے، جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے۔ موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے، کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا۔ مثال درکار ہے تو لیجئے۔ زمین و کہسار اور در و دیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں اور ہماری غرض وصف ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی۔ بایں ہمہ یہ وصف اگر آفتاب کا ذاتی نہیں تو جس کا تم کہو، وہی موصوف بالذات ہوگا اور اس کا نور ذاتی ہوگا، کسی اور سے مکتسب اور کسی اور کا فیض نہ ہوگا۔

الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہوجاتا ہے۔ چناں چہ خدا کے لیے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی وجہ اگر ہے تو یہی ہے، یعنی ممکنات کا وجود اور کمالاتِ وجود سب عرضی بمعنی بالعرض ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ کبھی موجود، کبھی معدوم، کبھی صاحب کمال، کبھی بے کمال رہتے ہیں۔ اگر یہ امور مذکورہ ممکنات کے حق میں ذاتی ہوتے تو یہ انفصال واتصال نہ ہوا کرتا۔ علی الدوام وجود اور

کمالات وجود، ذاتِ ممکنات کولازم وملازم رہتے۔

سواسی طور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کا تصور فرمایئے ،یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض ،اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے، پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے،غرض آپ جیسے نبی الامۃ ہیں ویسے ہی نبی الانبیا بھی ہیں،اور یہی وجہ ہوئی کہ بہ شہادت {وَاِذْ اَخَذَاللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَا اٰتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَائَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْ مِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ }الخ ،اورانبیائے کرام علیہ وعلیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کے اقتدا اور اتباع کا عہد لیا گیا''۔(تحذیر الناس ص۳-۷-دارالکتاب دیو بند)

(۲) ''غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیائے گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا، بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو، جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے''۔(تحذیر الناس ص۲۲)

(۳) ''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا، چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں، یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور تجویز کیا جائے''۔(تحذیر الناس ص۴۳)

(۴) ''انبیا اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل،اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں، بلکہ بڑھ جاتے ہیں''۔(تحذیر الناس ص۸-دارالکتاب دیو بند)

توضیح: دیابنہ اور وہابیہ درود کی تخفیف کر کے''صلعم'' لکھتے ہیں۔اہل سنت و جماعت کے یہاں ایسی تخفیف ناجائز ہے۔

چوں کہ دیو بندیوں کی عبارتوں میں ایسا مرقوم ہوتا ہے،اس لیے نقل کے وقت اسے برقرار رکھا جاتا ہے: ع/ نقل کفر،کفر نباشد

تھانوی کا اقرار

علامہ محمد شاہ پنجابی نے تحذیر الناس کی عبارتوں پر دہلی میں نانوتوی سے مناظرہ کیا۔اس وقت ہندوستان میں کوئی بھی نانوتوی کے عقیدے پر نہیں تھا۔اس کے باوجود نانوتوی اپنی بداعتقادی پر قائم رہا: ع/ کچھ تو ہے تو جس کی پردہ داری ہے

اشرف علی تھانوی نے کہا:''جس وقت مولانا نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس لکھی ہے،کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی ،بجز مولینا عبدالحیٔ کے''۔(الافاضات الیومیہ ج۴ص۵۸۰-رقم الملفوظ ص۹۲۷)

علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی (۱۲۶۴ھ-۱۳۰۴ھ-۱۸۴۸ء-۱۸۸۷ء)صرف طبقات ارض میں نبی کے وجود کے قائل تھے۔وہ آخری نبی کے بعد کسی جدید نبی کی آمد کے قائل نہیں۔تھانوی نے محض لوگوں کو فریب دینے کے واسطے ایسا کہا۔انہوں نے''ابطال اغلاط قاسمیہ'' پر تصدیق رقم فرمائی ہے،جس میں ختم نبوت کے منکر کو کافر کہا گیا ہے اور نبوت بالذات ونبوت بالعرض کی تقسیم کو باطل قرار دیا گیا ہے۔

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی علمائے اہل سنت و جماعت میں سے تھے۔ان کے والد ماجد علامہ عبدالحلیم فرنگی محلی لکھنوی (م۱۲۸۵ھ) نے

قمرالاقمار حاشیہ نورالانوار(ص۲۴۷) میں وہابیہ کو گمرہوں میں شمار فرمایا ہے۔

مولانا عبدالغفار رامپوری نے علامہ محمد شاہ پنجابی اور قاسم نانوتوی کے مابین دہلی میں ہونے والے مناظرہ کے مباحث کو ایک رسالہ ''ابطال اغلاط قاسمیہ'' میں سال ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۲ء میں جمع فرمایا اور اس کو ممبئ سے طبع فرمایا۔

اس میں علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی، مفتی ارشاد حسین رامپوری، علامہ عبدالقادر بدایونی، علامہ محبّ احمد بدایونی، علامہ فصیح الدین بدایونی ،علامہ عبداللہ خطیب جامع مسجد ممبئ وغیرہم کے دستخط ہیں۔

تھانوی کا ایہام

تھانوی کا قول یا تو عدم التفات پر مبنی ہے، یا اس نے مسلمانوں کو وہم میں مبتلا کرنے کی کوشش کی۔

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی نے صرف طبقات ارض میں نبی کے وجود کا قول کیا تھا۔ علامہ لکھنوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی جدید کی آمد کا انکار کیا ہے اور نانوتوی نے ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی جدید کی آمد کا امکان وقوعی ثابت کیا ہے۔ علامہ لکھنوی کا فتویٰ، نانوتوی کی تحذیرالناس کے ساتھ مطبوع ہے۔ اس کی صحت اور عدم تحریف دیابنہ کے صدق پر مبنی ہے۔

شیخ دیابنہ حسین احمد ٹانڈوی نے اپنی کتاب ''الشہاب الثاقب'' میں دو کتابیں گڑھ لی: (۱) خزینۃ الاولیا (۲) ہدایۃ الاسلام۔

(۱) خزینۃ الاولیا: ٹانڈوی نے اس کو شاہ حمزہ مارہروی کی تصنیف بتایا۔ اس کا مطبع گڑھ کر'' کان پور'' لکھ دیا۔

(۲) ہدایۃ الاسلام: ٹانڈوی نے اس کی نسبت علامہ رضا علی خاں بریلوی جد امام احمد رضا قادری کی طرف کردی۔ اس کا مطبع ''صبح صادق، سیتا پور'' گڑھ لیا۔ مذکورہ دونوں کتابوں کی گڑھی ہوئی عبارتوں کو شہاب ثاقب (ص۱۲۱، ۱۲۲) میں نقل کیا۔

تحذیرالناس میں نقل کردہ علامہ لکھنوی کا فتویٰ ان کی کتابوں میں موجود نہیں ہے۔ فتاویٰ عبدالحیٔ لکھنوی میں یہ فتویٰ دوسرے الفاظ میں منقول ہے۔ جو بدعتی اپنی بدعت کی طرف بلاتا ہو، اور اس کی تبلیغ کرتا ہو، اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔ خاص کر جب وہ روایت اس کے مذہب باطل کی تائید کرنے والی ہو، تب اس کی عدم قبولیت مزید مؤکد ہو جاتی ہے۔

قال ابن حجر العسقلانی: {قیل (یقبل من لم یکن داعیة) الٰی بدعته–لان تزیین بدعته قد یحمله علٰی تحریف الروایات وتسویتها علٰی ما یقتضیه مذهبه (وهذا فی الاصح) واغرب ابن حبان فادعی الاتفاق علٰی قبول غیر الداعیة من غیر تفصیل–نعم الاکثر علی قبول غیر الد اعیة (الا) ان روٰی (ما یقوی بدعته فیرد علی) المذهب (المختار)} (نخبۃ الفکر ص۲۷)

توضیح: کتابوں کی عبارتوں میں تحریف، علمائے اہل سنت کے نام سے کتابوں کا اختراع اور تقیہ بازی دیوبندیوں اور وہابیوں کے یہاں مروج ہے۔ تھانوی کان پور میں سنی بن کر رہتا تھا اور فاتحہ و نیاز اور میلاد میں قیام بھی کرتا تھا، اور انبیٹھوی بہاول پور میں سنی بن کر رہتا

تھا۔حسین احمد ٹانڈوی نے شہاب ثاقب میں دو کتابیں اختراع کی۔دیوبندیوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتابوں میں تحریف کی۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور علمائے فرنگی محل کی کتابوں میں تحریف ہوئی ہے۔

فتویٰ علامہ لکھنوی کے اقتباسات

علامہ لکھنوی نے اثر ابن عباس سے متعلق سوال کا طویل جواب تحریر فرمایا۔یہ جواب تحذیر الناس میں منقول ہے۔

علامہ لکھنوی کے فتویٰ کے بعض اقتباسات ذیل میں منقول ہیں:

(۱)اب یہاں تین احتمال ہیں:(۱)ایک یہ کہ خاتم طبقات تحتانیہ بعد عصر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوئے ہوں۔

(۲)دوسرے یہ کہ مقدم ہوئے ہوں(۳) تیسرے یہ کہ ہم عصر ہوں۔

احتمال اول بحدیث (لا نبی بعدی) وغیرہ باطل ہے۔

اور بر تقدیر احتمال ثانی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم انبیائے طبقات ہوں گے۔

اور بر تقدیر ثالث دو احتمال ہیں:

(۱)ایک یہ کہ نبوت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص سات ہی طبقہ کے ہو،اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت بہ نسبت انبیا اسی طبقہ کے ہو،اور ہر طبقہ تحتانیہ میں وہاں کے خاتم کی رسالت ہو،اور ہر ایک ان میں کے صاحب شرع جدید و خاتم انبیا اپنے طبقات ہو۔

(۲)دوسرے یہ کہ خواتم طبقات تحتانیہ متبع شریعت محمدیہ ہوں،اور کوئی ان میں کا صاحب شرع جدید نہ ہو،اور دعوت ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام اور ختم آپ کا بہ نسبت جملہ انبیائے جملہ طبقات کے حقیقی ہو،اور ختم ہر ایک خاتم باقیہ کا بہ نسبت اپنے اپنے سلسلہ کے اضافی ہو۔

احتمال اول بسبب عموم نصوص بعثت نبویہ کے،کہ جس سے صاف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا تمام عالم پر معلوم ہوتا ہے،باطل ہے‘‘۔(تحذیر الناس ص ۶۷،۶۸)

علامہ لکھنوی کی جانب منسوب فتویٰ کے اخیر میں ہے:

’’پس اس امر کا اعتقاد کرنا چاہئے کہ خواتم طبقات باقیہ بعد عصر نبویہ نہیں ہوئے،یا قبل ہوئے،یا ہم عصر،اور بر تقدیر اتحاد عصر وہ متبع شریعت محمدیہ ہوں گے،اور ختم ان کا بہ نسبت اپنے طبقہ کے اضافی ہوگا،اور ختم ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام ہوگا‘‘۔

(تحذیر الناس ص ۷۰)

توضیح:علامہ لکھنوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود کے بعد کسی نبی کے وجود کا انکار کیا۔جب کہ نانوتوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود کے بعد کسی نبی جدید کے وجود کو جائز اور ممکن وقوعی قرار دیا۔علمائے کرام نے اسی تجویز اور امکان

وقوعی کے قول کے سبب نانوتوی کو کافر قرار دیا۔علامہ لکھنوی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قبل، یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں طبقات ارض میں انبیائے کرام کے وجود کے قائل تھے۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی جدید کے وجود کے منکر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کی تشریح علامہ لکھنوی کے فتاویٰ (فتاویٰ عبدالحئ) میں بھی ہے۔علامہ لکھنوی نے کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کی آمد ممکن ہے۔وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قبل یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں دیگر طبقات ارض میں وجود انبیا کے قائل تھے۔

ابطال اغلاط قاسمیہ

سال ۱۲۹۰ھ میں نانوتوی نے تحذیر الناس لکھی، اور ۱۲۹۱ھ میں دہلی میں علامہ محمد شاہ پنجابی اور قاسم نانوتوی کے درمیان تحذیر الناس کی عبارتوں پر مناظرہ ہوا۔مناظرہ کے مباحث کو مولانا عبدالغفار رامپوری نے جمع کیا اور اس مجموعہ کا نام ''ابطال اغلاط قاسمیہ'' رکھا۔

اس مناظرہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کی آمد کو غلط بتایا گیا اور ایسا قول کرنے والے کا کافر قرار دیا گیا ہے۔نانوتوی نے نبوت کی تقسیم بالذات اور بالعرض کی طرف کی تھی۔اس کو بھی غلط ثابت کیا گیا ہے۔

علامہ عبدالحئ لکھنوی نے ''ابطال اغلاط قاسمیہ'' پر تصدیق رقم فرمائی۔اس سے بالکل واضح ہے کہ علامہ عبدالحئ لکھنوی کا نظریہ قاسم نانوتوی کے نظریہ کی طرح نہیں تھا۔تھانوی نے جو کہا کہ علامہ عبدالحئ لکھنوی نے نانوتوی کی تائید کی تھی۔یہ محض ایک فریب ہے۔ہاں، علامہ لکھنوی نے دیگر طبقات ارض میں انبیائے کرام کے وجود کا قول کیا۔یہ بھی غلط ہے اور یہ ان کی تحقیقی لغزش ہے۔

احکام باب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننا ضروریات دین میں سے ہے۔نانوتوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کی آمد کو صحیح قرار دیا۔خاتم النبیین کے بعد کسی نبی جدید کی آمد کے امکان وقوعی کا قول کفر ہے، کیوں کہ اس عقیدہ سے آیت مقدسہ ''ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین'' کا بالکلیہ انکار ہو جاتا ہے۔

فقہائے احناف اور منکر ختم نبوت کا حکم

قال فی الفتاوی الهندية: {إذا لـم يَعْرِفْ الرَّجُلُ اَنَّ مُحَمَّدًا صلى الله عليه وسلم آخر الانبياء عليهم الصلاة والسلام،فليس بمسلم} (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۲۶۳)

قال السيد مرتضى الحسينى الزبيدى البلجرامى فى شرح احياء العلوم للغزالى: {(خاتم النبيين)وَهٰذَا مما اَجْـمَعَ عَلَيْه اهلُ السُّنَّةِ وَثَبَتَ بالكتاب وَالسُّنَّة–فالكتاب قوله تعالٰى: (وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ)(الاحزاب

-۴۰)-وَالسُّنَّةُ فَمَا رُوِیَ:(وَاِنِّیْ لَخَاتِمُ النبیین وَاٰدَمُ منجدلٌ بین الماء والطین)وفی الصحیحین(اِنَّ مثلی ومثل الانبیاء قبلی کمثل رجل بنٰی دَارًا فَکَمَّلَهَا وَاَحْسَنَهَا وَتَرَکَ فیها موضع لَبنةٍ-فَصَارَیقال ما اَحْسَنُهَا لَوْ تَمَّتْ-فَاَنَا اللبنةُ الَّتِیْ تَمَّ بِهَا بنَاءُ الانبیاء)وَیُرْوٰی اَیْضًا(لَانَبِیَّ بَعْدِیْ)فَقَدْ جَائَتْ حدیث الختم من طرق کثیرة بالفاظ مختلفة- والاجماع،فَقَدْ اتفقت الامةُ عَلٰی ذلک-وَعَلٰی تکفیرمن ادعی النبوةَ بَعْدَه}

(اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاءعلوم الدین للغزالی ج۲ص۲۰۲)

قال اخی یوسف الرومي الحنفي(م ۹۰۲ھ):{وَاَمَّا الایمان بسیدنا محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم فَیَجِبُ بانه رسولُنا فی الحال-خاتم الانبیاء و المرسلین-فاذا اٰمن بانه رَسُوْلٌ-وَلم یؤمن بانه خاتمُ الرُّسُل-لَا نَسْخَ لِدِیْنِه اِلٰی یوم القیامة-لَا یَکُوْنُ مؤمنًا}(ہدیۃ المہدیین ص۲۲-استنبول ترکی)

قال الشیخ محمد بن سلیمان اَفَنْدِی:{وَاَمَّا الایمان بسیدنا محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم-فیجب بانه رسولنا فی الحال-وخاتم الانبیاء والرسل-فاذا اٰمَنَ بِاَنَّه رَسُوْلٌ-وَلَمْ یُوْمِنْ بِاَنَّه خَاتِمُ الْاَنْبِیَاءِ-لَا یَکُوْنُ مُوْمِنًا}

(مجمع الانہر ص۶۹۱)

فقہائے مالکیہ اور منکر ختم نبوت کا حکم

قَال القاضی عیاض:{وکذلک من اِدَّعٰی نبوة اَحَدٍ مَعَ نبیناصلی اللّٰہ علیه وسلم-او بعده کَالْعِیْسَوِیَّةِ من الیهود القائلین بتخصص رسالته صلی اللّٰہ علیه وسلم الی العرب-وَکَالْخُرَّمِیَّةِ القائلین بتواترالرسل-وَکَاکثر الرافضة القائلین بمشارکة علي فی الرسالة لِلنَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیه وسلم-وَبَعْدَه صلی اللّٰہ علیه وسلم-فکذلک کل امام عند هؤلاء یقوم مقامه فی النبوۃو الحجة-وَکَالْبَزِیْغِیَّةِ وَالْبَیَانِیَّةِ منهم،القائلین بنبوة بَزِیْغٍ وَبَیَانٍ.

وَاَشْبَاهُ هؤلاء-اومن ادعی النبوة لنفسه-اَوْ جَوَّز اکتسابها-والبلوغ بصفاء القلب مَرْتَبَتَهَا کالفلاسفة وَغُلَاۃ الْمُتَصَوِّفَةِ-وَکَذلک من اِدَّعٰی منهم-اَنَّه یوحٰی الیه-وَاِنْ لَمْ یدع النبوة-اَوْ اَنَّه یصعد الی السماء و یدخل الجنة ویأکل من ثمارها ویعانق الحورالعین-فهؤلاء کُلُّهُم کُفَّارٌ مُکذبون لِلنَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیه وسلم- لانه اَخْبَرَصلی اللّٰہ علیه وسلم اَنَّه خاتم النبیین-لَا نَبِیَّ بعده-وَاَخْبَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَّه خَاتَم النبیین-وَاَنَّه اُرْسِلَ کَافَّةً لِلنَّاس-وَاَجْمَعَت الامةُ عَلٰی حمل هذا الکلام عَلٰی ظاهره-وَاَنَّ مَفْهُوْمَه المرادُ به-دون تاویل ولا تخصیص- فَلَا شَکَّ فی کفرهؤلاء الطوائف کلها اِجْمَاعًا وَسَمْعًا}(کتاب الشفاء ج۲ص۲۸۵)

علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی نے کتاب الشفا کی منقولہ بالاعبارت کو نقل کیا اور اسے برقرار رکھا۔(الاعلام بقواطع الاسلام ص۳۷۸)

الرسالة السادسة

فقہائے شوافع اور منکر ختم نبوت کا حکم

قال الدوانی: {وفیہ مخالفة لماھو من ضروریات الدین–وھو انه صلی اللّٰہ علیه وسلم خاتم النبیین علیه افضل صلوٰۃ المصلین}(*شرح الدوانی علی العقائد العضد یہ ص۱۰۶*)

نَقَلَ الهیتمی من الفقهاء الاحناف الالفاظ المکفِّرة وَفِیْهَ:{اَوْ اِدَّعَی النُّبُوَّةَ فَطَلَب اٰخرُ مِنْهُ معجزةً}

(*الاعلام بقواطع الاسلام ص۳۷۵*)

ثم قال الهیتمی: {وَوَاضِحٌ تَکْفِیْرُ مدعی النبوة–وَیَظْهَرُ کُفْرُمَنْ طَلَبَ مِنْهُ مُعْجِزَةً–لِاَنَّه بطلبه لَهَا منه مُجَوِّزٌ لِصِدْقِه مَعَ اِسْتِحَالَتِهِ الْمَعْلُومة من الدین بالضرورة–نَعَمْ،اِنْ اَرَادَ بذلک تَسْفِیْهُه–اَوْ بَیَانُ کذبه–فَلَا کُفْرَ}

(*الاعلام بقواطع الاسلام ص۳۷۶*)

قال کمال الدین الدمیری الشافعی:

{وَیَکْفُرُ مَنِ اِدَّعَی النُّبُوَّةَ بعد نبینا محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم اَوْصَدَّقَ مَنْ اِدَّعَاهَا}(*النجم الوہاج ج۹ص۸۰*)

امام نووی شافعی نے اسباب کفر کو بیان کرتے ہوئے رقم فرمایا:

{اَوْادعی النبوة بعد نبینا محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم اَوْ صَدَّقَ مُدَّعِیًا لَهَا}(*روضۃ الطالبین ج۷ص۲۸۴*)

قال الاستاذ ابومنصور البغدادی(م۴۲۹ھ):{کُلُّ مَنْ اَقَرَّ بِنُبُوَّةِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صلی اللّٰہ علیه وسلم،اَقَرَّ بِاَنَّهٗ خاتم الانبیاء والرسل–وَاَقَرَّ بِتَابِیْدِ شَرِیْعَتِهٖ وَمَنْعٍ مِنْ نَسْخِهَا–وقال اِنَّ عِیْسٰی علیه السلام اذا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ یَنْزِلُ بِنُصْرَةِ شَرِیْعَةِ الاسلام–وَیُحْیِیْ مَا اَحْیَاهُ الْقُرْاٰنُ وَیُمِیْتُ مَا اَمَاتَهُ الْقُرْاٰنُ–خِلَافَ فِرْقَةٍ مِنَ الْخَوَارِجِ تُعْرَفُ بِالْیَزِیْدِیَّةِ المنتسبة اِلٰی یزید بن الْاُنَیْسَةِ–فَاِنَّهُمْ زَعَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَبْعَثُ فِی اٰخر الزمان نَبِیًّا مِنَ الْعَجَمِ–وَیُنْزِلُ عَلَیْهِ کتابًا مِنَ السَّمَاءِ–ویکون دینه دین الصابئة المذکورة فی القراٰن –لا دین الصابئة الذین هم بواسط او حَرَّان–وَیَنْسَخُ ذٰلِکَ الشَّرْعُ شَرْعَ الْقُرْاٰنِ–وَهٰؤُلَاءِ یُسْاَ لُوْنَ عَنْ حُجَّةِ الْقُرْاٰنِ–فَاِنْ اَنْکَرُوْهَا–اَنْکَرُوْا نُبُوَّةَ مُحَمَّدٍ صلی اللّٰہ علیه وسلم–وَنُوْظِرُوْا فِیْهَا–لَا فِیْ تَابِیْدِ شریعته–وَاِنْ اَقَرُّوْا بِالْقُرْاٰنِ–فَفِیْهِ اَنَّ مُحَمَّدًا صلی اللّٰہ علیه وسلم خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ–وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْاَخْبَارُ عَنْهُ صلی اللّٰہ علیه وسلم بِقَوْلِهٖ"لَانَبِیَّ بَعْدِیْ"–وَمَنْ رَدَّ حُجَّةَ الْقُرْاٰنِ وَالسُّنَّةِ فَهُوَالْکَافِرُ}(*اصول الدین ص۱۶۲-دارالکتب العلمیہ بیروت*)

قَالَ الدوانی:{مُحَمَّدٌ صلی اللّٰہ علیه وسلم خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَلَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ)فَلِقَوْلِهٖ تَعَالٰی:((وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ))وَلِقَوْلِهٖ صلی اللّٰہ علیه وسلم لِعَلِیٍّ رضی اللّٰهُ عنه((اَنْتَ مِنِّیْ بمنزلة هارون من مُوْسٰی–الا انه لا

نَبِیَّ بَعْدِیْ))وَقَالَ اَهْلُ الْبَصَائِرِ–لَمَّا کَانَتْ فَائِدَةُ الشَّرْعِ دَعْوَةَ الْخَلْقِ اِلَی الْحَقِّ وَاِرْشَادَهُمْ اِلٰی مَصَالِحِ الْمَعَاشِ وَالْمَعَادِ–وَاِعْلَامَهُمُ الْاُمُوْرَ الَّتِیْ تَعْجِزُ عَنْهَا عُقُوْلُهُمْ وَتَقْرِیْرَ الْحُجَجِ الْقَاطِعَةِ–وَاِزَالَةَ الشبهة الباطلة–وَقَدْ تَکَفَّلَتْ هٰذه الشریعةُ الْغَرَّاءُ جَمِیْعَ هٰذِهِ الْاُمُوْرَ عَلَی الوجه الاتم الاکمل–بحیث لایتصورعلیه مزیدٌ کَمَا یُفَصِّحُ عَنْهُ قَوْلُهُ تَعَالٰی:((اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ))فَلَمْ یَبْقَ بَعْدَهٗ حَاجَةٌ لِلْخَلْقِ اِلٰی بعثة نَبِیٍّ بَعْدَهٗ–فَلِذٰلِکَ خَتَمَ بِهِ النُّبُوَّةَ–وَاَمَّا نُزُوْلُ عِیْسٰی علیه السلام ومتابعته لشریعته صلی اللّٰہ علیه وسلم–فَهُوَمِمَّا یُؤَکِّدُ کَوْنَهٗ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ}(شرح الدوانی علی العضد ص۹۷)

قال الغزالی فی تشریح لفظ((خاتم النبیین)): {اِنَّ الامةَ فَهِمَتْ من هذا اللفظ–اَنَّه اَفْهَمَ عَدَمَ نَبِیٍّ بَعْدَه اَبَدًا–وَعَدَمَ رَسُوْلٍ بَعْدَه اَبَدًا–وَاَنَّه لَیْسَ فیه تاویل ولا تخصیص–وَمَنْ اَوَّلَه بتخصیص کَلَامِه مِنْ اَنْوَاعِ الْهُذْیَانِ،لَا یُمْنَعُ بِتَکْفِیْرِه–لانه مکذب بهذا النص الذی اَجْمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰی اَنَّه غَیْرُمُؤَوَّلٍ وَلَامَخْصُوْصٍ}

(الاقتصاد فی الاعتقاد ص۱۱۴–المطبعۃ الادبیۃ مصر)

فقہائے حنابلہ اور منکرختم نبوت کا حکم

قال عبد القادر الحنبلی(م۱۱۳۵ھ): {(اوادعاء النبوة)اوصدق من ادعاها کفر–لانه مکذب للّٰہ سبحانه و تعالٰی فی قوله تعالٰی:((وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ))} (نیل المآرب ج۲ص۳۰۸–داراحیاء الکتب العربیہ)

قال منصوریونس البهوتی (م۱۰۵۱ھ): {(فمن ادعی النبوة)اوصدق من ادعاها،کَفَرَ– لانه مکذب للّٰہ تعالٰی فی قوله:((وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ))ولحدیث((لَانَبِیَّ بَعْدِیْ))}

(شرح منتہی الارادات ج۳ص۳۸۶–دارالفکر بیروت)

توضیح:ختم نبوت سے متعلق تفصیلات امام احمد رضا کی متعدد تصانیف ہیں:(۱)جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ(۲)المبین ختم النبیین(۳)السوء والعقاب علی المسیح الکذاب(۴)قہرالدیان علی مرتد بقادیان(۵)الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی۔

عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت

حضور اقدس خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود کے بعد کسی نبی کا وجود محال بالذات ہے۔اسماعیل دہلوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے وجود کے امکان عقلی کا قائل ہے۔علامہ خیرآبادی نے تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ اور بعد میں اپنی کتاب امتناع النظیر میں ردفرمایا۔حضور اقدس خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی جدید نبی کی آمد محال بالذات ہے۔

قال العلامة البدایونی: {والنجدیة قالوا بامکان نبی بعد خاتم النبیین متمسکین بشمول القدرة وعمومها

–وان هـوالا مـغـلـطة واضـحة وسـفسـطة فاضحة–فان شمول القدرة وعمومها انما للممكنات والجائزات–و الـمـمتـنـع الـذاتـى والـمستحيل العقلى ليس مما يتعلق به القدرة–كما مر مفصلًا–وقال القارى فى شرح الفقه الاكبـر–ان ما يمتنع بنفس مفهومه كجمع الضدين وقلب الحقائق واعدام القديم،لايدخل تحت القدرة القديمة –والباعث لهم علٰى هذا الاجتراء ،الجهل اوالتجاهل بمعنى الممتنع الذاتى والمستحيل العقلى–فانه معناه ما لا يتصور فى العقل وجوده مع قطع النظرعن الغير–كماقال النابلسى فى المطالب الوفية.

وقال الشيرازى فى شرح هداية الحكمة–يتصوره العقل عنوانًا لِاَمْرٍ بَاطِل الذات–ويجزم بعدمه بحسب تـصـوره مـع قـطـع النظرعن غيره–وان كان الحكم بعدمه لاجل وسط فى الحكم–لا فى نفس المحكوم به له– بـخـلاف الـمـمتـنـع بالغير–فان مجرد ماهيته المعقولة ليست محكومة بالعدم بوسط اوغير وسِط–بل بحسب الـغير–فكون النبى بعد خاتم النبيين ممتنعًا ذاتيًّا ومحالًاعَقْلِيًّا ظَاهِرٌ–وامكان خاتم النبيين وامكان النبى مطلقًا لا يَـمْـنَـعُ مِـنْ كَـوْنِ الـنَّبِـىِّ بعد خاتم النبيين ممتنعًا ذاتيًّا ومحالًاعَقْلِيًّا– اَلَا تَرٰى ان الفلاسفة قائلون بامكان الزمان وامكان عدمه مطلقا–ويحكمون بكون عدمه المقيد بقيدبعد وجوده ممتنعًا ذاتيًّا كما هومصرح فى شرح هداية الحكمة للشيرازى و شرح المواقف للجرجانى}(*المعتقد المنتقد ص۱۲۱-۱۲۲*)

قال الامام احمد رضا:{قوله:(فكون النبى بعد خاتم النبيين ممتنعًا ذَاتِيًّا وَمُحَالًاعَقْلِيًّا ظَاهِرٌ)فان بقاء بعض الافراد بعد انتهاء كلها لايتصوره العقل الاعنوانًا لحقيقة باطلة}(*المعتمد المستند ص۱۲۱*)

قرآن وحدیث کی تحریف

قـال النووى الشافعى:{وَاَنَّ مَـنْ دَافَـعَ نَـصَّ الْكتابِ اوالسنة المقطوع بها المحمول علٰى ظاهره فهوكافرٌ بالاجماع}(*روضۃ الطالبین ج ۷ص۲۹۰*)

قال القاضى: {وكـذلـک وقع الاجماع علٰى تكفيركل مَنْ دَافَعَ نَصَّ الْكِتَاب–اَوْ خَصَّ حَدِيْثًا مُجْمَعًا عَلٰى نقله مَقْطُوْعًا به مُجْمَعًا عَلٰى حمله علٰى ظاهره كتكفيرالخوارج بابطال الرجم}(*کتاب الشفاءج۲ص۲۸۶*)

توضیح: خاتم النبیین کا معنی آخری نبی عہد رسالت سے متواترا ور اجماعی ہے، پس یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔اس کا منکر ایک ضروری دینی کا منکر اور کافر ہوگا۔اس میں تاویل کرنا ضروری دینی کا انکار کرنا ہے،اور یہ کفر ہے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی نے کتاب الشفا کی مذکورہ بالاعبارت کو''الاعلام'' میں نقل فرمایا ہے۔(الاعلام بقواطع الاسلام ص۳۷۸)

قال التفتازانى: {اِنَّ مِـنَ الـنُّـصُـوْصِ مَـا عُلِمَ قَطْعًا مِنَ الدِّيْنِ اَنَّهٗ عَلٰى ظَاهِرِهٖ فَتَاوِيْلُهٗ تَكْذِيْبٌ لِلنَّبِىِّ صلى اللّٰه

علیہ وسلم}(شرح مقاصد ص ۲۶۸)

توضیح: نانوتوی نے نص قطعی (قطعی الثبوت وقطعی الدلالت) کے مفہوم میں تاویل کی، حالاں کہ اس کا مفہوم قطعی اور عہد رسالت سے تواتر کے ساتھ منقول ہے، پس نانوتوی نص قطعی کا منکر قرار پایا۔

ختم نبوت کے بعد دعویدار نبوت سے طلب معجزہ کا حکم

قال اخی یوسف الحنفی: {(مسئلة)وَلَوْقَالَ((اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہ))یَکْفُرُ–(مسئلة)وَلَوْطَلَبَ غَیْرُہ مِنْہُ الْمُعْجِزَۃَ فقد یکفر الطالب–وقیل،اِنْ کَانَ غرضُہ اِظْھَارُعجزہ وَاِفْضَاحِہ لَایَکْفُرُ} (ہدیۃ المہدیین ص۲۲)

قال الشیخ محمد بن سلیمان اَفَنْدِی الحنفی: {وَبِقولہ"اَنَا رَسول اللّٰہِ"وَبِطَلَبِہ المعجزۃ حین اِدَّعٰی رَجُلٌ رِسَالَۃً–وَالْمُتَاَخِّرُوْنَ قالوا:اِنْ کَانَ غرض الطالب تعجیزہ وَاِفْضَاحُہ لَایَکْفُرُ}(مجمع الانہر ص۶۹۲)

قال ابن نجیم المصری الحنفی: {وَبِقَوْلِہ"اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ"وَبِطَلَبِہِ الْمُعْجِزَۃَ حین ادعی رجلٌ الرسالۃَ–وَقِیْلَ،اِذَا اَرَادَا اِظْھَارَعجزہ لایَکْفُرُ}(البحرالرائق ج۵ص۲۰۳)

توضیح: کسی دعویدار نبوت سے معجزہ طلب کرنا نبی جدید کی تجویز ہے،اور یہ کفر ہے۔ ہاں،اگر لوگوں کی نظر میں اس جھوٹے دعویدار نبوت کو لوگوں کے سامنے ذلیل کرنے اور عاجز کرنے کے واسطے معجزہ طلب کیا تو یہ جائز ہے، کیوں کہ یہ طلب معجزہ نہیں، بلکہ اس کاذب کے کذب کا اظہار ہے۔قصد ونیت بدل جانے کے سبب حکم بدل جاتا ہے۔

تجویز نبی کی بحث

حضور اقدس خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی جدید کی تجویز کفر کلامی ہے۔تجویز،امکان وقوعی کا قول کرنا ہے۔

فلاسفہ نبوت کو کسبی کہتے ہیں،یعنی کسب کے ذریعہ نبوت حاصل ہوسکتی ہے۔مذہب اسلام میں نبوت وولایت وہبی ہے۔

امام عبد الغنی نابلسی حنفی (۱۰۵۰ھ–۱۱۴۳ھ) نے فلاسفہ کارد کرتے ہوئے رقم فرمایا:

{وَفَسَادُ مَذْھَبِھِمْ غَنِیٌّ عَنِ الْبَیَانِ بمشاھدۃ العیان–کیف–وَھُوَ یُؤَدِّی اِلٰی تَجْوِیْزِ نَبِیٍّ مَعَ نَبِیِّنَا صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَوْ بَعْدہ–وذلک یستلزم تکذیب القراٰن–اذ قد نص علٰی انہ خاتم النبیین واٰخر المرسلین–وفی السنة:((اَنَا الْعَاقِبُ وَلَا نَبِیَّ بعدی))وَاجْتَمَعَتِ الامۃ عَلٰی اِبْقَاء ھذا الکلام عَلٰی ظاھرہ–وھذہ احدی المسائل المشھورۃ کَفَّرْنَا بِھَا الْفَلَاسَفَۃَ،لَعَنَھُمُ اللّٰہ تَعَالٰی}(المعتقد المنتقد ص۱۰۷–المجمع الاسلامی مبارک پور)

قال العلامۃ البدایونی:{وَمِنْہُ اَیْضًا–لَوْ کَانَ فُلَانٌ نَبِیًّا مَا اٰمَنْتُ بہ–اَوْ اٰمَنْتُ بہ–اِنْ جَوَّزَ ذلک عَلَی الْاَوْجہِ–قَالَ القاری فی شرح الشفاء للقاضی–وَیُمْکِنُ حَمْلُہ اَنَّہ یُجَوِّزُ کَوْنَ نَبِیٍّ مُرْسَلٍ یظھربعد نَبِیِّنَا صلی اللّٰہ علیہ

وسلم فَيَكُوْنُ اَمْرُہ اَشَدُّ–وَلِهٰذَا قَالَ بَعْضُ عُلَمَائِنَا :اِنَّ مَن ادعی النُّبُوَّةَ–وَقَالَ لَه قائلٌ :اَظْهِرِ الْمُعْجِزَةَ، كَفَرَ}
(المعتقد المنتقد ص۱۲۱–المجمع الاسلامی مبارک پور)

قال الامام احمد رضا: {(قوله:لو كان فلان نبیًّا ما اٰمَنْتُ–اَوْ اٰمَنْتُ بِه اِنْ جَوَّزَ ذٰلِکَ)قَیْدٌ فی الْاٰخَرِ–اَیْ اِنَّمَا یَكُوْنُ الایجاب كفرًا–اِنْ لَوْ جَوَّزَ الْمُقَدَّمَ الْاٰنَ–اَعْنِیْ بَعْدَ وجود نَبِیِّنَا صلی اللّٰہ علیه وسلم–وَاِلَّا فهو تعلیقُ الْمُحَالِ بِالْمُحَال فَلَا كُفْرَ وَلَا ضَلَالَ–اَمَّا الاول وهو النفی–فَفِیْهِ بَیَانُ الْعَزْمِ عَلَی الْكُفْرِ بِمَنْ قُدِّرَ نَبِیًّا–وَالْعَزْمُ عَلَی الْكُفْرِ كُفْرٌ–فافهم}(المعتمد المستند ص۱۲۱–المجمع الاسلامی مبارک پور)

قال الخفاجی: {(اَوْ مَنْ اِدَّعَی النُّبُوَّةَ لِنَفْسِه)بَعْدَ نَبِیِّنَا صلی اللّٰہ علیه وسلم–كالمختار بن ابی عبید الثقفی وغیره–قَالَ ابن حجر :وَیَظْهَرُ كُفْرُ كُلِّ مَنْ طَلَبَ مِنْهُ مُعْجِزَةً–لِاَنَّه بطلبه منه مُجَوِّزٌ لِصِدْقِه مَعَ اِسْتِحَالَتِه المعلومة من الدین بالضرورة–نَعَمْ، اِنْ اَرَادَ بذلک تَسْفِیْهَه وَبَیَانَ كِذْبِه فَلَا كُفْرَ بِه–انتهٰی}(نسیم الریاض ج۴ص۵۰۷)

قال النووی الشافعی:{وَلَوْ قَالَ:لَوْ كَانَ فلانٌ نَبِیًّا اٰمَنْتُ به، كَفَرَ}(روضۃ الطالبین ج۷ص۲۸۶)

قال الهیتمی: {اَوْ جَوَّزَ نُبُوَّةَ اَحَدٍ بَعْدَ وُجُوْدِ نَبِیِّنا صلی اللّٰہ علیه وسلم–وَعِیْسٰی علیه السلام نُبِّئَ قَبْلُ–فَلَا یَرِدُ(۱)وَمِنْهُ تَمَنِّیُ(۲)النُّبُوَّةِ بَعْدَ وجود نبینا صلی اللّٰہ علیه وسلم كَتَمَنِّیِ كُفْرِ مُسْلِمٍ بقصد الرضا–لَا التَّشْدِیْدِ عَلَیْهِ(۳)ومنه اَیْضًا–لَوْ كَانَ فلانٌ نَبِیًّا اٰمَنْتُ–اَوْ مَا اٰمَنْتُ به اِنْ جَوَّزَ ذٰلِکَ(۴) عَلَی الْاَوْجَهِ}
(تحفۃ المحتاج مع حاشیۃ الشروانی ج۹ص۸۷–دارالفکر بیروت)

قال قاسم الشروانی:{(۱)(قوله منه)ای من التجویز المذكور(۲)(قوله تمنی النبوة)اَیْ اَوْ اِدِّعَائُهَا فِیْمَا یَظْهَرُ–لِلْقَطْعِ بكذبه بنص قوله تَعَالٰی:((وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ))(۳)(قوله منه)ای من التجویز المذكور (۴)(اِنْ جَوَّزَ ذلک)اَیْ وَلَمْ یرد المبالغةَ فی نفی النبوة عنه لِلْعِلْمِ بانتفائها}(حاشیۃ الشروانی علی التحفہ ج۹ص۸۷)

قال شمس الدین الرملی(م۱۰۰۴ھ): {اَوْ جَوَّزَ نُبُوَّةَ اَحَدٍ بَعْدَ وُجُوْدِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صلی اللّٰہ علیه وسلم–و عِیْسٰی علیه السلام نُبِّئَ قَبْلُ،فَلَا یَرِدُ–وَمِنْهُ تَمَنِّیُ النُّبُوَّةِ بعد وجود نبینا صلی اللّٰہ علیه وسلم–كَتَمَنِّیِ كُفْرِ مُسْلِمٍ بقصد الرضا–لَا التَّشْدِیْدِ عَلَیْهِ(۱)ومنه اَیْضًا–لَوْ كَانَ فَلَانٌ نَبِیًّا مَا اٰمَنْتُ به}(نہایۃ المحتاج ج۷ص۴۱۵)

قال الشبرا ملسی:{(۱)(قوله ومنه اَیْضًا) ای من الردة–ومحله مالم یرد المبالغة فی نفی النبوة عنه لِلْعِلْمِ بانتفائها}(حاشیۃ الشبراملسی علیٰ نہایۃ المحتاج ج۷ص۴۱۵)

تجویز وتعلیق کا فرق

تعلیق وتجویز دومتغایرامر ہیں۔دونوں کے احکام بھی مغایر ہیں۔تعلیق وتجویز کا فرق مندرجہ ذیل ہے۔

الرسالة السادسة

تعلیق کا مفہوم

ایک امر کو دوسرے امر سے مشروط کر دینا تعلیق ہے۔تعلیق نفی واثبات دونوں جہت میں معتبر ہوتی ہے۔

تعلیق اپنی اصل کے اعتبار سے نفی واثبات کے مابین دائر ہوتی ہے،گرچہ لفظوں میں نفی واثبات کے مابین دائر نہ ہو۔

تعلیق میں اصل مدار شرط پر ہوتا ہے،یعنی جب شرط پائی جائے گی تو مشروط پایا جائے گا۔

جب شرط نہیں پائی جائے گی تو مشروط بھی نہیں پایا جائے گا۔((اذا فات الشرط فات المشروط))

شرط کبھی ممکن ہوتی ہے اور کبھی محال۔جب شرط ممکن ہوتو مشروط بھی ممکن ہوگا اور جب شرط محال ہوگی تو مشروط بھی محال ہوگا۔

(۱)قال اللّٰہُ تَعَالٰی:{قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ}(سورہ زخرف:آیت۸۱)

توضیح:منقوشہ بالا آیت مقدسہ میں امر محال پر تعلیق ہے،کیوں کہ رب تعالیٰ کے لیے اولاد ہونا محال ہے۔آیت طیبہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی بیٹا ہے،نہ ہی میں ابن اللہ کی عبادت کرنے والا ہوں۔جب شرط مفقود تو مشروط بھی مفقود۔

(۲){لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ}(سورہ انبیاء:آیت۲۲)

توضیح:منقوشہ بالا آیت مبارکہ میں بھی امر محال پر تعلیق ہے۔متعدد معبود کا ہونا محال ہے۔آیت کریمہ کا مفہوم یہ کہ نہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود ہے،نہ ہی زمین وآسمان میں فساد لاحق ہوا۔شرط مفقود،پس مشروط بھی مفقود((اذا فات الشرط فات المشروط))

(۳)لوکانت الشمس طالعة فالنهار موجود.

مذکورہ بالا مثال میں ممکن کی تعلیق ممکن پر ہے،یعنی اگر سورج طلوع ہوگا تو دن موجود ہوگا۔سورج کا طلوع ممکن ہے تو دن کا وجود بھی ممکن ہوگا۔مذکورہ بالا قضیہ کا مفہوم ہوگا کہ جب سورج طلوع ہوگا تو دن موجود ہوگا اور جب سورج طلوع نہیں ہوگا تو دن موجود نہیں ہوگا۔

تعلیق المحال بالمحال کی توضیح

(۱)قال اللّٰہُ تَعَالٰی:{قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ}(سورہ زخرف:آیت۸۱)

توضیح:منقوشہ بالا آیت مقدسہ میں امر محال پر تعلیق ہے،کیوں کہ رب تعالیٰ کے لیے اولاد ہونا محال ہے۔مختلف تفاسیر کے حوالے سے آیت طیبہ کا مفہوم مرقومہ ذیل ہے۔اس سے تعلیق المحال بالمحال کی وضاحت ہوجاتی ہے اور یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ تعلیق میں جانب موافق وجانب مخالف دونوں جانب کا لحاظ ہوتا ہے،یعنی شرط پائی جائے گی تو مشروط پایا جائے گا۔شرط مفقود ہوتو مشروط بھی معدوم۔

(۱)قال النسفی:(هذا کلام وارد علٰی سبیل الفرض والتمثیل–والمراد نفی الولد–وذلک انه علق العبادة بکینونة الولد وهی محال فی نفسها، فکان المعلق بها محالا مثلها)

(تفسیر النسفی:تفسرالأیة المذکورة)

(۲)قال الخازن:(هذا كلام وارد علٰى سبيل الفرض والتمثيل لغرض-وهو المبالغة فى نفى الولد والاطناب فيه مع الترجمة عن نفسه بثبات القدم فى باب التوحيد-وذلك انه علق العبادة بكينونة الولد وهى محال فى نفسها، فكان المعلق عليها محالا مثلها-ثم نزه نفسه عن الولد:(سبحان رب السماوات والارض رب العرش عما يصفون)(تفسير الخازن:تفسرألأية المذكورة-وهكذا فى البحر المديد::تفسيرالأية المذكورة)

(۳)قال اسمعيل الحقى:(وكون الولد له تعالى مما هومقطوع بعدم وقوعه-ولكن نزل منزلة ما لا جزم لوقوعه واللا وقوعه على المساهلة وارخاء العنان لقصد التبكيت والاسكات والالزام-فجىء بكلمة "ان"-فلا يلزم من هذا الكلام صحة كينونة الولد وعبادته-لانها محال فى نفسها يستلزم المحال)

(تفسير الحقى::تفسرالأية المذكورة)

(۴)ابن کثیر دمشقی نے منقوشہ بالا آیت مقدسہ ودیگر متعدد آیات طیبہ نقل کرکے لکھا:(كل هذا من باب الشرط ويجوز تعليق الشرط على المستحيل لمقصد المتكلم)(تفسير ابن كثير:سورة زمر:ج۴ص۵۷-دارالفكر بيروت)

(۵)قال الرازى:(ان قوله((ان كان للرحمن ولد فانا اول العابدين))قضية شرطية-والقضية الشرطية مركبة من قضيتين:احداهما قوله((قل ان كان للرحمن ولد))والثانية:قوله((فانا اول العابدين))ثم ادخل حرف الشرط و هو لفظة"ان"على القضية الاولٰى وحرف الجزاء-وهو"الفاء"على القضية الثانية-فحصل من مجموعها قضية واحدة-وهو القضية الشرطية.

اذا عرفت هذا فنقول:القضية الشرطية لا تفيد الا كون الشرط مستلزما للجزاء- وليس فيه اشعاربكون الشرط حقا اوباطلا-او بكون الجزاء حقا او باطلا-بل نقول:القضية الشرطية الحقة قد تكون مركبة من قضيتين حقيتين-او من قضيتين باطلتين-او من شرط باطل وجزاء حق-او من شرط حق وجزاء باطل.

فاما القسم الرابع-وهو ان تكون القضية الشرطية الحقة مركبة من شرط حق وجزاء باطل فهذا محال:

ولنبين امثال هذه الاقسام الاربعة-فاذا قلنا:ان كان الانسان حيوانا فالانسان جسم-فهذه شرطية حقة-وهى مركبة من قضيتين حقيتين-احداهما قولنا:الانسان حيوان-والثانية قولنا:الانسان جسم.

واذا قلنا:ان كانت الخمسة زوجا كانت منقسمة بمتساويتين-فهذه شرطية حقة-لكنها مركبة من قولنا: الخمسة زوج-ومن قولنا:الخمسة منقسمة بمتساويين-وهما باطلان-وكونهما باطلين لا يمنع من ان يكون استلزام احدهما للأخر حقا-وقد ذكرنا ان القضية الشرطية لا تفيد الا مجرد الاستلزام.

واذا قلنا:ان كان الانسان حجرًا فهو جسم،فهذا جسم-فهذا ايضًا حق-لكنها مركبة من شرط باطل-و

هو قولنا:الانسان حجر–ومن جزاء حق–وهو قولنا:الانسان جسم–وانما جاز هذا–لان الباطل قد يكون بحيث يلزم من فرض وقوعه وقوع حق–فاذا فرضنا كون الانسان حجرا–وجب كونه جسما–فهذا شرط باطل–يستلزم جزاء حقا.

واما القسم الرابع:وهو تركيب قضية شرطية حقة من شرط حق وجزاء باطل–فهذا محال–لان هذا التركيب يلزم منه كون الحق مستلزمًا للباطل–وذلک محال–بخلاف القسم الثالث–فانه يلزم منه كون الباطل مستلزما للحق–وذلک ليس بمحال–اذا عرفت هذا الاصل فلنرجع الى الأية فنقول قوله((ان كان للرحمن ولد فانا اول العابدين))قضية شرطية حقة من شرط باطل ومن جزاء باطل–لان قولنا:كان للرحمن ولد باطل–وقولنا:انا اول العابدين لذلک الولد باطل ايضًا–الا انا بينا ان كون كل واحد منهما باطلا لايمنع من ان يكون استلزام احدهما للأخر حقا كما ضربنا من المثال فی قولنا:ان كانت الخمسة زوجا كانت منقسمة بمتساويين–فثبت ان هذا الكلام لا امتناع فی اجرائه علی ظاهره–ويكون المراد منه انه ان كان للرحمن ولد فانا اول العابدين لذلک الولد–فان السلطان اذا كان له ولد فكما يجب علی عبده ان يخدمه–فكذلک يجب عليه ان يخدم ولده–وقد بينا ان هذا التركيب لا يدل علی الاعتراف باثبات ولد ام لا.

ومما يقرب من هذا الباب قوله((لوكان فيهما الهة الا اللّٰه لفسدتا))(الانبياء–۲۲)فهذا الكلام قضية شرطية–والشرط وهو قولنا:((فيهما الهة))والجزاء هو قولنا:((لفسدتا))فالشرط فی نفسه باطل–والجزاء ايضا باطل–لان الحق انه ليس فيهما الهة)(التفسير الكبير للرازی–تفسير الأية المذكورة)

توضیح:تعلیق محض استلزام کو بتاتی ہے،خواہ وہاں امکان ہو،یا استحالہ ہو-اور تجویز امکان وقوعی کو بتاتی ہے۔تعلیق جملہ شرطیہ میں پائی جاتی ہے،اور جملہ شرطیہ استلزام کو بتاتا ہے،تجویز یعنی امکان وقوعی کو نہیں بتاتا۔

تجویز کا مفہوم

کسی امر کے جواز واباحت کا قول کرنا تجویز ہے۔فلاسفہ کی اصطلاح میں اسی جواز کو امکان وقوعی کہا جاتا ہے۔

یہ تعلیق کے مغایر ہے۔تجویز صرف جانب موافق میں معتبر ہوتی ہے۔تجویز اثبات ونفی کے مابین دائر نہیں ہوتی ہے۔

مریض نے اپنے طبیب سے گوشت کھانے کے بارے میں دریافت کیا تو طبیب نے کہا:

((ان اكلت اللحم فلاحرج))اگرتم گوشت کھاؤ تو کوئی حرج ونقصان نہیں۔

یعنی تم کو گوشت کھانے کی اجازت ہے۔اس کا یہ مفہوم نہیں کہ اگر تم گوشت نہیں کھاؤ گے تو تجھے حرج ونقصان ہوگا۔

تجویز صرف جانب موافق میں معتبر ہوتی ہے اور جانب موافق کا حکم بیان کرتی ہے۔جانب مخالف سے اس کا تعلق نہیں ہوتا۔

الرسالة السادسة

نانوتوی کے کلام میں تجویز ہے،تعلیق نہیں

جب نانوتوی کے کلام میں نبی جدید کی تجویز ثابت ہوگئی تو خاتم النبیین کا مفہوم بالکلیہ باطل ہوگیا،اورآیت کریمہ کا بطریق التزام انکارثابت ہوگیا،اورکفرالتزامی،کفرکلامی ہے۔

ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں،اورخاتم نبی وآخری نبی کے بعد کسی جدید نبی کی آمدمحال شرعی ومحال عقلی ہے، پس جب نبی جدید کا جواز وامکان ووقوع ثابت ہوگیا تو استحالہ باطل ہوگیا،پس نص کا مفہوم باطل ہوگیا،اوریہی کفرکلامی ہے۔

نبی جدید کی آمد کی تجویز نص کے معنی کو باطل قرار دیتی ہے،اورختم نبوت کا مفہوم باطل ہوجاتا ہے،حالاں کہ ختم نبوت کا عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے،اورجوضروریات دین کا منکر کافر ہے۔

نانوتوی کے کلام میں تعلیق ہوتو بھی کفر

اگر یہ تسلیم کیاجائے کہ نانوتوی کے کلام میں تعلیق ہے،تجویز نہیں ہےتو بھی حکم کفرعائد ہوگا،کیوں کہ تعلیق کی صورت میں اس کامعنی یہ ہوگا کہ:جب ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آجائے تو کوئی حرج نہیں،اوراگر نبی جدید نہیں آئے تو حرج ہوگا،پس تعلیق کی صورت میں بھی ختم نبوت کا معنی باطل ہوجائے گا۔

تعلیق ماننے کی صورت میں جانب موافق وجانب مخالف دونوں جانب سے ختم نبوت کا معنی باطل ہوجاتا ہے،پس تعلیق کی صورت میں تجویز سے زیادہ قباحت ہے،اوریہ ظاہر ہے۔جب کہا جائے:اگر حالت اضطرار میں شراب پی کر جان بچالی تو گناہ نہیں۔تعلیق کی صورت میں جانب مخالف اس طرح ہوگی۔اگر حالت اضطرار میں شراب پی کر جان نہیں بچائی تو گناہ ہوگا۔

نانوتوی کی درج ذیل عبارت میں تجویز کا صریح لفظ مذکور ہے۔

(۱)''غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیاجائے جومیں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیائے گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا، بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی اور نبی ہوجب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے''۔(تحذیرالناس ص۱۳-دارالکتاب دیوبند)

(۲)''ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا کہ اس ہیچ مدان نے عرض کیا ہےتو پھرسوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اورکسی کوافراد مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی نہیں کہہ سکتے،بلکہ اس صورت میں فقط انبیا کے افرادخارجی ہی پرآپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی،افرادمقدرہ پربھی آپ کی فضیلت ثابت ہوجائے گی،بلکہ اگر بالفرض بعدزمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہوتو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا،چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اورزمین میں فرض کیجئے،یااسی زمین میں کوئی اورنبی تجویز کیاجائے''۔

(تحذیرالناس ص۲۳-دارالکتاب دیوبند)

توضیح:نانوتوی کے قول میں نبی جدید کی تجویز ہے،اورنص قطعی کی تردید،حدیث نبوی کی تردیداوراجماع متواتر کی تردید ہے۔

الرسالة السادسة

نانوتوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبی جدید کی آمد کے امکان وقوعی کا قائل ہے۔نانوتوی کے یہاں خاتم النبیین کا مفہوم ((نبی بالذات)) ہے،پس ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی بالذات ہیں،اور دیگر تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نبی بالعرض ہیں۔نانوتوی نے اصل نبوت میں حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درمیان تفریق کردی۔یہ خلاف اسلام نظریہ ہے۔

رب تعالیٰ نے ارشادفرمایا:{لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِنْ رُّسُلِه}(سورہ بقرہ:آیت ۲۸۵)

نبوت کی مذکورہ تقسیم غلط ہے۔اس مقام میں نبوت بالذات اور نبوت بالعرض کا کوئی معنی نہیں ہے۔کیا ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبوت اصلیہ سے متصف ہیں اور دیگر تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نبوت ظلیہ سے متصف ہیں۔

یہ صریح گمرہی اور دین میں تحریف ہے۔ہم ہر گمراہ وضال کے شر سے رب تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

نانوتوی کے قول''یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے''سے بالکل واضح ہے کہ لفظ''فرض''سے تجویز عقلی مراد ہے۔''فرض''سے فرض اختراعی یعنی فرض محض وتقدیر محض مرادنہیں۔ضروریات دین میں جانب مخالف کی تجویز کفر ہے۔

کفر کی تعلیق امر محال سے

محال ہونے کے اعتبار سے کسی امر محال سے کفر کی تعلیق کفر نہیں ہے،یعنی قائل اعتقاد رکھتا ہو کہ یہ امر محال ہے اور یہ واقع نہیں ہوگا تو اس اعتقاد کے ساتھ قائل کا کفر کو ایسے محال سے معلق کرنا کفر نہیں ہے۔کفر کو کسی محال سے معلق کیا،لیکن اس محال کے محال ہونے میں شک کرتا ہے تو یہ کفر ہے۔

قال الهیتمی:{یدخل فی قول الکفر تعلیقه–وَلَوْ بمحال عادی،وَکَذَا شرعی،اَوْ عقلی،عَلٰی اِحْتِمَالٍ لِاَنَّه قد يُنَافِیْ عقد التصمیم المشترط فی الاسلام}(تحفۃ المحتاج ج۹ص۹۸)

توضیح:علامہ ہیتمی کی عبارت میں((علیٰ احتمال))پرغورکیا جائے۔اس کا مفہوم یہ ہے کہ محال سے کفر کی تعلیق مطلقاً کفر نہیں ہے،بلکہ شک کی صورت میں کفر ہے،کیوں کہ اعتقاد مصمم اسلام کے لیے شرط ہے،اور شک اعتقاد کو زائل کر دیتا ہے۔

جب محال کے محال ہونے میں شک ہو تو کفر ہوگا۔اس صورت میں اسلامی اعتقاد متزلزل ہو جاتا ہے،کیوں کہ شک کے سبب محال محال باقی نہ رہا،بلکہ وہ ممکن ہو گیا،جیسے کہا کہ اگر اللہ کا بیٹا ہوتو میں اس کی عبادت کرنے والا ہوں گا۔اب اگر اللہ تعالیٰ کے ابن کے محال ہونے میں شک ہوتو گویا کہ اس نے توحید کا انکار کیا،کیوں کہ اللہ کے علاوہ ابن اللہ کو بھی معبود تسلیم کرلیا،یا معبود تسلیم کرنے پر رضا مند ہوا۔

علامہ ہیتمی کے قول میں صراحت ہے کہ کفر کو محال عادی،محال شرعی سے معلق کرنا کفر ہے،اسی طرح محال عقلی میں احتمال امکان رکھتا ہو،اور پھر ایسے محال عقلی پر کفر کو معلق کردیا تو یہ کفر ہے،کیوں کہ محال میں احتمال وجود کو شامل کرنے کے سبب وہ محال اب محال باقی نہ رہا،بلکہ وہ ممکن ہو گیا۔یہی علامہ ہیتمی کے قول کا مفاد ومفہوم ہے۔

نانوتوی کے قول میں کسی محال پرتعلیق نہیں ہے، بلکہ نبی جدید کی تجویز ہے۔تجویز وتعلیق کا فرق بیان کر دیا گیا ہے۔

تجویز،امکان وقوعی نفس الامری ہے۔امکان ذاتی وہ امکان عقلی ہے۔امکان ذاتی تجویز نہیں ہے۔

اصل نبوت میں کوئی تفریق نہیں

نانوتوی کا قول ہے کہ آیت ختم نبوت میں ختم زمانی مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے نبوت بالذات مراد ہے،یعنی تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نبی بالعرض ہیں اور ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی بالذات ہیں۔یہ اصل نبوت میں حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مابین تفریق کرنا ہے۔کسی مسلمان نے ایسا قول نہیں کیا۔یہ ایک نئی اصطلاح ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ:{وَلَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ} (سورہ بقرہ: آیت ۲۸۵)

قال اللّٰہُ تَعَالٰی:{وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ اُولٰٓئِکَ سَوْفَ یُؤْتِیْھِمْ اللّٰہُ اُجُوْرَھُمْ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًارَّحِیْمًا}(سورہ نساء: آیت ۱۵۲)

امام نووی شافعی نے حدیث نبوی{لَاتُفَضِّلُوْا بَیْنَ الْاَنْبِیَاءِ} کی تشریح میں رقم فرمایا:

{نَھٰی عَنِ التَّفْضیل فی نفس النبوۃ–لَا فِیْ ذَوَاتِ الْاَنْبِیَاءِ،وَعُمُوْمِ رِسَالَاتِھِمْ،وَزِیَادَۃِ خَصَائِصِھِم:وَاللّٰہُ اَعْلَمُ}

(فتاوی النووی ص ۲۸۴-دارالحدیث: قاہرہ)

علامہ ابن حجر ہیتمی نے حدیث نبوی{لَاتُفَضِّلُوْا بَیْنَ الْاَنْبِیَاءِ} کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا:

{اما الرسول فھو افضل من النبی اجماعًا–وَحَمَلَ بَعْضُھُمْ النَّھْیَ عن التفضیل بین الانبیاء السَّابِقَ،عَلَی النَّھْیِ عَنِ التَّفْضِیْلِ بَیْنَھُمْ فِیْ ذَاتِ النُّبُوَّۃِ وَالرِّسَالَۃِ–فَاِنَّھُمْ فِیْ ذٰلِکَ عَلٰی حَدٍّ سَوَاءٍ–لَا تَفَاضُلَ بَیْنَھُمْ–وَاِنَّمَا التَّفَاضُلُ فی زیادۃ الاحوال وخصوص الکرامات والرتب–فَذَاتُ النُّبُوَّۃِ،لَاتَفَاضُلَ فِیْھَا–وَاِنَّمَا التَّفَاضُلُ فِیْ اُمُوْرٍزَائِدَۃٍ عَلَیْھَا}(الفتاوی الحدیثیہ ص ۱۱۱-دارالفکر بیروت)

توضیح:اصل نبوت میں کوئی تفریق نہیں۔نانوتوی اصل نبوت میں تفریق کا قائل ہے۔نانوتوی کا قول ہے کہ ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی بالذات ہیں اور دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نبی بالعرض ہیں۔

نانوتوی نے کہا کہ اس میں ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے،اور نانوتوی یہ سمجھ نہ سکا کہ اس میں دیگر تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تنقیص ہے،اس لیے کہ نانوتوی نے دیگر تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نبوت اصلیہ سے نبوت عرضیہ کی منزل میں اتار دیا۔یہی شان انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تنقیص و بے ادبی ہے۔

اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھی تنقیص ہے،کیوں کہ اس میں قرآن عظیم کی آیت مقدسہ((لانفرق بین احدمن

رسلہ)) کی مخالفت ہے جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔اس میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادمبارک ((لانبی بعدی)) کی بھی مخالفت ہے،پس نانوتوی نےقرآن مجید وحدیث نبوی کےمعنی کاانکارکیااورقرآن مقدس وحدیث پاک کےمعنی میں تحریف کی۔تحریف قرآن وحدیث دراصل قرآن وحدیث کی بےادبی ہے۔

نانوتوی نےقرآن وحدیث میں پیش کردہ نظریہ کومرجوح قراردینے کی کوشش کی،اوراپنے بیان کردہ مفہوم کوراجح بتانے کی کوشش کی،یہی قرآن وحدیث کی تنقیص اوراللہ ورسول(عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بےادبی ہے۔اپنے بیان کردہ مفہوم کوراجح بتاتے ہوئے اس نےکہاکہ گرچہ اس معنی کی طرف کسی کاذہن نہیں گیا،لیکن کبھی کسی بچے کاذہن اس جانب چلاجاتاہےکہ بڑوں کاذہن بھی اس جانب نہیں جاتا۔ویساہی یہاں ہواکہ نانوتوی نےوہ بات کہی کےعہدرسالت سےآج تک کسی نےنہ کہی تھی۔

نانوتوی نےلکھا:”باقی رہی یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کونہ مانئےتوان کی تحقیرنعوذباللہ لازم آئےگی۔یہ انہی لوگوں کےخیال میں آسکتی ہےجوبڑوں کی بات ازراہ بےادبی نہیں ماناکرتے۔ایسےلوگ ایساسمجھیں توبجاہے۔المرءیقیس علیٰ نفسہ۔اپنایہ وطیرہ نہیں۔نقصان شان اورچیزہے۔خطااورنسیان چیزہے۔اگربوجہ کم التفاتی بڑوں کافہم کسی مضمون تک نہ پہنچاہوتوان کی شان میں کیانقصان آگیا،اورکسی طفل نادان نےکوئی ٹھکانےکی بات کہہ دی توکیااتنی بات سےوہ عظیم الشان ہوگیا۔

گاہ باشدکہ کودکےناداں بغلط برہدف زندتیرے

(تحذیرالناس ص۸۶-ادارۃ العزیزگوجرانوالہ)

نبوت کی تقسیم باطل

انورشاہ کشمیری دیوبندی نےاپنی کتاب”عقیدۃ الاسلام“میں نبوت کی مذکورہ بالاتقسیم کوغلط بتایا۔

انورشاہ کشمیری نےلکھا:{وَاَمَّا الْختم بمعنیٰ اِنْتِهَاءٍ مَّا بِالْعَرْضِ اِلٰی مَا بِالذَّاتِ-فَلَا یَجُوْزُ اَنْ یَکُوْنَ ظَهْرُهٰذِهِ الْاٰیَةِ-لِاَنَّ هـذا المعنٰی لا یعرفه الا اهل المعقول والفلسفة-والتنزیل نَازِلٌ عَلٰی مُتَفَاهَمِ لُغَةِ الْعَرَبِ-لاعلی الذهنیات المخرجة}(عقیدۃ الاسلام ص۲۵۶)

انورشاہ کشمیری نےلکھا:”وارادۂ ما بالذات وما بالعرض عرف فلسفہ است۔نہ عرف قرآن مجید وحوارعرب ونہ نظم قرآن راہیچ گونہ ایماءودلالت برآں،پس اضافہ استفادہ نبوت زیادت است برقرآن بمحض اتباع ہویٰ“۔(رسالہ خاتم النبیین ص۳۸)

اکابرحرمین طیبین اورنانوتوی کارد

نانوتوی نےسال۱۲۹۰ھ میں تحذیرالناس لکھی،اورمکہ معظمہ کےمفتی احناف شیخ علامہ عبدالرحمٰن سراج حنفی مکی نےسال۱۲۹۱ھ میں قاسم نانوتوی کاردلکھا۔شیخ علامہ سراج حنفی نےاپنےفتویٰ میں نانوتوی کےبارےمیں تحریرفرمایا:

{مَاكُنْتُ اَظُنُّ هٰذَا يَصْدُرُ مِمَّنْ يَعْتَقِدُ نُبُوَّةَ نَبِيِّنَا محمد صلى الله عليه وسلم-بل ممن هو منها فى شك مريب}(تقدیس الوکیل ص۱۰۵)

مکہ معظّمہ کے مفتی احناف علامہ شیخ عبدالرحمٰن سراج حنفی کا نانوتوی کے خلاف فتویٰ سال ۱۲۹۱ھ میں مطبع منصوری (مصر) سے شائع ہوا۔ یہ فتویٰ چھتیس صفحات پر مشتمل عربی زبان میں ہے۔اس میں علمائے حرمین طیبین کی تصدیقات ہیں۔

علامہ غلام دستگیر قصوری نے تحریر فرمایا: {وَهٰذِهِ الْفَتْوٰى مُصَدَّقَةٌ وَمُزَيَّنَةٌ بِتَقَارِيْظِ جَمِيْعِ عُلَمَاءِ الْحَرَمَيْنِ كَمَا اَشَرْتُ اِلَيْهَا سَابِقًا}(تقدیس الوکیل ص۱۰۶)

دیوبندیوں کا یہ الزام غلط ہے کہ امام احمد رضا قادری نے عربی ترجمہ کے وقت نانوتوی کی عبارتوں میں تبدیلی کردی، جس کے سبب حکم کفر آ گیا۔علمائے حرمین طیبین کو نانوتوی کی عبارتوں کا ۳۳: سال قبل سے علم تھا۔علمائے حرمین نانوتوی کا رد بھی کر چکے تھے۔

مکتوب نانوتوی میں ختم نبوت کا انکار

دیوبندی جماعت تحذیرالناس کی عبارتوں کی بے جا تاویل کرتے ہیں، حالاں کہ نانوتوی نے اپنے ایک مکتوب میں بھی ختم نبوت کا صریح لفظوں میں انکار کیا ہے، اوراس مفہوم پراصرار کیا جو اس نے تحذیرالناس میں لکھا ہے۔ یہ مکتوب تحذیرالناس کے مفہوم پر مہر ثبت کرتا ہے۔دیوبندیوں کی تاویل خود نانوتوی کے خلاف ہے۔

قاسم نانوتوی نے اپنے مکتوب میں لکھا:

''معنی خاتم النبیین درنظر ظاہر پرستاں ہمیں باشد کہ زمانہ نبوی آخراست اززمانہ گذشتہ، باز نبی دیگر نخواہد آید، مگرمی دانی کہ ایں سخنے است کہ مدحے است دراں نہ ذمے۔ باز از جملہ ''مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ ''ایں معنی راچہ علاقہ کہ ازاں استدراک فرمودہ فرمودند''وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ'' اگرازمن پرسی، معنیش ایں است کہ نبوت دیگراں مستفاد از حضرت محمد یست صلی اللہ علیہ وسلم ونبوت آں حضرت درعالم اسباب مستفاد ازنبوت دیگراں نیست''۔(قاسم العلوم ص۵۵-المکتوب الاول الی محمد فاضل)

قاسم نانوتوی نے لکھا:''می دانی کہ بعدازارتفاع کلام ربانی ازیں جہاں فانی آمدن قیامت تقدیر یافتہ، ورنہ بشرط بقائے عالم آں وقت اگر نبی دیگرمی آید، مضایقہ نبود''۔(قاسم العلوم ص۵۶-المکتوب الاول الی محمد فاضل)

امام غزالی کے کلام میں تحریف

امام غزالی نے لفظ''خاتم النبیین'' کی تشریح میں رقم فرمایا:{اِنَّ الْاُمَّةَ فَهِمَتْ مِنْ هٰذَا اللَّفْظِ-اَنَّه اَفْهَمَ عَدَمَ نَبِيٍّ بَعْدَه اَبَدًا-وَعَدَمَ رَسُوْلٍ بَعْدَه اَبَدًا-وَاَنَّه لَيْسَ فيه تَاوِيْلٌ وَلَا تَخْصِيْصٌ-وَمَنْ اَوَّلَهُ بِتَخْصِيْصٍ كَلَامِهٖ مِنْ اَنْوَاعِ الْهُذْيَانِ، لَا يُمْنَعُ بِتَكْفِيْرِه-لِاَنَّهٗ مُكَذِّبٌ بِهٰذَا النَّصِّ الَّذِىْ اَجْمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰى اَنَّه غَيْرُ مُؤَوَّلٍ وَلَا مَخْصُوْصٌ}

الرسالة السادسة

(الاقتصاد فی الاعتقاد ص۱۱۴-المطبعۃ الادبیہ مصر)

الاقتصاد کی عبارت میں تحریف:

اس مقام پرالاقتصاد فی الاعتقاد کے بعض نسخوں کی عبارت میں تحریف ہوئی۔تحریف شدہ عبارت درج ذیل ہے۔

{اِنَّ الامۃَ فَھِـمَتْ بالاجماع من ھذا اللفظ–ومن قرائن احوالہ–اَنَّہ اَفْھَمَ عَدَمَ نَبِیٍّ بَعْدَہٗ اَبَدًا–وَعَدَمَ رَسُوْلٍ اَبَدًا–وَاَنَّہٗ لَیْسَ فیہ تَاوِیْلٌ وَلَا تَخْصِیْصٌ–فَمُنْکِرُ ھٰذَا لَایَکُوْنُ اِلَّا مُنْکِرًا لِلْاِجْمَاعِ}

(الاقتصاد فی الاعتقاد ص۳۰۸-دارالمنہاج جدہ)

(۱)علامہ شیخ عبدالعزیزفرہاروی نےختم نبوت کی بحث میں رقم فرمایا کہ اس مقام پرامام غزالی پرافترا کیا گیا ہے۔

{وَمَا یُذْکَرُ عَنِ الامام محمد الغزالی رحمہ اللّٰہُ فی ھذا المقام–فَاِفْتِرَاءٌ عَلَیْہِ}

(النبراس شرح شرح العقائد ص۲۸۰)

(۲)قال القرطبی:{وما ذکرہ الغزالی فی ھذہ الاٰیۃ وھذا المعنٰی فی کتابہ الذی سماہ ب"الاقتصاد"الحاد عـنـدی وتـطـرق خبیـث الٰی تشـویـش عـقیـدۃ المسلمین فی ختم محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم النبوۃ–فالحذر والحذر منہ–واللّٰہ الھادی برحمتہ} (تفسیرقرطبی ج۱۴ص۱۹۶)

(۳)تحریف شدہ عبارت کا یہ جملہ((فَـمُـنْـکِرُھٰذَا لَا یَکُوْنُ اِلَّا مُنْکِرًا لِلْاِجْمَاعِ))اپنے ظاہراورسیاق کےاعتبارسےبھی اس بات پردلالت کرتا ہے کہ یہ عبارت محرف ہے،کیوں کہ ختم نبوت کا منکراجماع کا منکر نہیں،بلکہ مجمع علیہ کا منکر ہے۔

(۴)اجماع اور مجمع علیہ دومتغایرامر ہیں۔ہاں،کبھی اجماع کا استعمال مجمع علیہ کے معنی میں ہوتا ہے۔

اگرمحرف کلام میں اجماع سے مجمع علیہ مرادلیاجائےتواعتراض کسی حدتک دورہوجائے گا۔مجمع علیہ کا اطلاق امرمتواتر پربھی ہوتا ہے ،جوعہدرسالت سےمتواتر ہو۔اسی طرح فقہاکےاجماعی مسئلہ کوبھی مجمع علیہ کہا جاتا ہے۔عہدرسالت سےمتواترامرکا انکارکفرہے۔

قال الھیتمی: {وَفَـرَّقَ الـزَّرْکَشِیُّ بَیْـنَ تَـکْفِیْرِ مُنْکِرِ الْاِجْمَاعِ اَیِ الْمُجْمَعِ عَلَیْہِ وَعَدَمِ تَکْفِیْرِالْمُنْکِرِ اَصْلَ الْاِجْمَاعِ}(الاعلام بقواطع الاسلام ص۳۵۳)

توضیح:عبارت مذکورہ میں اجماع کومجمع علیہ کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے،جیسا کہ علامہ ہیتمی نے اس کی تفسیر کی ہے۔

الاقتصاد فی الاعتقاد کے نسخہ جات

امام غزالی کی کتاب''الاقتصاد فی الاعتقادات''کےمتعدد نسخے ہیں،اور ہرنسخہ غلطیوں سے بھرا ہے۔میرے پاس پانچ نسخے ہیں۔

اس مقام اوردیگرمقامات میں ان نسخوں کی عبارتیں ایک دوسرے سےمختلف ہیں۔ان نسخوں کے مطابع اوراصحاب تحقیق کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ایسی صورت میں جس نسخے کی عبارت موافق شرع ہوگی ،وہ قابل تسلیم ہوگی ،اور جس میں شرع کی موافقت نہ ہو،اس کو

ناسخ کی خطا قرار دی جائے گی۔

(۱) دارالمنہاج (جدہ) محقق: انس محمد عدنان شرفاوی۔

(۲) دارقتیبہ (دمشق) محقق: ڈاکٹر انصاف رمضان۔

(۳) جامعہ انقرہ (ترکی) محقق: ڈاکٹر ابراہیم آ کاہ، ڈاکٹر حسین آ تای۔

(۴) مطبعہ ادبیہ (مصر) محقق: مصطفٰے دمشقی۔

(۵) دارالحکمہ (دمشق) محقق: موفق فوزی الجبر۔

جامعہ انقرہ (ترکی) سے شائع شدہ نسخہ کے محقق ڈاکٹر ابراہیم آ کاہ نے مقدمہ میں لکھا کہ ''الاقتصاد فی الاعتقاد'' کے مطبوعہ نسخے غلطیوں سے بھرے ہوئے ہیں، اور میں اپنے نسخہ کے بارے میں بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ یہ غلطیوں سے خالی ہے۔

قال الدکتور ابراهیم آکاه فی مقدمة(الاقتصاد فی الاعتقاد): {نحن قد تحملنا مسئولية نشر هذا الکتاب القيم–وَلَوْ اَنَّهُ طُبِعَ مَرَّاتٍ عَدِيْدَةٍ–اِلَّا اَنَّ هٰذِهِ الطَّبْعَاتِ لَمْ تَکُنْ عِلْمِيَّةً–وَهِیَ مَمْلُوَّةٌ بِالْاَخْطَاءِ وَالْاَغْلَاطِ–وَلَعَلَّهَا کَانَتْ بِقَصْدِ التِّجَارَةِ–کَمَا يَظْهَرُ مِنَ النُّسَخِ الْمَوْجُوْدَةِ لَدَيْنَا–وَمَعَ ذٰلِکَ اَنَّنَا لَا نَدَّعِیْ اَنَّ مَتَنَ''الْاِقْتِصَادِ فِی الاعتقاد'' الذی ننشره خالٍ عَنِ الْاَخْطَاءِ والفلتات} (مقدمۃ الاقتصاد فی الاعتقاد- جامعۃ انقرہ: ترکی)

امت کے عمل کی زیادتی

قاسم نانوتوی نے لکھا: ''انبیا اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہوجاتے ہیں، بلکہ بڑھ جاتے ہیں''۔ (تحذیر الناس ص ۸- دارالکتاب دیوبند)

نانوتوی کا یہ دعویٰ متعدد اعتبارات سے باطل ہے۔ اس عبارت میں حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی بے ادبی بھی نظر آتی ہے۔

(۱) امت کے بعض اعمال مقبول ہوتے ہیں اور بعض غیر مقبول ہوتے ہیں۔ اعمال غیر مقبولہ دائرۂ اعمال سے خارج ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تمام اعمال صالحہ مقبول ہوتے ہیں، پس ہمارے اعمال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی علیہ السلام کے اعمال کے مساوی یا اس سے زائد کیسے ہوسکتے ہیں؟

(۲) حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اعمال صالحہ حیات دنیوی کے بعد بھی جاری رہتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث معراج میں ارشاد فرمایا کہ میں نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے روضہ مقدسہ میں نماز ادا کرتے دیکھا۔ اسی طرح احادیث طیبہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حج ادا کرتے مشاہدہ فرمایا۔ شب معراج اقدس میں حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے مسجد اقصیٰ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا فرمائی۔

امتی کا عمل صرف حیات دنیوی میں ہوتا ہے، پھر امتی کا عمل نبی کے عمل سے زائد کیوں کر ہوسکتا ہے؟

(۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دنیا میں جلوہ افروزی سے قبل بھی نبی تھے، بلکہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبوت عطا فرمائی گئی۔اس سے بالکل واضح ہے کہ اس عالم بالا میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رب تعالیٰ کی کثیر معرفت رکھتے تھے، کیوں کہ نبی کی معرفت حضرات اولیائے کرام قدست اسرارہم کی معرفت سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔جب رب تعالیٰ کی کثیر معرفت تھی تو رب تعالیٰ کی یاد بھی ضرور فرماتے ہوں گے۔ہر محبّ اپنے محبوب کا کثرت کے ساتھ ذکر کرتا ہے،اور ذکر خداوندی عبادت ہے، پس عبادت نبوی کا سلسلہ تخلیق اصلی کے وقت سے جاری ہے۔

ایسی صورت میں کسی امتی کا عمل نبی کے عمل سے زائد کیوں کر ہوسکتا ہے؟

{عن ابی ہریرۃ قال،قالوا:یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم!متٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّۃُ؟قَالَ:وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ والجسد-رواہ الترمذی}(مشکوٰۃ المصابیح ص۵۱۳)

(۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبریل امین علیہ السلام سے ان کی عمر دریافت فرمائی تو انہوں نے ایک اندازہ پیش فرمایا کہ میں رب تعالیٰ کے حجابات عظمت میں سے چوتھے حجاب میں ہر ستر ہزار سال بعد ایک منور ستارہ کو طلوع ہوتے دیکھتا اور میں نے اپنی زندگی میں اس روشن تارے کو بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہوں۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ستارہ میں تھا۔

ستر ہزار سال کو بہتر ہزار میں ضرب دینے سے پچاس لاکھ چالیس ہزار سال ہوتے ہیں۔

جب دنیا میں جلوہ افروزی سے قبل لاکھوں سال تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرب الٰہی میں جلوہ گر تھے تو اس مدت طویلہ میں یاد الٰہی میں مشغول رہے۔ذکر الٰہی اور فکر خداوندی عبادات کے قبیل سے ہے، پس امتی کو اس قدر عمل کی مدت ہی میسر نہیں تو ظاہری طور پر امتی کا عمل نبی کے عمل سے زائد کیوں کر ہوسکتا ہے؟

{عن ابی ہریرۃ انہ علیہ السلام سأل جبریل علیہ السلام فقال:یا جبریل! کم عمرک من السنین؟فقال:یا رسول اللّٰہ! لست اعلم غیر ان فی الحجاب الرابع نجمًا یطلع کل سبعین سنۃ مرۃ-رأیتہ اثنین وسبعین الف مرۃ -فقال علیہ السلام:یا جبریل! وعزۃ ربی جل جلالہ-انا ذلک الکوکب}

(تفسیر حقی:تفسیر آیت:لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ:الآیہ-السیرۃ الحلبیہ جلد اول ص۴۹)

(۵) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ کسی امتی کا عمل ظاہری طور پر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی یا زائد نہیں ہوسکتا۔کسی امتی کو عمل کی اس قدر قوت نہیں ،جتنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قوت عبادت عطا فرمائی گئی، پھر امتی کا عمل نبی کے عمل سے زائد کیوں کر ہوسکتا ہے؟

{عَنْ عَلْقَمَۃَ قَالَ سُئِلَتْ عَائِشَۃُ:کَیْفَ کَانَ عَمَلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم-ھَلْ کَانَ یَخُصُّ شَیْئًا مِنَ

الْاَيَّامِ؟ قَالَت :لَا ، كَانَ عَمَلُهُ دِيمَةً–وَاَيُّكُمْ يَسْتَطِيعُ مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى اللّٰه عليه وسلم يَسْتَطِيعُ}

(صحیح البخاری ج۲ص ۹۵۷-صحیح لمسلم ج۱ص ۲۶۶-سنن ابی داؤد ص۹۴-السنن الکبریٰ للبیہقی ج۶ص ۳۸۴)

(۶) حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قلب مبارک نیند کی حالت میں بیدار رہتا،اس طرح نوم و بیداری، ہر حالت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبادت الٰہی میں ہوتے ، پھر امتی کا عمل نبی کے عمل سے زائد کیوں کر ہوسکتا ہے؟

توضیح: مرقومہ بالاتمام مباحث مقدار اعمال کے اعتبار سے ہیں،لیکن ثواب واجرتو امید یہی ہے کہ کسی امتی کی زندگی بھر کا عمل، نبی کے ایک عمل کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری کائنات سے افضل ہیں۔

شریعت اسلامیہ میں فضیلت کا معنی کثرت ثواب ہے،یعنی ایک عمل پر جتنا اجروثواب دوسروں کو ملتا ہے،افضل کواس سے زیادہ اجر عطا ہوتا ہے۔ایسی صورت میں یہ ممکن ہے کہ ساری امت کے تمام اعمال بھی اجروثواب کے اعتبار سے نبی کے ایک عمل کے برابر بھی نہ ہو۔

{عن عائشة رضى اللّٰه عنها قَالَتْ :بَيْنَا رَأسُ رَسُوْلِ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فِيْ حِجْرِىْ فِيْ لَيْلَةٍ ضَاحِيَةٍ–اِذْ قُلْتُ :يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى اللّٰه عليه وسلم!هَلْ يَكُوْنُ لِاَحدٍ مِنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدَ نُجُوْمِ السَّمَاءِ؟ قَالَ :نَعَمْ،عُمَرُ–قلت :فَاَيْنَ حَسَنَاتُ اَبِىْ بَكْرٍ ؟قَالَ :اِنَّمَا جَمِيْعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ كَحَسَنَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْ حَسَنَاتِ اَبِىْ بَكْرٍ–رواه رزين}

(مشکوٰۃ المصابیح ص۵۶۰)

توضیح: حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد سارے انسانوں میں سب سے افضل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں،اوران کے بعد سب سے افضل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ان دونوں میں اس قدر فرق ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سارے اعمال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک عمل کے برابر ہیں۔حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سارے اعمال کا اجروثواب جتنا ہے،حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوایک عمل پر اتنا اجروثواب ملتا ہے، پھر امتی کے سارے اعمال نبی کے ایک عمل کے برابر بھی ہونا مشکل ہے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہمارے عمل اور نبی کے عمل میں اجروثواب کے اعتبار سے زمین وآسمان سے زیادہ فرق ہے۔ایسی صورت میں امتی کے عمل کا تقابل، نبی کے عمل سے نہیں کیا جاسکتا۔

(۷) یہ بھی واضح رہے کہ امتی کے ہرعمل کا ثواب واجر نبی کو ملتا ہے، کیوں کہ وہ ہادی ہیں،اورجن کی ہدایت پر کوئی عمل کیا جائے تو عمل کرنے والے کواور ہادی کو بھی اس کا ثواب ملتا ہے۔اس طرح ساری امت کے اعمال بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعمال میں سے ہیں۔ایسی صورت میں ساری امت کے اعمال کے اجروثواب سے بھی نبی کو زیادہ اجروثواب ہوگا، کیوں کہ نبی کو اپنے اعمال کا بھی اجروثواب ہوگا اور ساری امت کے اعمال کا اجروثواب بھی۔

رب تعالیٰ کا نظام رحمت ایسا ہے کہ عمل خیر کرنے والا ثواب دوسروں کو بخشے یا نہ بخشے،اس کے عمل خیر کا ثواب دوسروں کو ملتا رہتا ہے۔چاہے عامل کواس کی خبر بھی نہ ہو۔اسی طرح اس کے عمل بد کا گناہ بھی دوسرے کو ملتا رہتا ہے۔اس کے متعدد اسباب ووجوہات ہیں۔

الرسالة السادسة

اس سے متعلق احادیث مقدسہ مندرجہ ذیل ہیں:

(الف){عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی کَانَ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَہٗ،لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ کَانَ عَلَیْہِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلَ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَہٗ لَایَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَیْئًا–رواہ مسلم}

(مشکوۃ المصابیح ص۲۹-صحیح مسلم ج۲ص۳۴۱-سنن ترمذی ج۲ص۹۶-سنن ابی داؤد ص۶۵۳-سنن ابن ماجہ ص۱۹)

ترجمہ:حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:جس نے کسی ہدایت کی طرف دعوت دی،اس کے لیے اجروثواب ہے،ان لوگوں کے اجروثواب کی طرح،جنہوں نے اس کی پیروی کی،ان لوگوں کے اجروثواب میں سے کچھ کم کیے بغیر،اورجس نے کسی گمرہی کی دعوت دی،اس کے لیے گناہ ہے،ان لوگوں کے گناہ کی طرح،جنہوں نے اس کی پیروی کی،ان لوگوں کے گناہ میں سے کچھ کم کیے بغیر۔

(ب){عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِیْرٍعَنْ اَبِیْہِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ......مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَہٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُمَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَہٗ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ–وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَیِّئَةً کَانَ عَلَیْہِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَیْءٌ}

(صحیح مسلم ج۱ص۳۲۷-جامع ترمذی ج۲ص۹۶-سنن ابن ماجہ ص۱۸-سنن نسائی ج۱ص۲۷۴-مشکوۃ المصابیح ص۳۳)

ترجمہ:حضرت منذر بن جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے والد سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:جس نے مذہب اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا،اس کے لیے اس کا اجر ہے،اوراس کا اجرجس نے اس کے بعد اس پرعمل کیا،ان کے اجر سے کچھ کم کیے بغیر،اورجس نے مذہب اسلام میں کوئی برا طریقہ رائج کیا،اس پراس کا گناہ ہے،اوراس کا گناہ جس نے اس پراس کے بعد عمل کیا،ان کے گناہوں سے کچھ کم کیے بغیر۔

مذکورہ بالا حدیث مبارک کی تشریح میں امام نووی شافعی(۶۳۱ھ-۶۷۶ھ)نے رقم فرمایا:{فیہ الحث علی الا بتداء بالخیرات وسن السنن الحسنات والتحذیر من اختراع الاباطیل والمستقبحات}(شرح نووی علیٰ مسلم ج۱ص۳۲۷)

ترجمہ:اس حدیث میں نیک کاموں کوشروع کرنے اوراچھے طریقے جاری کرنے کی ترغیب ہے،اور باطل وقبیح طریقے جاری کرنے سے ڈرانا ہے۔

(ج){عَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمُزَنِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَحْیٰی سُنَّةً مِنْ سُنَّتِیْ قَدْ اُمِیْتَتْ بَعْدِیْ فَاِنَّ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یَنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئاً وَمَنْ اِبْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلَالَةً لَا یَرْضَاهَا اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ کَانَ عَلَیْہِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلَ اٰثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَیْئًا}

الرسالة السادسة

(جامع ترمذی ج۲ص۹۶-سنن ابن ماجہ ص۱۹-مشکوۃ المصابیح ص۳۰)

ترجمہ:حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:جس نے میری کسی ایسی سنت کوزندہ کیا،جو میرے بعدمردہ ہوگئی تھی،تواس کے لیے اجر ہے،ان لوگوں کے اجر کی طرح،جنہوں نے اس پرعمل کیا، ان لوگوں کے اجر میں سے کچھ کم کیے بغیر،اور جس نے کسی گمرہی والی بدعت کورائج کیا،جس سے اللہ اوور اس کے رسول راضی نہیں،اس پر ان لوگوں کی طرح گناہ ہے،جنہوں نے اس پرعمل کیا،ان لوگوں کے گناہوں میں سے کچھ کم کیے بغیر۔

(د){قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم:لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا کَانَ عَلَی ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ کِفْلٌ مِنْ دَمِهَا وَذٰلِکَ لِاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ}(صحیح بخاری ج۱ص۱۷۱-صحیح مسلم ج۲ص۶۰-جامع ترمذی ج۲ص۹۶-مشکوۃ المصابیح ص۳۳)

ترجمہ:حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:جب کسی کا بطریق ظلم قتل ہوتا ہے تواس گناہ کا ایک حصہ حضرت آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے قابل کوملتا ہے،کیوں کہ اسی نے (بطریق ظلم) قتل کا طریقہ جاری کیا۔

(ہ){عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَاَنَسِ بْنِ مَالِکٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:فِیْ التَّوْرَاةِ مَکْتُوْبٌ مَنْ بَلَغَتْ اِبْنَتُهٗ اِثْنَتَیْ عَشَرَةَ سَنَةً وَلَمْ یُزَوِّجْهَا فَاَصَابَتْ اِثْمًا فَاِثْمُ ذٰلِکَ عَلَیْهِ}

(شعب الایمان للبیہقی ج۱۲ص۵۰۶-مشکوۃ المصابیح ص۲۷۱)

ترجمہ:حضور اقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:توریت میں لکھا ہے کہ جس کی بیٹی بارہ سال کی ہوگئی،اوراس نے اس کی شادی نہیں کی،پس وہ گناہ کو پہونچی تواس کا گناہ اس (باپ) پر ہے۔

(و)حضور اقدس تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیصر روم کوخط میں تحریر فرمایا:{فَاِنِّیْ اَدْعُوْکَ بِدِعَایَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ یُؤْتِکَ اللّٰهُ اَجْرَکَ مَرَّتَیْنِ فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَاِنَّ عَلَیْکَ اِثْمَ الْیَرِ یْسِیِّیْنَ}(صحیح بخاری ج۱ص۵)

ترجمہ:میں تجھے اسلام کی دعوت دیتاہوں۔اگرتم نے ایمان نہ لایا تو تمہارے متبعین کا گناہ بھی تم کوہوگا۔

توضیح:مذکورہ احادیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جوگناہ کا سبب بنتا ہے،وہ بھی گنہ گار ہوگا۔

مسلمانوں کوخود بھی گناہوں سے بچنا چاہئے،اور دوسروں کوبھی گناہوں سے بچانا چاہئے۔

(۸)جو اپنے عمل کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل مبارک سے راجح اعتقاد کرے تووہ کافر ہے۔

قال النابلسی:{وَلَاشَکَّ اَنَّ مَنْ اِعْتَقَدَ رُجْحَانَ عَمَلِهٖ عَلٰی عَمَلِ النَّبِیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم فَهُوَ کَافِرٌ}

(الحدیقۃ الندیہ ج۱ص۳۲۶-استنبول ترکی)

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم



باب دوم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

براہین قاطعہ (انبیٹھوی وگنگوہی)

خلیل احمد انبیٹھوی نے سال ۱۳۰۴ھ میں براہین قاطعہ لکھی۔انبیٹھوی نے اس کتاب میں ثابت کیا کہ شیطان کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف سے زیادہ ہے۔کوئی مسلمان ایسا قول نہیں کرسکتا۔دیابنہ اور وہابیہ تنقیص خدا وتنقیص نبوی میں بے باک واقع ہوئے ہیں۔جو بھی اس جماعت میں داخل ہوتا ہے،مقربین بارگاہ الٰہی کی تنقیص وتوہین اس کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔

مولانا عبدالسمیع بیدل رام پوری (م۱۳۲۰ھ-۱۹۰۰ء) نے سال ۱۳۰۲ھ میں ''انوار ساطعہ'' رقم فرمائی۔اس کتاب میں انھوں نے تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام کو ایک وقت میں بہت سے مقامات پر حاضر ہونے کی قوت عطا فرمائی ہے،اور یہ ہر بنی آدم کو پہچانتے ہیں۔اسی طرح شیطان کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک وقت میں متعدد مقامات پر حاضر ہونے کی قوت دی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عزرائیل علیہ السلام اور عزازیل دونوں سے افضل ہیں،پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم ان دونوں سے زیادہ ہوگا۔مولانا عبدالسمیع رام پوری نے اس عبارت میں علم نبوی کی وسعت کو سمجھانے کی کوشش فرمائی۔

یہ بھی واضح رہے کہ افضلیت ہر مقام میں اعلمیت کی دلیل نہیں ہے۔ہاں،اگر افضلیت علم ہی کی جہت سے ہوتو افضل مفضول سے زیادہ علم والا ہوگا۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام وجوہ کمالیہ میں تمام مخلوقات سے افضل ہیں،پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ علم والے ہیں،پس یہاں افضلیت اعلمیت کی دلیل ہے۔انبیٹھوی اور اس کے متبعین اس جانب غور نہیں کرتے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام صفات کمالیہ بشریہ میں سب سے افضل ہیں،اور علم بھی صفات کمالیہ میں سے ہے۔

براہین قاطعہ کی قابل مواخذہ عبارت

خلیل احمد انبیٹھوی نے لکھا:''الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے۔فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے''۔

(البراہین القاطعہ ص۱۲۲-دارالکتاب دیوبند)

توضیح:خلیفہ شیطان نے شیطان کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم اقدس سے زیادہ بتایا۔انبیٹھوی نے کہا کہ ابلیس کی

علمی وسعت نص سے ثابت ہے، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسعت علم کے لیے کوئی نص نہیں ہے۔انبیٹھوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے وسعت علم ثابت کرنے کو شرک کہا اور شیطان کے لیے وسعت علم ثابت کیا، یہاں شرک نہیں نظر آیا۔

عجب حال ہے کہ ایک ہی امر کہیں شرک ہو گیا اور کہیں نص سے ثابت ہو گیا۔دراصل انبیٹھوی نے شرک کا مفہوم ہی نہیں سمجھا۔

شرک کا مفہوم کیا ہے؟

غیر خدا کو معبود ماننا، یا واجب الوجود ماننا شرک ہے۔اسی طرح رب تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک ماننا بھی شرک ہے۔

(۱) قال المولیٰ فخرالدین الرازی: {واما الاشراک فوضع المعبودیة فی غیر اللّٰہ تعالیٰ–ولایجوز ان یکون غیرہ معبودًا اصلًا} (التفسیر الکبیر ج۲۵ص۱۲۸)

توضیح: غیر خدا کو معبود ماننا شرک ہے۔رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہوسکتا۔

(۲)قال التفتازانی: {الاشراک ہواثبات الشریک فی الالوہیة بمعنٰی وجوب الوجود کما للمجوس او بمعنٰی استحقاق العبادة کما لعبدة الاصنام} (شرح العقائدالنسفیہ ص۷۷)

توضیح: الوہیت میں کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ماننا شرک ہے۔الوہیت سے وجوب وجود اور استحقاق عبادت مراد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو واجب الوجود ماننا یا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو معبود ماننا شرک ہے۔

(۳)قال المولی عبدالحکیم السیالکوتی: {الصواب ما فی شرح المقاصد ان حقیقة التوحید عدم اعتقاد الشریک فی الالوہیة ای فی وجوب الوجود وخواصہا من تدبیرالعالم وخلق الاجسام واستحقاق العبادة}

(حاشیۃ السیالکوتی علیٰ شرح الدوانی للعقائدالعضدیہ ص۱۰)

توضیح: توحید کی حقیقت یہ ہے کہ الوہیت میں کسی کو رب تعالیٰ کا شریک اعتقاد نہ کیا جائے۔الوہیت سے وجوب وجود اور اس کے اوصاف خاصہ یعنی تدبیر عالم، خلق اجسام اور استحقاق عبادت مراد ہے۔

(۴)قال علماء مکة المکرمة فی ردکتاب التوحید للنجدی: {ہذا تشریع جدید مخالف لماجاء بہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وفہمہ الصحابة والتابعین وتبعہم وصار مذہب اہل السنة–فانہم صرحوا فی کتب العقائد –ان الشرک ہواثبات الشریک فی الالوہیة اما بمعنٰی وجوب الوجود کالمجوس اوبمعنٰی استحقاق العبادة کعبدة الاصنام–فمدار الشرک ورکنہ ہو اعتقاد تعدد الالٰہ کما ان التوحید اعتقاد وحدة الالٰہ}

(سیف الجبار ص۲۶-استنبول ترکی)

توضیح: علمائے مکہ معظمہ نے ابن عبدالوہاب نجدی(۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) کی کتاب التوحید کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ نجدی نے جو

بہت سے امور کوشرک کہا ہے۔ یہ نظریہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کے خلاف اور حضرات صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تشریح اور عقیدۂ اہل سنت کے خلاف ہے،اور ایک نئی شریعت گڑھنا ہے۔

علمائے اہل سنت وجماعت نے عقائد کی کتابوں میں شرک کا یہ مفہوم بیان کیا کہ کسی کو الوہیت میں اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دینا شرک ہے۔الوہیت سے مراد وجوب وجود ہے،یعنی کسی غیر خدا کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرح واجب الوجود تسلیم کیا جائے،جیسے مجوسی لوگ دو واجب الوجود مانتے ہیں۔ایک کو خالق خیر کہتے ہیں اور ایک کو خالق شر۔انہی دونوں کو وہ اہرمن اور یزدان کہتے ہیں۔یا الوہیت کا معنی استحقاق عبادت ہے کہ غیر خدا کو بھی مستحق عبادت سمجھا جائے،جیسے بت پوجنے والے غیر خدا کو مستحق عبادت سمجھ کر پوجتے ہیں۔

علم کے باوجود ضلالت وگمرہی

عزازیل معلم ملائکہ تھا۔جو فرشتوں کا استاذ ہو،اس کو کس قدر علم ہوگا۔علم وعمل کے باوجود شیطان کفر کو اختیار کرلیا اور توبہ بھی نہ کیا۔ اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ بہت سے لوگ علم وعمل کے باوجود گمرہی میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ایسوں کی پیروی نہ کی جائے۔

قال الهيتمي: {وَاِيَّاکَ اَنْ تَصْغي اِلٰى ما فى كتب ابن تيمية وتلميذه ابن قيم الجوزية وغيرهما ممن اتخذ اِلٰهَه هَوَاهُ–وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ–وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِه وَقَلْبِه وجعل عَلٰى بصره غِشَاوَةٌ–فَمَنْ يَهْدِيْهِ من بعد اللّٰه–و كيف تجاوز هٰؤلاء الملحدون الحدود–وَتَعَدُّوا الرُّسُوْمَ–وخرقوا سياج الشريعة والحقيقة–فَظَنُّوْا بذلک– اَنَّهم علٰى هدى من ربهم–وَلَيْسُوْا كَذٰلِکَ–بَلْ هُمْ عَلٰى اَسْوَأِ الضَّلَالِ–واقبح الخصال–وابلغ المقت والخسران–وانهى الكذب والبهتان–فَخَذَلَ اللّٰهُ مُتَّبِعَهُمْ–وَطَهَّرَالْاَرْضَ من امثالهم}

(الفتاوی الحدیثیہ ص ۱۴۴-دار الفکر بیروت)

بے اصل روایت سے انبیٹھوی کا استدلال

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے ''مدارج النبوۃ'' میں ایک روایت نقل کی اور پھر اس کی تردید فرمائی اور رقم فرمایا کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔انبیٹھوی نے اس حدیث کی روایت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی جانب منسوب کی اور اس سے استدلال کیا،حالاں کہ شیخ محدث دہلوی نے اس روایت کی تردید فرمائی ہے،یعنی وہ روایت ان کے یہاں بے اصل ہے،پھر ان کی جانب نسبت کرکے اس حدیث سے استدلال کرنا یقیناً ایک بڑی علمی خیانت ہے۔

یہاں دو عیب ہیں:(۱) شیخ محدث دہلوی کی جانب اس روایت کی نسبت (۲) اور بے اصل روایت سے استدلال۔جب کوئی محدث کسی روایت کی تردید کرے تو ان کو اس حدیث کا راوی قرار نہیں دیا جاسکتا،بلکہ ان کو اس روایت کو رد کرنے والا قرار دیا جائے گا۔ محدث کبھی رد کرنے کے واسطے بھی اس حدیث کو نقل کرتا ہے،لیکن رد کردینے کے بعد اب اس حدیث کی نسبت ان کی جانب نہیں

کی جاسکتی ،اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فلاں محدث اس حدیث کے راوی ہیں ۔محدثین نے بہت سی روایتوں کونقل کرکے اس کوموضوع ، بے اصل اور باطل قرار دیا۔ایسی صورت میں ان کی نقل کردہ غیر ثابت روایات کی نسبت ان کی جانب درست نہیں ، کیوں کہ وہ تردید کرچکے۔

خلیل احمد انبیٹھوی نے لکھا:''شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں''۔

(البراہین القاطعہ ص ۱۲۱-دارالکتاب دیوبند)

مذکورہ بالا روایت بے اصل ہے،اس کے باوجود انبیٹھوی نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی کے واسطے اس بے اصل روایت کو اپنی دلیل بنایا،اور حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسعت علم پر نص قطعی موجود ہے۔اسے تسلیم نہیں کیا۔

رب تعالیٰ نے ارشادفرمایا:{وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ}(سورہ نساء: آیت ۱۱۳)

فالحمد لِلّٰهِ الَّذِیْ اَدْخَلَنِیْ فِیْ عَسْکَرِ حَبِیْبِه سید الانس والجان::اَوْسَعِ الْعِلْمِ وَالْعِرْفَان::عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ من مُنَزِّلِ الْقُرْاٰنِ::فِیْ کُلِّ حِیْنٍ وَاٰنٍ::وَاَعْطَانِی السَّیْفَ وَالسِّنَانَ::وَجَعَلَنِیْ فَارِسًا کَرَّارًا عَلٰی اَعْدَاءِ حبیب الرَّحْمٰنِ::وَیَتَحَیَّرُ مِنِّی الْحَیْرَانُ وَاَصْحَابُ الْخُذْلَانِ::فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا کاملا فی کل الزمان وقبل الزمان::

احکام باب

کسی مخلوق کو حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ علم والا بتانے کامفہوم یہ ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس سے کم علم والا بتایااورآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رتبہ کو گھٹایا۔یہی تنقیص شان ہے اور یہ کفر ہے۔

قَالَ الْخَفَّاجی:{(اِنَّ جمیع مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیه وسلم)بشتمة(اَوْ عَابَه)هواعم من السب-فَاِنَّ مَنْ قَالَ:فلان اَعْلَمُ مِنْهُ صلی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-فَقَدْ عَابَه وَنَقَّصَه-وَلَمْ یَسُبَّه}(نسیم الریاض ج ۴ص ۳۳۵)

توضیح:سب وشتم خاص ہے اور عیب لگانا عام ہے،لیکن سب وشتم ،تنقیص وعیب جوئی ان تمام کاایک ہی حکم ہے۔تفصیل باب چہارم میں مرقوم ہے۔جس نے کہا کہ فلاں شخص حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ علم والا ہے تو اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عیب لگایا۔ایسا صریح جزئیہ موجود ہے،اس کے باوجود گنگوہی وانبیٹھوی نے رجوع نہیں کیا۔اپنی تاویل پراعتماد کیا۔وہی تاویل باطل جس کے سبب ہر گمراہ کامعلم اول شیطان لعین دربار خداوندی سے نکالا گیا۔اب عزازیل کی ذریت ویسی ہی تاویل باطل کے سبب بارگاہ الٰہی میں قبولیت کاخیال غلط اپنے دلوں میں بسائے راہی ملک عدم ہورہے ہیں۔توبہ سے گریزاوراپنی ضد پراستقامت کوکمال سمجھ رہے ہیں۔

بہاول پور کامناظرہ

براہین قاطعہ میں بہت سی عباتیں قابل مواخذہ اورخلاف شرع ہیں۔یہ کتاب خرافات وواہیات کامجموعہ ہے۔

دراصل یہ کتاب انبیٹھوی کے گمراہ وگمراہ گراستادرشیداحمد گنگوہی کے افادات میں سے ہے۔

الرسالة السادسة

گنگوہی کے سیرت نگار عاشق الٰہی میرٹھی نے ''تذکرۃ الرشید'' (ج۲ص۳۴۱) پر اس حقیقت کو بیان کیا ہے۔

براہین قاطعہ ۱۳۰۴ھ میں طبع ہوئی تھی۔اس وقت انبیٹھوی بہاول پور کے نواب محمد صادق عباسی کے مدرسہ میں مدرس تھا،اور انبیٹھوی مشہور عالم دین علامہ غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ والرضوان (م۱۳۱۵ھ-۱۸۹۷ء) کے دوستوں میں سے تھا۔

علامہ قصوری براہین قاطعہ کی خلاف شرع اور گستاخانہ عبارتوں پر مطلع ہوئے۔انہوں نے انبیٹھوی کو سمجھایا،لیکن انبیٹھوی نے رجوع سے انکار کیا۔انجام کار علامہ قصوری اور انبیٹھوی کے درمیان ۳؍شوال المکرم ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۸۸۹ء میں مناظرہ ہوا۔

بہاول پور کے نواب محمد صادق عباسی مناظرہ کے منتظم تھے،اور نواب عباسی کے پیر طریقت شاہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ مناظرہ کے فیصل تھے۔یہ تحریری مناظرہ تھا۔انبیٹھوی کی مدد کے لیے گنگوہی نے دیوبند سے محمود حسن دیوبندی کو بھیجا،لیکن وہابیہ مناظرہ ہار گئے۔

حضرت شاہ غلام فرید(۱۲۶۱ھ-۱۳۱۹ھ) نے علامہ قصوری کے حق میں فیصلہ دیا اور تحریر فرمایا کہ خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہ وہابی ہیں اور اہل سنت وجماعت سے خارج ہیں۔اس فیصلہ کے بعد نواب بہاول پور نے انبیٹھوی کو ریاست بہاول پور سے نکال دیا۔

علامہ قصوری نے مناظرہ کے مباحث کو جمع فرمایا اور اس مجموعہ کا نام ''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل'' رکھا۔اس مجموعہ کو وہ حرمین طیبین لے گئے۔وہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں گیارہ ماہ رہے۔علمائے حرمین طیبین نے اس کتاب پر اپنی تصدیقات رقم فرمائیں۔

حرمین طیبین میں بھارت کے جو علمائے کرام تھے،ان حضرات نے بھی تصدیق تحریر فرمائی۔تصدیق کنندگان میں دیابنہ کے پیر طریقت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور اکابر دیوبند کے پیر بھائی شیخ الاسلام علامہ انوار اللہ فاروقی حیدرآبادی بھی تھے۔حرمین طیبین کے چھ علمائے کرام اور بھارت کے تیرہ علمائے کرام نے تصدیقات رقم فرمائیں۔تصدیق کنندگان کے اسمائے گرامی مرقومہ ذیل ہیں۔

علمائے حرمین طیبین:

(۱)مفتی احناف علامہ محمد صالح کمال (مکہ معظمہ)(۲)مفتی مالکیہ علامہ محمد عابد بن حسین مالکی (مکہ معظمہ)(۳)مفتی شوافع علامہ محمد سعید بابصیل (مکہ معظمہ)(۴)مفتی حنابلہ علامہ خلف بن ابراہیم (مکہ معظمہ)(۵)مفتی احناف علامہ عثمان بن عبد السلام داغستانی (مدینہ منورہ)(۶)علامہ محمد بن ظاہر سید (مدرس مسجد نبوی:مدینہ منورہ)

علمائے ہند:

(۷)حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (۸)شیخ الہند علامہ رحمت اللہ کیرانوی (۹)شیخ الدلائل علامہ عبد الحق الٰہ آبادی مہاجر مکی (۱۰)شیخ الاسلام علامہ انوار اللہ فاروقی (۱۱)مولانا امام الدین احمد (۱۲)حافظ عبد اللہ سندی متاری (۱۳)مولانا حضرت نور مدرس اول:مدرسہ ہندیہ مکیہ(مکہ معظمہ)(۱۴)مولانا عبد السبحان مدرس ثانی:مدرسہ ہندیہ مکیہ(مکہ مقدسہ)(۱۵)مولانا محمد سعید مطیع (۱۶)مولانا ابو المعظم سید اعظم حسین (۱۷)مولانا عصمت علی (۱۸)مولانا نور الدین (۱۹)مولانا حمزہ۔

الرسالة السادسة

علمائے حرمین طیبین کی تصدیقات

تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل پرحرمین طیبین کے علمائے کرام کی تصدیقات منقولہ ذیل ہیں۔

(۱) مکہ معظّمہ کے مفتی احناف کی تصدیق

علامہ محمد صالح بن صدیق کمال حنفی (مفتی احناف: مکہ معظّمہ)

{الحمد لله رب العٰلمين المنزه عما لا يليق بجلاله—والصلوٰة والسلام علىٰ سيدنا محمد المبرء عما لا ينبغى لكماله—وعلىٰ آله واصحابه وانصاره واحزابه.

اما بعد! فان هذه التعقبات علىٰ صاحب البراهين ومقرظه مع المؤيدين واردة صحيحة كما يظهر ذلک بالبداهة لمن طالعها خاليًا من نزغات القبيحة وحكم صاحب البراهين مع المؤيدين والمقرظين حكم المتزندقين بيقين كما صرحت به كتب الفقهاء والمحدثين—نعوذ بالله مما يوجب الخزى والندامة—ويورث الحسرة وسواد الوجه فى عرصات القيامة—انزه ربى عن مقالة كاذبة—كفور بما سمى براهين قاطعة—وما حكمه فى ذا سوى ضربة امرئ —بسيف له فى الحق انوار ساطعة—يباعد منها رأسه عن مكانه—وتبقى لاهل الزيغ والجهل قامعة—وجزى الله من تصدى للرد عليهم خيرجزائه—ووقاه شرحساده واعدائه: آمين

امربرقمه خادم الشريعة راجى اللطف الخفى محمد صالح ابن المرحوم صديق كمال الحنفى مفتى مكة المكرمة حالًا كان الله لهما—حامدًا مصليًا مسلمًا: محمد صالح كمال —۳/ذى الحجة ۱۳۰۷ھ}

(تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل ص۳۹۱-رضا اکیڈمی ممبئی)

(۱) مکہ معظّمہ کے مفتی مالکیہ کی تصدیق

علامہ محمد عابد بن حسین مالکی (مفتی مالکیہ: مکہ معظّمہ)

{حمدًا لمن قيض من فضله من يؤيد دينه القويم وينفى عنه شبه اهل الضلال ويرد برهانهم العقيم— والصلٰوة والسلام علىٰ سيدنا محمد الهادى من الضلال وعلىٰ اٰله ومن تبعهم من اهل الفضل والكمال—سيما علماء السنة والجماعة جعلهم الله سهمًا قاتلًا لاهل البدعة والضلالة—اٰمين

اما بعد! فانى قد تصفحت غالب ما فى هذا الرد فوجدت قائله قد اجاد ولزم الحد فلله دره من محسن حيث تصدى للرد علىٰ هذا المفتن فجزاه الله احسن الجزاء واكثر من امثاله مدة نزول الغيث من السماء.

كتبه راجی العفو من واهب العطية محمد عابد ابن المرحوم الشيخ حسين مفتی المالكية ببلد اللّٰہ المحمية–مصليًا مسلمًا: محمد عابد بن حسين مفتی المالكية} (تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل ص۳۹۵)

(۳) مکہ معظّمہ کے مفتی شوافع کی تصدیق

علامہ محمد سعید بن محمد بابصیل شافعی (مفتی شوافع: مکہ معظّمہ)

{الحمد للّٰہ وحده وصلی اللّٰہ وسلم علٰی سيدنا محمد وعلٰی اٰله وصحبه والسالكين مهجعهم–بعده اللّٰهم هداية للصواب–قد نظرت فی جملة من كلام صاحب البراهين وكلام المؤيدين له ونظرت ايضًا فی كلام المعترض بالتعقيبات علٰی صاحب البراهين فرأيت الحق والصواب الذی لا شک فيه والارتياب مع المعترض بالتعقيبات المنقولة والمحفوظة من كتب اهل السنة والجماعة.

واما صاحب البراهين والمؤيدين له فهم اشبه بالشيطان واهل الزيغ والزندقة اِنْ لم يكونوا كفارًا بيقين وجزی اللّٰہ عنا وعن ديننا الشيخ المعترض بالتعقيبات الجزاء الجميل واحله وتعقيباته المذكورة من القلوب المحل الجليل وشكراللّٰہ مسعاه واناله فی الدارين من خيراتهما ما يتمناه–واللّٰہ سبحانه وتعالٰی اعلم.

رقمه المرتجی من ربه كمال النيل محمد سعيد بن محمد بابصيل مفتی الشافعية ورئيس العلماء فی الحرم المكی–غفراللّٰہ له ولوالديه ومشائخه واخوانه ومحبيه وجميع المسلمين آمين–محمد سعيد بابصيل}

(تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل ص۳۹۳)

(۴) مکہ معظّمہ کے مفتی حنابلہ کی تصدیق

علامہ خلف بن ابراہیم حنبلی (مفتی حنابلہ: مکہ معظّمہ)

{الحمد للّٰہ وحده–رب زدنی علمًا–استمد من اللّٰہ التوفيق والرشاد لاقوم طريق–اعلم ايها السائل! ان مذهب الحنابلة فی مثل هذه المسائل مذهب السلف المامون من الزيغ والتزييف والتاويل مما يوجب العقاب والتلف–وان من نسب للذات العلية المقدسة الاتصاف بالكذب فقد اخطأ وخالف الاجماع و اتصف بالكفران لم يتب ويرجع عن مقالته–وفی الكتاب العزيز قوله سبحانه و تعالٰی–ومن اصدق من اللّٰہ قيلًا–ومن اصدق من اللّٰہ حديثًا–وانما يفتری الكذب علی اللّٰہ الذين لا يومنون باللّٰہ الاٰية.

وقال الشيخ السفارينی الحنبلی رحمه اللّٰہ تعالٰی: وكل نقص قد تعالی اللّٰہ–فيا بشری لمن والاه–وما اجاب به صاحب التعقيبات علٰی صاحب البراهين والمؤيدين له فهوالحق الذی لا محيص عنه فجزاه اللّٰہ عن

المسلمين خيرًا فجزاه مغفرةً ورحمةً واجرًا–واللّٰه سبحانه وتعالٰی اعلم.

امر برقمه الحقير خلف بن ابراهيم خادم افتاء الحنابلة بمكة المشرفة حالًا–حامدًا مصليًا مسلمًا: خلف بن ابراهيم} (تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل ص۳۹۳)

(۵) مدینہ منورہ کے مفتی احناف کی تصدیق

علامہ عثمان بن عبد السلام داغستانی حنفی (مفتی احناف: مدینہ منورہ)

{الحمد للّٰه تعالٰی اسأل اللّٰه المولی الكريم ذا الطول التوفيق والاعانة فی الفعل والقول–نحمدک اللّٰهم يامن جعلت العلماء المتقين من هذه الامة مصابيح يستضاء بهديهم فی ظلمة ليل الشک الداج–وقصمت بماضی صوارم حججهم ظهر كل من تظاهر بمضلات الفتن من اهل الزيغ و الاعوجاج–والصلٰوة والسلام علی المبعوث بالأيات البينات المنذر بانه ستكون بعده منات وهنات صاحب الملة البيضاء النقية التی الليل منها كالنهار القائل اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار وعلٰی اٰله واصحابه القامعين باسنة الالسنة و السن الاسنة كل مبير وكذاب–والفاضحين بشهب ثواقب افكارهم كل متهوک ضل عن سنن السنة ومنهج الكتاب.

وبعد فقد اطلعت علٰی هذا الرد المتين والاعتراض الفارق بين الغث والسمين علٰی صاحب البراهين التی دلت علٰی سراب بقيعة وبرت علٰی سخافة عقل ملفق كلماتها القطعية فلعمری انه لعميق الغوص فی لجج الضلال مستحق الخزی من ذی الملكوت والجلال وللّٰه درصاحب هذا الرد فانه قد افاد واجاد بلغه اللّٰه غاية المراد وجزاه خيرالجزاء الاوفٰی وااناله اجل مكانة و زلفٰی وصلی اللّٰه علٰی سيدنا محمد الفاتح الخاتم وعلٰی اٰله واصحابه الذ ين اشادوا للهدی محكم الدعائم واللّٰه سبحانه ولی الهداية وبه العصمة والحماية.

نمقه الفقير الٰی عفوربه عثمان بن عبد السلام داغستانی مفتی المدينة المنورة الحنفی عفی عنه– ۵: محرم الحرام ۱۳۰۸ھ–عثمان بن عبد السلام داغستانی} (تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل ص۳۹۸،۳۹۹)

(۶) مسجد نبوی: مدینہ منورہ کے استاذ کبیر کی تصدیق

علامہ محمد علی بن ظاہر سید (استاذ کبیر، مسجد نبوی: مدینہ منورہ)

{الحمد للّٰه الذی شرح صدر بعض عباده وهداه الی الحق المبين وضيق صدر بعضهم وجعله حرجًا حتّٰی انكر الامورالثابتة باليقين والصلٰوة والسلام علٰی من شيد اركان الدين وعلٰی اٰله واصحابه والتابعين.

الرسالة السادسة

وبعد فقد اطلعت على هذا الرد الواضح الذى هولصاحب البراهين فاضح-فللّٰه دُّوٌ مؤلفه وجزاه خيرًا عن الامة-وادخله فى شفاعة نبيها نبى الرحمة-اما ما نقله الشيخ الراد عن صاحب البراهين وعن المؤيدين له الفسقة فانه كفرصراح وزندقة-سلک اللّٰه بنا سبيل الحق والهداية وجنبنا طريق الباطل والغواية.

کتبه العبد الاحقرمحمد على بن ابن السيد الظاهر الوترى الحنفى المدنى خادم العلم والحديث بالمسجد الشريف النبوى-حامدًا مصليًا مسلمًا: محمد على ابن الظاهر السيد}

(تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل ص۴۰۰)

نوٹ: مدینہ منورہ میں علامہ قصوری صرف ایک ہفتہ قیام پذیر رہے،اس لیے وہاں کے دو ہی عالم کی تصدیق حاصل ہوسکی۔

علمائے ہند کی تصدیقات

تقدیس الوکیل میں حرمین طیبین کے چھ اکابر علمائے کرام اور ہند کے تیرہ علمائے کرام کی تصدیقات ہیں۔

علامہ غلام دستگیر قصوری نے تحریر فرمایا: ''فقیر کان اللہ لہ چار مہینہ تک مکہ معظّمہ میں رہا اور یہ رسالہ شریفہ بھی تصدیق علمائے کبار سے مکمل ہوا۔تب بعد ادائے حج کے فقیر اخیر ذی حجہ میں مدینہ منورہ کو روانہ ہوا۔تیسری منزل اثنائے راہ میں بعالم رویا دیکھتا ہوں کہ مدینہ منورہ پہنچ گیا ہوں،اور ایک شخص گندم گوں نے دو میٹھی روٹی دے کر کہا کہ یہ تیرے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجی ہیں۔

فقیر نے چند لقمہ اس کے کھائے،اور حظ وافر اٹھائے،اور شکر بے حد بجالایا،جس سے دریافت ہوا کہ یہ جلد رخصت کا نشان ہے۔

ویسا ہی ہوا کہ ارادہ تھا کہ دو ماہ تک مدینہ منورہ میں قیام کروں گا۔سو بعد ایک جمعہ کے بہ سبب ممانعت رہائش کے کہ قریش کے قافلہ میں مرض،وبا تھی۔قافلہ واپس مکہ معظّمہ ہوا۔

رشید احمد گنگوہی کی فریب بازی اور مفتی احناف مکہ معظّمہ سے حصول تصدیق

فقیر مکہ معظّمہ میں جب واپس آیا تو حضرت مولانا صاحب پایہ حرمین شریفین سے دریافت ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایک فتویٰ امتناع کذب باری تعالیٰ کا بھیجا ہے،جس کے اخیر میں درج ہے کہ: ''حق تعالیٰ مغفرت کفار پر قادر ہے،اور یہ عقیدہ جمیع امت سعیدہ کا ہے'': الخ۔ہم نے تو اس پر تصدیق نہیں کی کہ اس دھوکے سے وہ اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں،مگر سنا گیا ہے کہ مفتی صاحب حنفی مکہ معظّمہ سے ان کے بعض دوستوں نے اس فتوے پر کچھ لکھوا لیا ہے۔اس کا حال معلوم کرنا لازم ہے،تب فقیر نے مفتی صاحب موصوف سے دریافت کیا تو انہوں نے یہ فتویٰ اور اپنی تصدیق دکھلائی۔

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

سئل فى ان اللّٰه تعالىٰ هل يتصف بصفة الكذب ام لا؟ومن يعتقد انه يكذب كيف حكمه؟افتونا ماجورين.

الرسالة السادسة

الجواب:ان اللّٰه تعالیٰ منزه من ان يتصف بصفة الكذب وليست فی كلامه شائبة الكذب ابدًا كماقال ((وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا))ومن يعتقد او يتفوه بانه تعالیٰ يكذب فهو كافر وملعون قطعًا ومخالف بالكتاب والسنة واجماع الامة–تعالی اللّٰه عما يقول الظّٰلمون علوًّا كبيرًا.

نعم–اعتقاد اهل الايمان ان ما قال اللّٰه تعالیٰ فی القراٰن فی حق فرعون وهامان وابی لهب انهم جهنميون فهو حكم قطعی،لايفعل خلافه ابدًا–لكنه تعالیٰ قادر علیٰ ان يدخلهم الجنة وليس بعاجز عن ذلک ولا يفعل هذا مع اختياره–قال تعالیٰ :

((وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰيهَاوَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ))

فتبين من هذه الأية انه تعالیٰ لوشاء لجعل كلهم مؤمنين ولكنه لايخالف ما قال–وكل ذلک بالاختيار،لا بالاضطرار–وهوفاعل مختار،فعال لما يريد–هذا عقيدة جميع علماء الامة–قال البيضاوی تحت تفسير قوله تعالیٰ:((ان تغفرلهم–الخ))وعدم غفران الشرک مقتضی الوعيد فلا امتناع فيه لذاته–واللّٰه اعلم بالصواب.

كتبه الاحقر:رشيد احمد گنگوهی

جواب مفتی الاحناف بمكة المطهرة

الحمد لمن هوبه حقيق–ومنه استمد العون والتوفيق–ما اجاب به العلامة رشيد احمد المذكور هوالحق الذی لا محيص عنه–لان الكذب نقص وكل نقص مستحيل عليه تعالیٰ–ومعتقد اتصافه بالكذب كافر قطعًا الا لعنة اللّٰه علی الكافرين–وفی الفتاوی الهند ية عن البحر: يكفراذا وصف اللّٰه تعالیٰ بما لا يليق به اوسخر باسم من اسمائه اوبامرمن اوامره او انكروعده او وعيده اوجعل له شريكًا او ولدًا اوزوجةً او نسبةً الی الجهل او النقص–الخ

والكفر تكذيب محمد صلی اللّٰه عليه وسلم فی شیء مما جاء به من الد ين ضرورة وقد جاء صلی اللّٰه عليه وسلم بقوله جل وعلا:((وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا))وبقوله:((وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا))ای لا احد اصد ق من اللّٰه قولًا وفی نسبة الكذب الی اللّٰه جل شانه تكذيب له عليه الصلوٰة والسلام فيما جاء به ضرورة.

وفی شيخ زاده فی شرح تفسير قوله تعالیٰ:((وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰ يهَا–الخ)) روی عن الحسن انه قال:خطبنا ابوهريرة رضی اللّٰه عنه علیٰ منبر رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم وقال:سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم يقول:ليعتذرن اللّٰه الیٰ اٰدم علیٰ نبينا وعليه الصلوٰة والسلام–ثلث معاذير–يقول اللّٰه تعالیٰ:يا اٰدم لولا انی لعنت الكذابين وابغضت الكذب والخلف واعذب لهم،لرحمت اليوم ولدک اجمعين من شدة ما

الرسالة السادسة

اعددت لهم من العذ اب—الحديث

وفی ھـذا القدر کفایة لمن حلت قلبه الهدایة واللّٰه الهادی الٰی سواء السبیل لارب غیره ولاخیر الا خیره وصلی اللّٰه علی النبی وعلٰی اٰله وصحبه وسلم.

امـربـرقـمـه خـادم الشریعة راجی اللطف الخفی—محمد صالح ابن المرحوم صدیق کمال الحنفی مفتی مکة المکرمة حالًا—کان اللّٰه لهما—حامدًا ومصلیًا ومسلمًا.

اس فتوے کو دیکھ کرفقیر نے مغفرت کفار کے امکان کے رد میں چند صفحہ کی تحریر مرتب کر کے حضرت مولانا صاحب پایہ حرمین شریفین کی خدمت میں پیش کی، جس پرانہوں نے یہ تقریظ لکھوائی:

{قد اجاد فیما افاد فللّٰه دره—محمد رحمت اللّٰه عفی عنه}

چوں کہ اس تحریر کے دلائل رسالہ عربیہ میں موجود تھے، اس لیے اس کا اندراج ضروری نہ جان کر وہ تحریر لکھتا ہوں جو حضرت مفتی حنفی مکہ معظّمہ کی خدمت میں تحریر پیش کی تھی: وہو ہذا۔

لا شک فـی ان حـضـرـة مـفتـی الحنفیة انما صدق جواب رشید احمد فی امتنا ع اتصافه تعالٰی بالکذب لـعـدم الاختـلاف فیـه بیـن الـمسـلـمیـن—لکن لا یخفی ان غرض رشید احمد من ازدیاد قوله:"نعم اعتقاد اهل الایـمـان ان مـا قال اللّٰه تعالٰی فی القراٰن—الخ"—اثبات امکان الکذب له،تعالٰی عما یقوله الظلمون علوًّا کبیرًا—لان خلیل احمد تلمیذه قال فی قوله الاول من البراهین القاطعة علٰی ظلام الانوارالساطعة:

ان خلف الوعید جائز عند الاشاعرة—وامکان کذبه تعالٰی فرع خلف الوعید—انتهٰی مترجمًا وملخصًا

وایضًا قال فی الجواب التفصیلی عن الاعتراض علٰی هذا القول:"ان امکان کذبه تعالٰی شعبة عموم قدرته تعالٰی—الخ—وهذا اعتقاد اهل السنة ومخالفه خارج عن دائرة اهل السنة"—انتهٰی

وهـذا رشیـد احـمد قد قرظ علی البراهین القاطعة وصدقه بکمال التصدیق ولقبه بالدلائل الواضحة علٰی کراهة المروج من المولود والفاتحة—وامر بطبع ذلک واشتهاره غایة التشهیر.

فلما رد اقوالهم فی مناظرة بهاولفور وصار استیصالهم واشتهر ان تردیدهم زین بتصحیح علماء الحرمین الـمـحتـرمین—فالاٰن اراد رشید احمد ان یثبت مسئلة امکان کذبه تعالی بالخدا ع والاخترا ع فلهٰذا یستفتی من حـضـرات مفاتی مکة المکرمة دام فضلهم ورشدهم—ان یبینوا حکم مسئلة مغفرة الکفار—وان رشید احمد مع کونه حنفیًّا ماتریدیًّا یثبت قول الاشاعرة ویدعی ان هذه عقیدة جمیع علماء الامة—کیف حکمه؟

افتونا ماجورین وعلٰی اعداء الدین منصورین.

الرسالة السادسة

جواب حضرة المفتى الحنفى بمكة المعظمة

الحمد لمن هوبه حقيق ومنه استمد العون والتوفيق—اعلم رحمک اللّٰه—انی لما سودت الجواب علی السوال الذی اجاب علیه رشید احمد کان فی عزمی التکلم علیٰ ما استدرک به رشید المذکور بقوله:نعم—الخ—بانه مخالف لما علیه الماتریدیة وهوالصحیح الذی علیه المعول—وعند امری بتبییضه وکان السائل یعجل عَلَیَّ فی الجواب،انسیت ذلک وکتب الجواب مقتصرًا علیٰ ما فی السوال.

واقول الأن:ان الحنفیة لا یجوزون غفران الکفر عقلًا کما لا یجوز سمعًا—لان تعذیب الکفار واقع لا محالة فیکون وقوعه علیٰ وجه الحکمة—فالعفوعنهم علیٰ خلاف الحکمة—فیجب تنزیه افعاله تعالیٰ عنه—کذا قاله ابوالبقاء فی کلیاته فی مبحث الوعد—فانظره.

وفی معین المفتی علیٰ جواب المستفتی للعلامة محمد بن عبد اللّٰه التمرتاشی الحنفی صاحب تنویر الابصار: ”العفو عن الکفر لایجوز عقلًا خلافًا للاشعری—و تخلید المومنین فی النار والکافرین فی الجنة یجوز عقلًا عندهم—الا ان السمع ورد بخلافه—وعندنا لایجوز ولایوصف اللّٰه تعالیٰ بالقدرة علی الظلم والسفه والکذب لان المحال لایدخل تحت القدرة—وعند المعتزلة یقدرولایفعل“—انتهٰی

وقال صاحب العمدة من الحنفیة وهوالعلامة ابوالبرکات النسفی:”تخلید المومن فی النار والکافرفی الجنة یجوزعقلا عندهم یعنی الاشاعرة الا ان السمع ورد بخلافه وعندنا معشرالحنفیة لا یجوز“—انتهی

وفی حا شیة شرح العقائد لرمضان افندی:”وزعم بعضهم من اهل السنة ای فی الجواب عن تمسک المعتزلة وهولیس بمرضی عند الشافعی رحمه اللّٰه تعالیٰ ان الخلف کرم فیجوزمن اللّٰه تعالیٰ—والمحققون علیٰ خلافه—کیف(ای کیف یجوزالخلف من اللّٰه تعالیٰ فی الوعید)وهو(ای الخلف)تبدیل للقول—وقد قال اللّٰه تعالیٰ:{مَا یُبَدَّ لُ الْقَوْلُ لَدَیَّ“—انتهٰی.

وفی رد المحتار:”وصرح التفتازانی وغیره بان المحققین علیٰ عدم جواز خلف الوعید—وصرح النسفی بانه الصحیح لاستحالته علیه تعالیٰ لقوله تعالیٰ:((مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ))و قوله:((ولن یخلف اللّٰه وعده))ای وعیده—وانما یمدح به العباد خاصة“—انتهٰی

وحیث کان هذا هوالصحیح الذی علیه المحققون فاستدراک رشید احمد المجیب المذکور بقوله نعم—الخ—وهو ماتریدی العقیدة قبیح جدًّا—وعبارة البیضاوی التی اوردها المجیب فی الاستدلال علیٰ ذلک لم

الرسالة السادسة

یعرج علیھا صاحب الجلالین ولا محشیه الجمل ولا صاحب الدر المنثور مع کونھم اشعریین—وما ذلک الا لکونھا خلاف الصحیح،حتی عندھم بدلیل ما فسروا به الأیة—وھی:((ان تعذبھم))ای من اقام علی الکفر منھم —فانھم عبادک—وان تغفرلھم ای لمن اٰمن منھم—الخ

واما ما تفوه به صاحب البراھین القاطعة له مما لم یسبقه علیه احد من اھل السنة فھو شعبة عموم جھله المرکب—وان قرظ علیه من برشید تلقب—اذ لا یرضی بان یسمعه اشعری ولا ماتریدی فضلًا عن کونه به یتمذھب—واللّٰه الموفق للرشاد—واعاذنا وجمیع المسلمین عن سوء الاعتقاد والافساد—وصلی اللّٰه علٰی سیدنا محمد وعلٰی اله وصحبه الامجاد.

امر برقمه خادم الشریعة راجی اللطف الخفی محمد صالح کمال ابن المرحوم صدیق کمال الحنفی مفتی مکة المکرمة حالًا—کان اللّٰه لھما—حامدًا ومصلیًا ومسلمًا

جب مفتی صاحب نے اس قول بے عول کی بخوبی تردید کردی تو فقیر نے گنگوہی صاحب کے دوستوں کو بخوبی واقف کرادیا، اور حضرت مولانا وبالفضل اولانا حضرت حاجی مہاجر مکہ معظّمہ پایہ حرمین شریفین نے بھی اس باب میں بہت تائید فرمائی، بلکہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے بھی ان کی ترک مدد کے واسطے بہت گفتگو درمیان میں آئی۔ چناں چہ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ میں حضرت حاجی صاحب موصوف نے فقیر کی دومرتبہ دعوت فرمائی، اور ارشاد کیا کہ آپ کسی کا نام نہ لکھو، صرف مسائل متنازعہ لکھ دو، ہم بھی اس پر دستخط ومہر کردیں گے، تب فقیر نے یہ تحریر ان کی خدمت میں پیش کی‘‘۔(تصدیق الوکیل عن توہین الرشید والخلیل ص۴۶۳ تا ۴۷۳)

حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے فرمان کے مطابق علامہ قصوری نے اپنے رسالہ کی تلخیص چند اوراق میں تحریر فرمائی اور حاجی امداداللہ مہاجر مکی کی خدمت میں پیش فرمایا۔ حاجی امداداللہ مکی نے اس تلخیص کو شیخ الدلائل علامہ عبدالحق الٰہ آبادی مہاجر مکی کی خدمت میں بھیج دیا۔

حضرت شیخ الدلائل مہاجر مکی نے اس کی تصدیق فرمائی، اس کے بعد حاجی امداداللہ مہاجر مکی نے اس کی تصدیق فرمائی، پھر ان کے مرید وخلیفہ شیخ الاسلام انواراللہ فاروقی حیدرآبادی نے تصدیق فرمائی، اور حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے دیگر اصحاب یعنی مولانا حمزہ، مولانا نورالدین، مولانا محمد سعید مطیع، مولانا ابوالمعظم سید اعظم حسین، اور مولانا عصمت علی نے تصدیق فرمائی۔ تصدیقات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) تصدیق شیخ الدلائل علامہ عبدالحق الٰہ آبادی مہاجر مکی

{حامدًا ومصلیًا ومسلمًا:ما کتب فی ھذا القرطاس صحیح،لاریب فیه:واللّٰه سبحانه وتعالٰی اعلم وعلمه اتم}حرره:محمد عبد الحق عفی عنه(تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل ص۴۷۸)

(۲) تصدیق شیخ اکابر دیابنہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

''تحریر بالا صحیح اور درست ہے، اور مطابق اعتقاد فقیر کے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے کاتب کو جزائے خیر دے۔

بے سبب گر عزیما موصول نیست　　　　قدرت از عزل سبب معزول نیست''

محمد امداد اللہ فاروقی

(تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل ص ۴۷۸)

(۳) تصدیق شیخ الاسلام علامہ انوار اللہ فاروقی حیدر آبادی

{الجواب صحیح}

محمد انوار اللہ

(تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل ص ۴۷۸)

(۴) تصدیق مولانا حمزہ

''جو عقائد اس جواب میں مذکور ہیں، وہ اہل سنت کے کتب میں مسطور ہیں: واللہ اعلم''۔

حررہ المفتقر الیٰ امداد القوی: حمزۃ النقوی عفی عنہ

(تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل ص ۴۷۸)

(۵) تصدیق مولانا نور الدین

''عقائد مندرجہ رسالہ ہذا مطابق کتب اہل سنت و جماعت کے۔ فقط: حررہ نور الدین عفی عنہ''

(تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل ص ۴۷۸)

تقدیس الوکیل میں حرمین طیبین کے چھ علمائے کرام اور بھارت کے تیرہ علمائے کرام کی تصدیقات ہیں۔ تقدیس الوکیل کے آخر میں مکہ معظّمہ میں مقیم علمائے ہند کی تصدیقات ہیں۔ ان میں سے شیخ الہند علامہ رحمت اللہ کیرانوی، شیخ الدلائل علامہ عبدالحق الٰہ آبادی مہاجر مکی، شیخ اکابر دیوبند حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، شیخ الاسلام علامہ انوار اللہ فاروقی حیدر آبادی وغیرہم ہیں۔

شیخ الہند علامہ رحمت اللہ کیرانوی کی تصدیق طویل اور سات صفحات میں ہیں۔ طویل ہونے کے سبب ہم نے اسے نقل نہیں کیا۔

علامہ کیرانوی کی تصدیق کے بعد مولانا نور مدرس اول: مدرسہ ہندیہ مکیہ (مکہ معظّمہ) اور مولانا عبدالسبحان مدرس ثانی: مدرسہ ہندیہ مکیہ (مکہ مقدسہ) کی تصدیقات ہیں۔ اس کے بعد حافظ عبداللہ سندھی متاری اور مولانا امام الدین احمد کی طویل تصدیق ہیں۔

علامہ قصوری نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے حکم پر ایک مختصر رسالہ رقم فرمایا۔ جب وہ رسالہ تحریر فرما کر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی

الرسالة السادسة

خدمت میں پیش فرمایا تو انہوں نے اس کو شیخ الدلائل حضرت علامہ عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی کی خدمت میں بھیج دیا۔انہوں نے اس کی تصدیق فرمائی۔اس کے بعد حاجی امداداللہ مہاجر مکی نے تصدیق فرمائی،اور شیخ الاسلام علامہ انواراللہ فاروقی حیدرآبادی،مولانا حمزہ اور مولانا نورالدین نے تصدیق فرمائی۔اخیر میں مولانا محمد سعید مطیع،مولانا ابوالمعظم سید اعظم حسین اور مولانا عصمت علی کی تصدیقات ہیں۔

مختصر تصدیقات اس رسالے میں نقل کردی گئی ہیں۔طویل تصدیقات کے لیے تقدیس الوکیل کی طرف رجوع کریں۔

علامہ دستگیر قصوری ابھی بھارت واپس بھی نہیں آئے تھے کہ رشید احمد گنگوہی نے بھارت میں وقوع کذب کا فتویٰ چھاپ دیا،اور ملک بھر میں ایک نیا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا۔ابھی براہین قاطعہ کی آگ سرد نہ ہوئی تھی کہ وقوع کذب کے فتوے نے مسلمانوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

علامہ قصوری جمادی الاخریٰ ۱۳۰۸ھ کے شروع میں یا جمادی الاولیٰ ۱۳۰۸ھ کے اخیر میں حرمین طیبین سے تقدیس الوکیل پر علمائے اسلام سے تصدیقات لے کر بھارت واپس آئے۔ادھر گنگوہی کے وقوع کذب کا فتویٰ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ میں چھپ کر عام ہو چکا تھا۔

علامہ غلام دستگیر قصوری قدس سرہ العزیز جمادی الاخریٰ ۱۳۰۷ھ میں حرمین طیبین جاتے وقت تصدیق الوکیل کو ساتھ لیتے گئے،اور ''تصدیق الوکیل'' کا عربی ترجمہ فرما کر علمائے حرمین طیبین کی خدمت میں تصدیق کے لیے پیش فرمایا۔گیارہ ماہ تک حرمین طیبین میں رہ کر تصدیقات حاصل فرمائیں۔ایک ہفتہ کم ایک سال بعد وطن واپسی ہوئی۔(تقدیس الوکیل ص ۴۸۰-رضا اکیڈمی ممبئی)

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم



باب سوم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

فتویٰ وقوع کذب (گنگوہی)

مولانا عبدالسمیع رامپوری نے سال ۱۳۰۲ھ میں انوار ساطعہ تحریر فرمائی۔اس میں مولود وفاتحہ کا بیان تھا۔خلیل احمد انبیٹھوی نے اس کے رد میں سال ۱۳۰۴ھ میں ''براہین قاطعہ''لکھی۔اسی کتاب میں انبیٹھوی نے لکھا کہ امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے۔براہین قاطعہ کا زبردست رد وابطال آغاز امر سے ہونے لگا۔بہاول پور میں مناظرہ ہوا۔ہر چہار جانب سے علمائے اہل سنت نے رد کرنا شروع کیا۔

اس کے بعد رشید احمد گنگوہی (م۱۳۲۳ھ) نے ایک فتویٰ لکھا۔اس میں ذکر کیا کہ کذب باری تعالیٰ کے وقوع کا قائل اہل سنت سے خارج نہیں ہے۔اس کو گمراہ، بدعتی یا کافر کہنا مناسب نہیں ہے،اس لیے کہ اسلاف کرام کی جماعت کثیرہ نے خلف وعید کے وقوع کا قول کیا ہے۔گنگوہی نے جواب میں تکلف سے کام لیا۔گنگوہی کا یہ فتویٰ میرٹھ(یوپی) سے ماہ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۰ء میں شائع ہوا۔فتویٰ شائع ہوتے ہی ملک بھر میں ایک اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی۔علمائے اہل سنت وجماعت گنگوہی کے رد کے لیے مستعد ہوگئے۔

یہ اہل دیوبند کی جانب سے ایک بڑا فتنہ تھا۔رب تعالیٰ کی شان اقدس میں آج تک کسی نے ایسا نہیں کہا تھا۔

علامہ نذیر احمد رامپوری،احمد آبادی (م۱۳۲۳ھ) نے کذب باری تعالیٰ کے وقوع کے اعتقاد کے سبب گنگوہی کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا۔یہ فتویٰ سال ۱۳۰۹ھ میں مطبع خیر المطابع میرٹھ (یوپی) سے شائع ہوا، پھر گنگوہی کے رد میں ایک رسالہ ''صیانۃ الناس''مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ سے شائع ہوا۔اس کے بعد سال ۱۳۱۸ھ میں مطبع گلزار حسنی (ممبئی) سے گنگوہی کا رد شائع ہوا، پھر سال ۱۳۲۰ھ میں مطبع تحفہ حنفیہ (پٹنہ: بہار) سے گنگوہی کا رد شائع ہوا۔

امام احمد رضا قادری نے سال ۱۳۲۰ھ میں علامہ فضل رسول بدایونی کی کتاب ''المعتقد المنتقد''پر حاشیہ ''المعتمد المستند''رقم فرمایا، اوراس میں گنگوہی کی تکفیر فرمائی۔وہ حاشیہ اپنے متن کے ساتھ سال ۱۳۲۱ھ میں مطبع تحفہ حنفیہ (پٹنہ) سے شائع ہوا۔گنگوہی جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ میں مرگیا۔وہ فتویٰ تکفیر کے بعد خاموش اور اپنے معاملہ میں حیران رہا،اور توبہ نہ کی،یہاں تک کہ موت نے اسے دبوچ لیا۔

گنگوہی نے براہین قاطعہ پر تقریظ لکھی اوراس کتاب کی تعریف کی،اور گنگوہی کے سوانح نگار عاشق الٰہی میرٹھی نے لکھا کہ براہین قاطعہ گنگوہی کی تصنیف ہے۔براہین قاطعہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص ہے۔اس طرح گنگوہی پر دوسبب سے کفر کلامی کا حکم عائد ہوتا ہے:(۱) فتویٰ وقوع کذب کے سبب (۲)اور براہین قاطعہ کی تنقیص شان رسالت کی عبارت کے سبب۔

الرسالة السادسة

فتویٰ گنگوہی

الاستفتاء: ما قولکم رحمکم اللّٰہ: دو شخص کذب باری میں گفتگو کرتے تھے۔ایک کی طرف داری کے واسطے تیسرے شخص نے کہا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ((اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ)) الخ.

لفظ ''ما'' عام ہے،شامل ہے معصیت قتل مومن کو، پس آیت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ پروردگار مغفرت مومن قاتل بالعمد بھی فرما دے گا، اور دوسری آیت میں ہے: ((مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاءُ ہٗ جَھَنَّمُ خَالِدًا)) الخ:

لفظ ''من'' عام ہے،شامل ہے مومن قاتل بالعمد کو،اس سے معلوم ہوا کہ مومن، قاتل مومن بالعمد کی مغفرت نہ ہوگی۔

اس قائل کے خصم نے کہا کہ آپ کے استدلال سے وقوع کذب باری ثابت ہوتا ہے، کیوں کہ آیت میں ''ویغفر'' ہے، نہ ''ویمکن ان یغفر''۔ یہ سن کر اس قائل نے جواب دیا: میں نے کب کہا ہے کہ میں وقوع کا قائل نہیں ہوں اور دوسرا قول اسی قائل کا یہ ہے کہ کذب علی العموم قبیح بمعنی منافر للطبع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض مواضع میں جائز رکھا ہے، اور توریہ و عین کذب بعضے مواضع میں دونوں اولیٰ ہیں، نہ فقط توریہ۔ آیا یہ قائل مسلمان ہے یا کافر؟ اور مسلمان ہے تو بدعتی ضال یا اہل سنت و جماعت، باوجود قول کرنے کذب باری تعالیٰ کے:

بینوا و توجروا۔

الجواب: اگر چہ شخص ثالث نے تاویل آیات میں خطا کی، مگر تاہم اس کو کافر کہنا یا بدعتی ضال کہنا نہیں چاہئے، کیوں کہ وقوع خلف وعید کو جماعت کثیرہ علمائے سلف کی قبول کرتی ہے، چناں چہ مولوی احمد حسن صاحب رسالہ تنزیہ الرحمٰن اپنے رسالہ میں تصریح کرتے ہیں، بقولہ: ''علاوہ اس کے مجوزین خلف وعید، وقوع خلف کے بھی قائل ہیں چناں چہ ان کے دلائل سے ظاہر ہے:

حَیْثُ قَالُوْا: لِاَنَّہٗ لَیْسَ بِنَقْصٍ بَلْ ھُوَ کَمَالٌ — الخ.

اس سے ظاہر ہوا کہ بعض علما، وقوع خلف وعید کے قائل ہیں، اور یہ بھی واضح ہے کہ خلف وعید خاص ہے اور کذب عام ہے، کیوں کہ کذب بولتے ہیں قول خلاف واقع کو۔ سو وہ گاہ وعید ہوتا ہے، گاہ وعدہ، گاہ خبر، اور سب کذب کے انواع ہیں، اور وجود نوع کا، وجود جنس کو مستلزم ہے۔ انسان اگر ہوگا تو حیوان بالضرور موجود ہووے گا، لہٰذا وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے، اگر چہ بضمن کسی فرد کے ہو، پس بناء علیہ اس ثالث کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہئے کہ اس میں تکفیر علمائے سلف کی لازم آتی ہے۔ ہر چند یہ قول ضعیف ہے، مگر تاہم متقدین کے مذاہب پر صاحب دلیل قوی کو تضلیل صاحب دلیل ضعیف کی درست نہیں۔

دیکھو کہ حنفی، شافعی پر اور برعکس بوجہ قوت دلیل اپنی کے طعن و تضلیل نہیں کر سکتا ''انا مؤمن ان شاء اللّٰہ'' کا مسئلہ کتب عقائد میں خود لکھتے ہیں، لہٰذا اس ثالث کو تضلیل و تفسیق سے مامون کرنا چاہئے۔ البتہ بنرمی اگر فہمائش ہو بہتر ہے۔

البتہ ''قدرۃ علی الکذب مع امتناع الوقوع'' مسئلہ اتفاقیہ ہے کہ اس میں کسی میں کسی کا خلاف نہیں، اگر چہ اس زمانے میں لوگوں کو

ابعاد بے جا ہو گیا ہے: قال اللّٰہ: ((وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا کُلَّ نَفْسٍ ھُدَاھَا وَلٰکِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ)) الاٰیة - فقط واللہ تعالیٰ اعلم: کتبہ: الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(ردشہاب ثاقب، از: مفتی اجمل حسین سنبھلی ص ۲۴۸ - رضا اکیڈمی ممبئی)

(منصفانہ جائزہ، از: مفتی شریف الحق امجدی ص ۱۳۲ - دائرۃ البرکات گھوسی)

گنگوہی کے قول میں سخت تضاد

گنگوہی کے منقولہ بالافتویٰ میں سخت تضاد پایا جاتا ہے۔ گنگوہی نے لکھا کہ وقوع کذب باری کا محال ہونا اتفاقی مسئلہ ہے۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں اور کذب جنس ہے اور خلف وعید، خلف وعدہ اور خلف خبر کذب کے اقسام میں سے ہیں، اور کہا کہ جب نوع پائی جائے گی تو جنس بھی پایا جائے گا، اور گنگوہی نے کہا: ''وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے، اگر چہ بضمن کسی فرد کے ہو''۔

یعنی وقوع خلف وعید کا معنی صحیح ہو گیا، اور خلف وعید کذب کی فرع ہے تو وقوع کذب کا معنی صحیح ہو گیا اور کذب کا حقیقی وجود ہو گیا۔

یہ عجیب دعویٰ ہے۔ جب کذب کا وقوع محال ہے تو کذب کے ہر ایک فرد کا وقوع محال ہو گا، پھر خلف وعید کا وقوع کیوں کر ہو سکتا ہے؟ جب جنس کا وقوع محال ہو تو اس کے ماتحت مندرج تمام افراد وانواع کا وجود محال ہو گا۔ بقول گنگوہی خلف وعید بھی کذب کے اقسام میں سے ہے تو پھر خلف وعید کا وقوع بھی محال ہو گا، لیکن گنگوہی کہتا ہے کہ خلف وعید کا وقوع ہو گیا۔ امت مسلمہ میں سب سے پہلے گنگوہی نے ہی وقوع کذب کا دعویٰ کیا ہے۔ اسماعیل دہلوی وقوع کذب کا منکر تھا، وہ صرف امکان کذب کا قائل تھا۔

احکام باب

رب تعالیٰ کی ذات اقدس میں عیب لگانا یا اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ میں عیب لگانا کفر ہے۔ کذب اور جھوٹ ایسا عیب ہے کہ جب کسی انسان کو اس سے متہم کر دیا جائے تو وہ ننگ وعار محسوس کرتا ہے۔ اس واضح حقیقت کے باوجود گنگوہی نے رب تعالیٰ کی جانب کذب کی نسبت کر دی، بلکہ وقوع کذب ثابت کر دیا۔ (معاذ اللہ تعالیٰ) فقہائے کرام کے بیان کردہ احکام مندرجہ ذیل ہیں۔

فقہائے احناف اور حکم صفات خداوندی

قال الشیخ محمد بن سلمان اَفَنْدِی الحنفی: {اِذَا وَصَفَ اللّٰہَ تَعَالٰی بِمَا لَا یَلِیْقُ بہ-اَوْ سخر باسم من اَسْمَائہ-اَوْ بِاَمْر من اوامرہ-اَوْ اَنْکَرَ صفةً من صفات اللّٰہ تَعَالٰی-اَوْ اَنْکَرَ وَعْدَہ اَوْ وَعِیْدَہ-اَوْ جَعَلَ لہ شَرِیْکًا-اَوْ وَلَدًا-اَوْ زَوْجَةً-اَوْ نَسَبَہ اِلَی الْجَھْلِ-اَوِ النَّقْص-اَوْ اَطْلَقَ عَلَی الْمَخْلُوْقِ من الاسماء المختصة بالخالق نحو القدوس والقیوم والرحمن وغیرھا یَکْفُرُ} (مجمع الانہر ص ۶۹۰)

قال فی الهندیة فی اسباب الکفر:{اَوْنَسَبَه اِلَی الْجهل او العجزاَوِ النَّقْص}
(فتاویٰ عالمگیری ج۲ص ۲۵۸-داراحیاء التراث العربی بیروت)

توضیح:اللہ تعالیٰ کوغیر مناسب صفات سے متصف کرنا کفر ہے،جیسے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کھاتا پیتا ہے۔

فقہائے مالکیہ اور حکم صفات خداوندی

قال القاضی: {فَاَمَّا مَنْ نَفٰی صفةً من صفات اللّٰہ تَعَالٰی الذاتیة-اَوْ جَحَدَهَا مُسْتَبْصِرًا فِیْ ذٰلِکَ کَقَوْلِه- لَیْسَ بعالم اَوْ قَادِرٍ وَلَا مُرِیْدٍ وَلَا مُتَکَلِّمٍ-وَشبه ذلک من صفات الکمال الواجبة له تَعَالٰی-فَقُد نَصَّ اَئِمَّتُنَا عَلَی الْاِجْمَاعِ عَلٰی کُفْرِ مَنْ نَفٰی عَنْهُ تَعَالَی الْوَصْفَ بِهَا وَاَعْرَاهُ عَنْهَا}(الشفاء ج۲ص۲۹۲)

توضیح:رب تعالیٰ کی ثابت شدہ صفت سے ذات الٰہی کومعری قرار دینا کفر ہے۔رب تعالیٰ صدق دائمی سے متصف ہے۔
گر کذب کا ثبوت ہوتوصدق دائمی کی صفت سے رب تعالیٰ کومعری قرار دینا ہوگا۔یہ کفر ہے۔

فقہائے شوافع اور حکم صفات خداوندی

قال الرافعی الشافعی: {اِنَّ مَنْ اِعْتَقَدَ قِدَمَ العالم-اَوْ حُدُوْثَ الصَّانِعِ -اَوْ نفی ما هو ثابتٌ لِلْقَدِیْمِ بالاجماع کَکَوْنِه عَالِمًا اَوْ قَادِرًا-اَوْ اَثْبَتَ ما هو منفی عنه بالاجماع کَالالوان-اَوْ اَثْبَتَ الاتصال والانفصال-کان کافرًا}
(العزیزشرح الوجیز ج۱۱ص۹۸-دارالکتب العلمیہ بیروت)

قال الهیتمی: {اَوْ اعتقد حدوثه-اَوْ قدم العالم-اَوْ نفی ما هو ثابت للقدیم اجماعًا کَاَصْلِ الْعِلْمِ مُطْلَقًا اَوْ بِالْجزئیات-اَوْ اَثْبَتَ لَهٗ ما هومنفی عنه اجماعًا کاللون اَوِ الاتصال بالعالم او الانفصال عنه-فَمُدَّعِیُ الْجِسْمِیَّةِ اَوِ الْجِهَةِ-اِنْ زَعَمَ وَاحِدًا مِنْ هٰذِه،کَفَرَ-وَاِلَّا فَلَا-لِاَنَّ الْاَصَحَّ اَنَّ لَازِمَ الْمَذْهَبِ لَیْسَ بمذهب}
(تحفۃ المحتاج ج۹ص۱۰۲)

قال النووی:{من اعتقد قدم العالم-اَوْ حُدُوْثَ الصَّانِعِ-اَوْ نفی ما هوثابت للقدیم بالاجماع کَکَوْنِه عَالِمًا قادرًا-اَوْ اَثْبَتَ ما هو منفی عنه بالاجماع کالالوان-اَوْ اَثْبَتَ لَهُ الْاِتِّصَالَ والانفصال-کان کافرًا}
(روضۃ الطالبین ج۱۱ص۲۸۴)

قال الحصنی الشافعی: {اَوْ اِعْتَقَدَ نفی ما هو ثابتٌ لِلّٰه تَعَالٰی بالاجماع-اَو اَثْبَتَ مَا هومنفی عنه بالاجماع کالالوان والاتصال والانفصال-کَانَ کَافِرًا}(کفایۃ الاخیار ص۶۰۲)

قال الخطیب الشربینی الشافعی:{ونفی ما هو ثابت لِلّٰه تَعَالٰی بالاجماع کالعلم وَالقدرة-اَوْ اَثْبَتَ ما هو

منفی عنه بالاجماع کحدوثه اَوْ قِدَمِ الْعَالَمِ کَمَا قَالَه الْفَلَاسَفَةُ} (مغنی المحتاج ج۴ص۱۳۴-دارالفکر بیروت)

قال کمال الدین الدمیری الشافعی: {اَوْ اَثْبَتَ لَه مَا ھوَ منتف عَنه اجماعًا-اَوْ اَثْبَتَ له الاتصال والانفصال -کَانَ کافرًا} (النجم الوہاج ج۹ص۷۹)

قال الهیتمی: {وَمِنْهَا القول الذی ھو کفرٌ سَوَاء اصدرعن اعتقاد-اَوْ عناد-اَوْ اِسْتِھْزَاءٍ-فَمِنْ ذلک اعتقاد قدم العالم-او حدوث الصانع-اَوْ نفی ما ھو ثابتٌ لِلْقَدِیْمِ بالاجماع المعلوم بالضرورة کَکَوْنِه عَالِمًا قَادِرًا اَوْ کَوْنِه یعلم الجزئیات-اَوْ اِثبات ما ھو منفی عنه بالاجماع کذلک کالالوان اَوْ اثْبَات الاتصال والانفصال له}

(الاعلام بقواطع الاسلام ص۳۵۰)

فقہائے حنابلہ اور حکم صفات خداوندی

قال ابن قدامة الحنبلی(م۶۲۰ھ): {مَنْ سَبَّ اللّٰہَ تَعَالٰی،کَفَرَ-سَوَاء کَانَ مَازِحًا اَوْ جَادًّا-وَکَذٰلک من استهزأَ بِاللّٰہِ تَعَالٰی اَوْ بِاٰیَاته اَوْ برسله اَوْ کتبه} (المغنی مع الشرح الکبیر ج۱۰ص۱۱۳)

توضیح: کذب اور ہر عیب اجماعی طور پر اللہ تعالیٰ سے منفی ہے، حالاں کہ اللہ تعالیٰ کا صدق عقل صحیح اور قرآن مجید سے ثابت ہے۔

گنگوہی نے کہا کہ کذب باری تعالیٰ کے وقوع کا معنی ثابت ہو چکا ہے، پس یہ وقوع کذب کا قائل ہے۔وہ صرف امکان کا قائل نہیں، بلکہ وقوع کذب کا قائل ہے۔ایسی صورت میں گنگوہی کے مومن ہونے کا دعویٰ کذب خالص ہے۔وہ کافر ومرتد ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تنزیہ وتقدیس

اللہ تعالیٰ ہر صفت نقص سے منزہ اور پاک ہے، بلکہ اس صفت سے بھی پاک ہے جس میں کوئی کمال نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو انسانی عیوب ونقائص سے پاک ومنزہ بنایا ہے۔

صفات کی تین قسمیں ہیں: (۱) صفات کمال (۲) صفات نقص (۳) وہ صفات جو کمال ونقص سے مستثنیٰ ہیں۔

اللہ تعالیٰ صرف صفات کمال سے متصف ہے اور باقی دونوں قسموں سے پاک ہے۔

حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ السلام صرف صفات نقص سے پاک ہیں۔

رب تعالیٰ کی صفات کمالیہ اور بندوں کی صفات کمالیہ میں فرق ہے۔جسم وجسمانیات سے پاک ہونا اور زمان ومکان سے پاک ہونا رب تعالیٰ کی صفات کمالیہ میں سے ہے، لیکن انسانوں کا جسم وجسمانیات اور زمان ومکان سے پاک ہونا محال ہے۔

قال العلامة البدایونی: {قال ابن الهمام فی المسایرة:یستحیل عَلَیْهِ تَعَالٰی سمات النقص کالجهل و الکذب-قال ابن ابی الشریف فی شرحه:بل یستحیل علیه کل صفةٍ لَا کَمَالَ فیها وَلَا نَقْصَ،لان کلًّا من صفات

الرسالة السادسة

الالٰـه صِـفَةُ كَـمَـالٍ–وفيـه اَيْضًا–لاخلاف بين الاشعرية وغيرهم فى ان كل ما كان وصف نقص فى حق العباد–فالبارى تعالٰى عنه مُنَزَّهٌ–وَهوَ محَالٌ عَلَيْه تَعَالٰى–وَالْكذب وصف نقص فى حق العباد}(المعتقد المنتقد ص۶۲)

قـال بـحـر العلوم الفرنجى محلى فى دفع الكذب عن اللّٰه تَعَالٰى: {(انـه)اى المذكور(نَقْصٌ)فَيَجِبُ تَنْزِيْهُهُ تَعَالٰى عَنْهُ–كيف(وَقَدْ مَرَّ اَنَّهُ لَا نزاع فيه) فانه عقلى باتفاق العقلاء}(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ج۱ص۴۶)

قـال بـحـر العلوم الفرنجى محلى: {(مـا يـنـافى الوجوبَ الذَّاتِيَّ كَيْفًا كَانَ اَوْفِعْلًا)من جملة النقص فى حق البـارى–و(مـن الاستـحالات العقلية)عليه سبحانه (ولهذا)اى لكونه من الاستحالات العقلية(اثبته الحكماء)اَىْ اَثْبَتَ كَوْنَهُ نَقْصًا مُسْتَحِيْلًا اتصافه تَعَالٰى به الفلاسفةُ–مَعَ كَوْنِهِمْ لَا يُسْنِدُوْنَ اَقْوَالَهُمْ اِلٰى نَبِيٍّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ}

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ج۱ص۴۶)

توضیح:اللہ تعالیٰ کذب ودیگر نقائص سے پاک ہے۔تفصیلی بحث شرح مواقف(ص۶۰)اورشرح الدوانی(ص۴۷)میں ہے۔

قال التفتازانى:{فلان الكذب نقص باتفاق العقلاء–وهوعلى اللّٰه تعالٰى محال}(شرح المقاصدج۲ص۱۰۴)

قال الدوانى:{(وَهُوَمُنَزَّهٌ عَنْ جَمِيْعِ صِفَاتِ النَّقْصِ)كَمَا سَبَقَ من اجماع العقلاء علٰى ذلك}

(شرح الدوانی علی العقائد العضد یہ ص۶۰)

قال الدوانى: {(مُتَّـصِفٌ بِـجَـمِيْـعِ صِـفَاتِ الْكَمَالِ–مُنَزَّهٌ عَنْ جَمِيْعِ سِمَاتِ النَّقْصِ)نُقِلَ عَنْ اِبْنِ تيمية فى بعض تصانيفه–ان هذه المقدمة مما اجمع عليه العقلاء كَافَّةً}(شرح الدوانی علی العضد یہ ص۳۴)

توضیح: قاضی عضد الدین ایجی شافعی نے رقم فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے حرکت وانتقال اور جہل وکذب محال ہے۔

قال القاضى عضد الدين الايجى الشافعى :{(ولاالجهل والكذب)لانهما نقص والنقص عليه تعالٰى محال}

(شرح الدوانی علی العقائد العضد یہ ص۶۷-مطبوعہ دیوبند)

قـال العلامة البدايونى:{وفـى كـنـز الفوائد:فكل هذه الاضداد مستحيلةٌ فى حق اِلٰهِ العباد لِمَا مَرَّ من بيان ذلك–وفيـه:قَـدَّسَ تَـعَـالٰـى شَـانُهُ عَنِ الكذب شَرْعًا وَعَقْلًا–اذ هو قبيحٌ يدرك العقلُ قبحَه من غيرتوقف على الشرع–فَيكون محالًا فى حقه تعالٰى عقلًا وشرعًا كما حققه ابن الهمام وغيره}(المعتقد المنتقد ص۶۳)

توضیح:اللہ تعالیٰ ہرعیب ونقص سے پاک ہے۔اللہ تعالیٰ کذب سے شرعی طور پر بھی پاک ہے اور عقلی طور پر بھی پاک ہے۔کذب ایسا عیب کہ اس کا قبیح ہونا عقل کے نزدیک بداہتاً ثابت ہے،گرچہ اس بارے میں شریعت کا ورود نہ ہو،جیسے ظلم کی قباحت اورعدل کا حسن ورود شریعت پر موقوف نہیں۔جوامر عقلی طور پر بھی قبیح ہو،وہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ کے واسطے عقلی طور پر محال ہوتا ہے۔

امام احمد رضا قادری نے اللہ تعالیٰ کے لیے کذب کے محال ہونے پر مندرجہ ذیل مفصل کتب ورسائل تحریر فرمائے۔

الرسالة السادسة

(۱) سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح (۲) دامان باغ سبحان السبوح (۳) القمع المبین لآمال المکذ بین۔

بندوں کی قدرت کی زیادتی کا نظریہ حماقت پر مبنی

رب تعالیٰ کے لیے امکان کذب کو ثابت کرنے کے واسطے وہابیہ کی ایک مشہور دلیل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کذب پر قادر نہ ہو تو رب تعالیٰ کی قدرت بندوں کی قدرت سے کم ہو جائے گی، اور بندوں کی قدرت بڑھ جائے گی۔ یہ دلیل نہیں، بلکہ جہل مرکب ہے۔

بندے اور اس کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے ہیں، اور بندوں کی قدرت رب تعالیٰ کی تخلیق وعطا سے ہے، اور قدرت الٰہیہ کے قبضے میں ہے، پس بندوں کی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کیسے بڑھ سکتی ہے؟ لیکن وہابیہ سمجھتے نہیں۔

قال العلامة البدایونی: {واما وسوسة زیادة القدرة الانسانیة علی القدرة الربانیة فَاَدَلُّ دلیلٍ علٰی کماله فی جهله وَضَلَالِه–لَمْ یَدْرِاَنَّ الْقُدْرَةَ الرَّبَّانِیَّةَ قدرةٌ علٰی خلق الممکنات–والانسانیة علٰی کسب الاعمال فشتان بینهما–فکیف الزیادة والنقصان–وما فی هذا الاستدلال من انواع الضلال والطغیان ظاهرٌ علٰی کل من له حظٌّ من العقل والایمان} (المعتقد المنتقد ص۶۴)

اسماعیل دہلوی نے امکان کذب کی یہ دلیل لکھی: ''ظاہر است کہ صفت کمال ہمیں کہ شخصے کہ قدرت بر تکلم کذب می دارد، وبنا بر رعایت مصلحت ومقتضائے حکمت تنزہ از تلوث کذب تکلم بکلام کاذب نمی نماید''۔ (رسالہ یک روزہ ص۱۸)

توضیح: اسماعیل دہلوی کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ صفت کمال اسی وقت ثابت ہوگی، جب اس پر قدرت ہو، پھر حکمت کے تقاضوں کے مطابق اس سے پرہیز کیا جائے، یہی پرہیز قابل مدح ہے۔ دہلوی یہ نہ سمجھ سکا کہ مدح کی مذکورہ صورت مخلوقات کے ساتھ خاص ہے۔ خالق ومخلوق دونوں کے لیے کمال کا معیار جداگانہ ہے۔

بندوں کے لیے صفت مدح یہ ہے کہ قدرت کے باوجود غلط کو غلط سمجھ کر اس سے پرہیز کرے، یہی تقویٰ ہے۔ خالق کے واسطے صفت مدح یہ ہے کہ خالق کی جانب عیب وذم کی نسبت کسی طرح بھی صحیح نہ ہو، پس اگر خالق کا بھی صفت عیب وذم سے متصف ہونا صحیح ہو تو خالق ومخلوق اور عابد ومعبود میں اس اعتبار سے کچھ فرق نہ ہوگا، نیز صفت مدح قدرت پر دلالت نہیں کرتی۔ ہم حسن صورت کے سبب زید کی تعریف کرتے ہیں، اور حسن صورت زید کی قدرت کے تحت داخل نہیں، بلکہ رب تعالیٰ کی عطا سے ہے۔

امام فخر الدین رازی نے آیت مقدسہ ((ان اللّٰہ لا یظلم مثقال ذرة)) (سورہ نساء: آیت ۴۰) کی تفسیر میں رقم فرمایا:

{قالت المعتزلة: الْاٰیة تدل علٰی انه قادر علی الظلم–لانه تمدح بترکه–ومن تمدح بترک فعل قبیح–لم یصح منه ذلک التمدح، الا اذا کان هو قادرًا علیه–الا تری ان الزَّمِنَ لا یصح منه ان یتمدح بانه لایذهب فی اللیالی الی السرقة.

والجواب انه تعالیٰ تمدح بانه لا تاخذه سنة ولانوم–ولم یلزم ان یصح ذلک علیه–وتمدح بانه لاتدركه الابصار–ولم یدل ذلک عند المعتزلة علیٰ انه یصح ان تدركه الابصار}(التفسیر الکبیر ج۱۰ص۸۳)

محال مقدور ہونے کے قابل نہیں

محال میں یہ اہلیت نہیں کہ وہ مقدور الٰہی بن سکے۔اسماعیل دہلوی نے جونظریہ پیش کیا،دراصل قدرت الٰہی سے متعلق یہی نظریہ ابن حزم ظاہری (۳۸۴ھ-۴۵۶ھ) کا ہے۔وہابیہ داؤد ظاہری(۲۰۲ھ-۲۷۰ھ)،ابن حزم ظاہری اور ابن تیمیہ حرانی(۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) کے فکری مقلد ہیں۔یقینی طور پر وہابیہ ان لوگوں کے نظریات کا اتباع کریں گے۔اسماعیل دہلوی نے رب تعالیٰ کے لیے جہت ومکان ثابت کیا،ابن تیمیہ کا نظریہ بھی اسی کے مماثل ہے۔اسی طرح ابن حزم ظاہری کا نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اولاد اختیار کرنے پر قادر ہے،ورنہ اللہ تعالیٰ عاجز ہوگا۔حالاں کہ رب تعالیٰ کے لیے اولاد محال ہے اور محال پر قدرت ہوتو وہ محال ممکن ہوجائے گا۔یہ انقلاب حقیقت ہے اور انقلاب حقیقت محال ہے۔محال میں یہ اہلیت نہیں کہ وہ قدرت الٰہی سے متعلق ہوسکے۔یہاں کمی محال میں ہے،نہ کہ قدرت الٰہی میں۔

قال العلامة البدایونی:{فَنُقِلَ عن ابن حزم انه قَالَ فِی"الْمِلَلِ وَالنَّحَلِ"–اَنَّهٗ تَعَالٰی قَادِرٌ اَنْ یَتَّخِذَ وَلَدًا–اِذْ لو لم یقدرعلیه–لَکَانَ عَاجِزًا–فَانْظُرْ اختلال هذا المبتدع–کَیْفَ غَفَلَ عَمَّا یَلْزَمُ عَلٰی هٰذِهِ الْمَقَالَةِ الشَّنِیْعَةِ مِنَ اللَّوَازِمِ الَّتِیْ لَا تَدْخُلُ تَحْتَ وَهْمٍ–وکیف فَاتَهٗ اَنَّ الْعَجْزَ اِنَّمَا یَکُوْنُ لَوْکَانَ القصور جاء مِنْ نَاحِیَةِ الْقُدْرَةِ–اَمَّا اِذَا کَانَ لِعَدمِ قبول المستحیل تَعَلُّقَ الْقُدْرَةِ–فَلَا یَتَوَهَّمُ عَاقِلٌ–اَنَّ هٰذَا عَجْزٌ–اِلٰی اٰخِرِ التَّشْنِیْعَاتِ}

(المعتقد المنتقد ص۲۷)

قال العلامة البدایونی:{وفی الکنز:خَرَجَ الْوَاجِبُ وَالْمُسْتَحِیْلُ–فَلَا یَتَعَلَّقَانِ–اَیِ الْقُدْرَةُ والارادةُ بهما–لِاَنَّهُمَا صِفَتَانِ مؤثرتان–وَمِنْ لَازِمِ الْاَثَرِ وُجُوْدُهٗ بَعْدَ عَدَمٍ–فَمَا لَا یَقْبَلُ الْعَدَمَ اَصْلًا کَالْوَاجِبِ،لَا یَکُوْنُ اَثَرًا لَهُمَا–لِئَلَّا یَلْزَمَ تَحْصِیْلُ الْحَاصِلِ–وَمَا لَایَقْبَلُ الْوُجُوْدَ کالمستحیل،لَایُمْکِنُ اَنْ یَتَأَثَّرَ بِهِمَا–اذ لو امکن،لَلَزِمَ قَلْبُ الْحَقِیْقَةِ لِصَیْرُوْرَتِهٖ جَائِزًا–وَکِلَاهُمَا مُحَالٌ–فَحِیْنَئِذٍ لَاقُصُوْرَاَصْلًا فِیْ عدم تعلقهما بهما–بل القصور فی التعلق–اذ یلزم علیه حینئذ ان یجوز تعلقهما باعدام انفسهما–واعدام الذات العالیة–واثبات الالوهیة لما لَا یَقْبَلُهَا مِنَ الْحَوَادِثِ–وَسَلْبُهَا عن مستحقها جَلَّ وَعَلَا–فَاَیُّ قُصُوْرٍوَفَسَادٍ وَنَقْصٍ اَعْظَمُ مِنْ هٰذَا–وَهٰذَا التَّقْدِیْرُ یُؤَدِّیْ اِلٰی تَخْلِیْطٍ عَظِیْمٍ وَتَخْرِیْبٍ جَسِیْمٍ–لایبقی مَعَهٗ عَقْلٌ وَلَا نَقْلٌ وَلَا اِیْمَانٌ وَلَا کُفْرٌ}(المعتقد المنتقد ص۲۵)

کیا امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے؟

خبر صدق وکذب کا احتمال رکھتی ہے،اور انشا صدق وکذب کا احتمال نہیں رکھتا ہے۔وعدہ،وعید،تمنا،ترجی،امر،نہی،عقود واشارات

وغیرہ انشا کے اقسام میں سے ہیں۔ان امور سے صدق وکذب کا تعلق نہیں، پھر خلف وعید کو کذب کی فرع قرار دینا غلط ہے۔

گنگوہی اور انبیٹھوی دونوں نے خلف وعید کو کذب کی فرع قرار دیا ہے۔دونوں کی عبارتیں منقولہ ذیل ہیں۔

(۱) خلیل احمد انبیٹھوی نے لکھا:''مسئلہ خلف وعید قدما میں مختلف فیہ ہے۔امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا، بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید، آیا جائز ہے کہ نہیں''؟ (البراہین القاطعہ ص۱۰- دار الکتاب دیوبند)

(۲)''امکان کذب کہ خلف وعید کی فرع ہے جو قدما میں مختلف ہو چکا ہے''۔(البراہین القاطعہ ص۱۱)

(۳) رشید احمد گنگوہی نے لکھا:''امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے، اس کے خلاف پر وہ قادر ہے، مگر باختیار خود اس کو نہ کرے گا۔یہ عقیدہ بندہ کا ہے اور اس عقیدہ پر قرآن شریف اور احادیث صحاح شاہد ہیں اور علمائے امت کا بھی یہی عقیدہ ہے مثلاً فرعون پر ادخال نار کی وعید ہے، مگر ادخال جنت فرعون پر بھی قادر ہے۔اگر چہ ہرگز جنت اس کو نہ دیوے گا اور یہی مسئلہ مجوث اس وقت میں ہے۔بندہ کے جملہ احباب یہی کہتے ہیں''۔(فتاویٰ رشیدیہ ص۱۱۳-جسیم بک ڈپو دہلی)

محال شرعی اور محال عقلی میں فرق

ممکن بالذات اللہ تعالیٰ کے مقدورات میں سے ہے۔محال بالذات اللہ تعالیٰ کے مقدورات سے خارج ہے۔

ہر محال عقلی محال شرعی ہوتا ہے، لیکن ہر محال شرعی محال عقلی نہیں ہوتا۔بعض محال شرعی محال بالذات ہوتا ہے اور بعض محال بالغیر۔

محققین خلف وعید کے قائل نہیں

محققین خلف وعید کے قائل نہیں ہیں، بلکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ وعید بعض شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔جن گنہگاروں پر عذاب نہیں ہوگا، وہ لوگ ان شرطوں کی وجہ سے وعید میں داخل نہیں ہیں۔محققین نے فرمایا کہ عذاب اس کو ہوگا جس کو رب تعالیٰ کی بخشش ومغفرت حاصل نہ ہو۔جس کو رب تعالیٰ کی مغفرت حاصل ہو، وہ اس وعید سے خود ہی خارج ہے، اس لیے خلف وعید ثابت نہیں ہو سکا۔

قال الدوانی:{(متصف بجمیع صفات الکمال منزہ عن جمیع صفات النقص)نقل عن ابن تیمیة فی بعض تصانیفه:ان هذه المقدمة مما اجمع علیه العقلاء کافة}(شرح الدوانی علی العضد یہ ص۳۴)

قال الدوانی:{وَاَمَّا الکذب–فقد قیل:اِنَّ مَنْ جَوَّزَ الْخُلْفَ فی الوعید بناءً علٰی اَنَّه تکرمة من اللّٰه–یلزمه تجویز الکذب علیه تعالٰی–وَبَعْضهم مَنَعَ ذلک زَعْمًا منه–بِاَنَّ الکذب لا یکون الا فی الماضی والخلف فی المستقبل–وفساده ظاهر–لان الکذب هو الغیر المطابق للواقع–سواء کان فی الماضی اوفی المستقبل–ومن ثمة کَذَّبَ اللّٰهُ تَعَالٰی الْمُنَافِقِیْنَ–فَقَالَ تَعَالٰی:((اَ لَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نَافَقُوْا یَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتَابِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَکُمْ وَلَا نُطِیْعُ فِیْکُمْ اَحَدًا اَبَدًا وَاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّکُمْ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اَنَّهُمْ لَکٰذِبُوْنَ))

-والوجه فی دفعه-ان اٰیات الوعید مشروطة بشروط معلومة من الاٰیات والاحادیث-منها الاصرار-وعدم التوبة-ومنها عدم عفوه تعالٰی- فَیَکُوْنُ فِیْ قوة الشرطیة فَلَا یَلْزَمُ الکذبُ اَصْلًا.

وَیُمْکِنُ اَنْ یُقَالَ:المراد منها انشاء الوعید والتهدید-لَا حَقِیْقَة الاخبار-فَلَا یَتَّصِفُ بِالْکذب-کَمَا ذَکَرَہ عُلَمَاءُ الْعَرَبِیَّةِ فی مثل قولهم:(الظبی یقاوم الاسد)اَنَّه لِاِنْشَاءِ التَّعَجُّب-وفی قوله تعالٰی:((رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی)) اَنَّه لِاِ نْشَاءِ الْحُزْنِ}(الدوانی علی العقائد العضد یہ ص ۶۸)

قال الدوانی: {(وَلَا)یَجِبُ(الثَّوَابُ عَلَیْهِ فِی الطَّاعَةِ وَالْعِقَابُ عَلَی الْمَعْصِیَّةِ)خِلَافًا لِلْمُعْتَزِلَةِ والخوارج -فَاِنَّهُمْ اَوْجَبُوا عقاب صاحب الکبیرة-اِذَا مَاتَ بِلَا تَوْبَةٍ وَحَرَّمُوْا عَلَیْهِ الْعَفْوَ-وَاسْتَدَلُّوْا عَلَیْهِ بِاَنَّ اللّٰهَ اَوْعَدَ مُرْتَکِبَ الکبیرة بالعقاب-فلو لم یعاقب،لزم الخلف فی وعیده والکذب فی خبره-وهما محالان}

(الدوانی علی العقائد العضد یہ ص۷۳)

توضیح:معتزلہ اور خوارج نے کہا کہ جو بلاتوبہ مرجائے،اس کی مغفرت نہیں ہوگی۔ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرتکب کبیرہ کو عذاب کی وعید سنائی،پس اگر عذاب نہ دے تو خلف وعید اور خبر الٰہی میں کذب لازم آئے گا،اور یہ دونوں محال ہیں۔امام جلال الدین دوانی شافعی نے اس نظریہ کا طویل جواب رقم فرمایا۔اس سے وہابیہ کا نظریہ بھی باطل ہو جاتا ہے۔جواب کے متعدد اقتباسات مرقومہ ذیل ہیں۔

قال الدوانی: {قُلْتُ:الکذب نقص والنقص علیه محال-فَلَا یکون من الممکنات وَلَا تشمله القدرة-و هذا کَمَا لَا تشمل القدرةُ سَائِرَ وجوه النقص علیه تعالٰی کالجهل والعجز ونفی صفة الکلام وغیرها من الصفات الکمالیة-بل الوجه فی الجواب مَا اَشَرْنَا اِلَیْهِ سَابِقًا مِنْ اَنَّ الْوَعْدَ وَالْوَعید مشروطان بقیود وشروط معلومة من النصوص-فیجوز التخلف بسبب انتفاء بعض تلک الشروط-وَاَنَّ الْغَرْضَ منها انشاء الترغیب والترهیب}

(الدوانی علی العقائد العضد یہ ص۷۳)

توضیح:امام دوانی نے فرمایا کہ وعدہ اور وعید ان شرائط وقیود سے مشروط ومقید ہیں جن کا ذکر قرآن وحدیث میں ہے،پس ان شرائط میں سے بعض کے فقدان کے سبب عذاب کا تخلف ہوگا،اور وعدہ ووعید کی حکمت اعمال صالحہ کی ترغیب اور اعمال سیئہ سے ڈرانا ہے۔

کذب نقص ہے اور عیب ونقص رب تعالیٰ کے لیے محال ہے،پس کذب ممکنات میں سے نہیں ہوگا اور قدرت الٰہیہ اس کو شامل نہیں ہوگی۔محال کا قدرت الٰہیہ کے تحت داخل نہ ہونا محال کے وجود کی صلاحیت نہ رکھنے کی وجہ سے ہے،پس رب تعالیٰ کی قدرت کامل ہے، لیکن محال کے وجود کی صلاحیت نہ رکھنے کی وجہ سے وہ مقدورات الٰہیہ میں شامل نہیں۔

قال الدوانی:{اَنَّ اِیْجَادَ الْمُحَالِ مُحَالٌ فی حق اللّٰه تَعَالٰی}(الدوانی علی العقائد العضد یہ ص۷۳)

قال الدوانی:{اعلم ان بعض العلماء ذهب الی ان الخلف فی الوعید جائزعلی اللّٰه تعالٰی-وممن صرح به

الرسالة السادسة

الـواحـدى فـى تفسيره الوسيط فى قوله تعالى فى سورة النساء:((وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَائُهُ جَهَنَّمُ))الاٰية—حيـث قـال:والاصـل فـى هـذا ان الـلّٰه تعالىٰ يجوز ان يخلف الوعيد—وَاِنْ كَانَ لَا يجوزان يخلف الوعد—وَبهذا وَرَدَتِ السُّـنَّةُ عـن رسـول الـلّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم—فيما اخبرنا ابوبكراحمد بن محمد الاصفهانى حدثنا عبد الـلّٰـه بـن مـحـمد الاصفهانى حدثنا زكريا بن يحى الساوجى وابوحفص السلمى وابوعلى الموصلى قالوا حدثنا هدبة بن خالد حدثنا سهل بن ابى حازم حدثنا ثابت البنانى عن انس بن مالک رضى اللّٰه تَعَالىٰ عنه:

ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال:

((مَنَ وَعَدَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ عَمَلِه ثَوَابًا فهو منجز له—وَمَنْ اَوْعَدَه علىٰ عمله عقابًا فهو بالخيار))

واخبـرنـا ابـوبـكـرحـدثـنـا محمد بن عبد اللّٰه بن حمزة حدثنا احمد بن الخليل حدثنا الاصمعى قال جاء عـمـرو بن عبيد الىٰ ابى عمرو بن العلاء—فَقَالَ:يا ابا عمرو! ''اَ يُخْلِفُ اللّٰهُ مَا وَعَده''؟—قَالَ:لا—قَالَ:اَ فَرَأَيْتَ مَنْ اَوْعَـدَهُ الـلّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ عَمَلِه عقابًا اَنَّه يخلف اللّٰه وعيده؟فقال ابوعمرو:''مِنَ الْعُجْمَةِ اَنْتَ يا ابا عثمان؟اَنَّ الْوَعْدَ غَيْرُ الْوَعِيْدِ—اَنَّ الْعَرَبَ لَا تَعُدُّ عَيْبًا وَلَاخُلْفًا—اِنْ تَعِدُ شَرًّا ثم لاَ تَفْعَلُه—بَلْ ترى ذلک كَرَمًا وَفَضْلًا—وَاِنَّمَا الْخُلْفُ اَنْ تَـعـدَ خَيْـرًا ثُـمَّ لَاتَـفْـعَلُه—قال:فَاَرِنِیْ هٰذَا فِی الْعَرَب—قَالَ:نعم،اَ مَا سَمِعْتَ قَوْلَ الشَّاعِرِ—وانى وَاِنْ اَوْعَدْتُه اَوْ وَعَـدْتُـه—لِمَـخْلَفِ اِيْعَادِیْ وَمَنْجِزِ مَوْعِدِیْ—وَالَّذِیْ ذَكَرَه اَبُوْ عَمَرٍو،مَذْهَبُ الْكَرَّام—وَمُستحسن عند كل اَحَدٍ، خلف الوعيد—كَمَا قَالَ السرى الموصلى —اذا اَوْعَدَ السَّرَّاءَ اِنْجَزَ وَعْدَه—وَاِنْ اَوْعَدَ الضَّرَّاءَ فَالْعَفْوُ مَانِعَةٌ.

ولـقـد احسـن يـحيـى بن معاذ فى هذا المعنىٰ،حيث قال:الوعد والوعيد حَقٌّ—فالوعد حق العباد عَلَى اللّٰه تَعَالىٰ اِذْ ضَمِنَ لهم انهم اذا فَعَلُوْا كذا،اَنْ يُعْطِيَهُمْ كَذَا—وَمَنْ اَوْلىٰ بالوفاء من اللّٰه تعالىٰ—والوعيد حقه تعالىٰ عَلَى الْعِبَـاد—اذ قَـالَ،لَا تَـفْعَلُوْا كَذَا فانى اُعَذِّبُكم فَفَعَلُوْا—فَاِنْ شَاءَ عَفَا،وَاِنْ شَاءَ اَخَذَ—لأنه حقه تعالىٰ—وَاَوْلٰهُمَا بِرَبِّنَا العفو والكرم—لانه عفوغفوررحيم—انتهىٰ بلفظه.

وَقِيْـلَ اِنَّ الْـمـحـققين علىٰ خلافه—كَيْفَ وهوتبديل لِلْقَوْل—وقد قال اللّٰه تعالىٰ:((مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَی))—قُـلْـتُ:اِنْ حُـمِلَتْ اياتُ الوَعِيْدِ عَلىٰ انشَاءْ التَّهْدِيْدِ فَلَا خُلْفَ—لِاَنَّه حِيْنَئِذٍ لَيْسَ خَبْرًا بحسب المعنىٰ—وَاِنْ حُمْلَ عَـلَـى الْاِخْبَـارِ كَمَا هوالظاهر—فيمكن ان يقال بتخصيص الذنب المغفورمن عمومات الوعيد بالدلائل المفصلة—وَلَاخُلْفَ عَلىٰ هٰذَا التَّقدير اَيْضًا—فَلَا يَلْزَمُ تَبْدِيْلُ الْقَوْلِ.

وَاَمَّا اِذَا لَمْ يُقَلْ اَحَدُ هٰذَيْنِ الْوَجْهَيْنِ—فيشكل التفصى عن لزوم التبدل وَالْكِذْب—اَللّٰهُمَّ اِلَّا اَنْ تُحْمَل اٰيَاتُ الْـوَعِيْـدِ عَـلىٰ اِسْتِحْقَاقِ مَا اَوْعَدَه به—لَا عَلىٰ وُقُوْعِه بالفعل—وَفِی الْاٰيَاتِ الْمَذْكُوْرَةِ اِشَارَةٌ الىٰ ذلک حيث قال:

((فَجَزَاءُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا))}(الدوانی علی العقائد العضد یہ ص۵۷)

توضیح:بعض علما خلف وعید کے قائل ہیں،لیکن کسی نے خلف وعید کو کذب کی فرع قرار نہیں دیا،کیوں کہ وعید انشا کے قبیل سے ہے اور انشا صدق وکذب سے ماورا ہوتا ہے۔اگر بالفرض آیات وعید کو خبر کے قبیل سے تسلیم کیا جائے تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ بندہ اس گناہ کے سبب عذاب کا مستحق ہے۔اب عذاب دینا یا بخش دینا رب تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے تو اس صورت میں خلف وعید کی کوئی صورت نہیں۔

محققین خلف وعید کے قائل نہیں، بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ وعید دراصل عدم عفو کی شرط کے ساتھ مشروط ہے،یعنی جو رب تعالیٰ کی بخشش ومغفرت نہ پاسکا،وہ گناہوں کے سبب عذاب پائے گا،پس مغفرت وبخشش پانے والا اس وعید میں داخل نہیں اور اس صورت میں خلف وعید کی کوئی صورت نہیں۔محققین کا نظریہ ہے کہ خلف وعید کی صورت میں حکم الٰہی کا بدلنا لازم آتا ہے اور حکم الٰہی میں تبدیلی ممکن نہیں۔

ارشاد الٰہی ہے:((مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ))(سورہ ق:آیت ۲۹)

خلف وعید کے قائلین نے تبدیلی قول کے تین جواب دیئے۔

(۱)وعید دراصل انشا ہے،اس لیے خلف وعید میں تبدیلی قول نہیں۔انشا کی صورت میں وعید تخویف وتہدید کے لیے ہے،تاکہ بندگان خدا گناہ کا کام نہ کرے۔انشا کی صورت میں یہ حکم (قول) نہیں۔ملاعصام کی آئندہ عبارت(**بِاَنَّ الوعيد تَخْوِيْفٌ لِلْعِبَاد وَتَحْرِيْضٌ لِلْعِبَادَةِ–وَلَيْسَ اِخْبَارًا–حَتّٰی يكون الخلف فيه تبديلًا لِلْقَوْلِ**)سے اسی مفہوم پر دلالت ہوتی ہے۔

(۲)اگر وعید کو خبر تسلیم کیا جائے تو یہ وعید عدم عفو کی شرط کے ساتھ مشروط ہے،پس مغفرت پانے والا اس وعید سے خارج ہے،اور مغفرت کی صورت میں تبدیلی قول ثابت نہیں ہوگی۔

(۳)وعید کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ گناہ کے کام کے سبب عذاب کا مستحق ہے۔عذاب دینا یا بخش دینا رب تعالیٰ کی مرضی پر ہے۔اس صورت میں بھی مغفرت عطا فرمانے پر تبدیلی قول نہیں۔

الحاصل خلف وعید کے قائلین بھی امکان کذب کے قائل نہیں۔امکان کذب کا مسئلہ وہابیوں اور دیوبندیوں کا خود ساختہ مسئلہ ہے۔

کفر کے علاوہ ہر گناہ قابل مغفرت ہے۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ))(سورہ نساء:آیت ۴۸)

منقوشہ بالا آیت مقدسہ میں بتایا گیا کہ شرک وکفر کے علاوہ ہر گناہ قابل معافی ہے۔اس سے ثابت ہوگیا کہ ہر گنہگار کے لیے عذاب لازم نہیں،پس جس کو اللہ تعالیٰ عذاب دے تو وہ قضائے الٰہی سے آیات وعید میں داخل ہے،اور جسے اللہ تعالیٰ مغفرت عطا فرمادے ،وہ رحمت الٰہی سے آیات وعید سے خارج ہے،پس یہاں کذب نہیں پایا گیا، بلکہ کذب کی صورت بھی معدوم ہے۔

اسی طرح یہاں خلف حقیقی نہیں، بلکہ خلف صوری بھی نہیں۔خلف حقیقی اس وقت ہوگا،جب رب تعالیٰ کسی کو اصحاب وعید میں داخل فرمادے،پھر اس کو اس سے خارج فرمادے تو یہ خلف حقیقی ہے،لیکن جب اسے اصحاب وعید میں داخل ہی نہ فرمائے تو خروج واخراج کیسے

ثابت ہوگا؟ اور اللہ تعالیٰ کے حق میں خلف وعید کیسے متحقق ہوگا؟ دراصل یہاں عدم وجود شرط کے سبب وعید سے استثنا ہے، نہ کہ خلف وعید۔ خلف وعید اور استثنا دو متباین امر ہیں۔ دیو بندیوں نے خلف وعید کو کذب کا حصہ تسلیم کرلیا، حالاں کہ خلف حقیقی کا ثبوت ہی نہیں۔

قال التفتازانی:{(وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ يَّشَاءُ مِنَ الصَّغَائِرِ وَالْكَبَائِرِ)مَعَ التَّوْبَةِ اَوْ بدونها،خلافًا للمعتزلة—وفی تقرير الحكم ملاحظةٌ لِلْاٰيَةِ الدَّالَّةِ عَلٰى ثبوته—وَالْاٰيَاتُ وَالْاَحَاديث فی هذا المعنٰى كثيرة—و المعتزلة يُخَصِّصُوْنَهَا بِالصَّغَائِرِ وَبِالْكَبَائِرِ الْمَقْرُوْنَةِ بالتوبة—وَتَمَسَّكُوْا بوجهين—الاول،اَلْاٰيَات والاحاديث الواردة فی وعيد العصاة—وَالْجَوَابُ اَنَّهَا عَلٰى تقدير عمومها—اِنَّمَا تَدُلُّ عَلَى الْوُقُوْعِ دون الوجوب—وَقَدْ كَثُرَتِ النُّصُوْصُ فی العفو—فَيُخَصَّصُ الْمُذْنِبُ المَغْفُوْر عن عمومات الوعيد—وَزَعَمَ بعضهم اَنَّ الْخُلْفَ فی الوعيد كرمٌ—فَيَجوز من اللّٰه تعالٰى—والمحققون علٰى خلافه—كَيْفَ وَهُوَ تَبْدِيْلٌ لِلْقَوْلِ—وَقَدْ قَالَ اللّٰه تَعَالٰى:((مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ))}(شرح العقائد النسفیہ ص۱۱۳)

قال ملا عصام:{(قوله وَزَعَمَ بعضهم أن الخلف فی الوعيد كَرَمٌ)ذلك البعض هم الاشاعرة—وَمُسْتَنَدُ المحققين يمكن دفعه—بِاَنَّ الوعيد تَخْوِيْفٌ لِلْعِبَاد وَتَحْرِيْضٌ لِلْعِبَادَةِ—وَلَيْسَ اِخْبَارًا—حَتّٰى يكون الخلف فيه تبديلًا لِلْقَوْلِ—وَقَدْ يقال:فِی الوعيد تُضْمَرُ الْمَشِيَّةُ—لِاَنَّهُ اللَّائق بالكرم—بخلاف الوعد،فَاِنَّ الْكَرَمَ يقتضی فيه القولَ الْبَتَّ} (حاشیہ عصام علیٰ شرح العقائد النسفیہ ص۱۲۱)

توضیح: مستند المحققین سے قول الٰہی کی عدم تبدیلی مراد ہے۔جس کی دلیل قول الٰہی ((مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ)) ہے۔

قال الخيالی:{(قوله:وهو تبديل للقول)بل كذب مُنْتَفٍ بِالاجماع—وَلَعَلَّ مرادهم،اَنَّ الْكَريم اذا اخبر بالوعيد فاللائق بشانه اَنْ يبنیَ اِخْبَارَه عَلَى الْمَشِيَّةِ—وَاِنْ لَمْ يُصَرِّحْ بذلك—بخلاف الوعد،فَلَا كذبَ وَلَا تَبْدِيْل}

(الخیالی علیٰ شرح العقائد النسفیہ ص۱۲۱)

توضیح: خلف وعید کے قائلین کی مراد یہ ہے کہ رب تعالیٰ کریم ہے اور کریم کی شان یہ ہے کہ وعید کو اپنی مشیت پر مبنی کرے، اگر چہ مشیت کی صراحت نہ فرمائے، پس یہاں نہ تو کذب ہے، نہ ہی تبدیلی قول ہے، بلکہ یہاں خلف حقیقی نہیں، بلکہ مغفورین کا استثنا ہے۔اسی استثنا کو خلف سے تعبیر کیا گیا۔

قال عبد الحكيم السيالكوتی:{(قوله بل كذب مُنْتَفٍ بالاجماع) لانه اَخْبَرَ عَمَّا يكون احوالهم فی المستقبل فلو لم يقع لزم الكذب فی كلامه تعالٰى و هو باطل بالاجماع(قوله:اقول،لَعَلَّ مرادهم)اَیْ لَعَلَّ مرادُ ذٰلِكَ الْبَعْضِ بقولهم:اَنَّ الْخُلْفَ فی الوعيد كرم—اَنَّ الْكَرِيمَ اِذَا اَخْبَرَ بالوعيد فَاللَّائِقُ بِحَالِهِ وَمقتضٰى كرمه— اَنْ يَبْتَنِیَ اخباره بالمَشِيَّةِ—فجميع العمومات الواردة فی الوعيد،مُتَعَلِّقٌ بِالْمَشِيَّةِ—وَاِنْ لَمْ يُصَرِّحْ بِهَا زَجْرًا لِلْعَاصِيْنَ

الرسالة السادسة

وَمَنْعًا لهم –فَلَا يَلْزَمُ الْكذب والتبديل–بخلاف وَعْدِ الْكَرِيْمِ–فَاِنَّه يجب اَنْ يَكُوْنَ قَطْعِيًّا–لِاَنَّ جَوَازَ التَّخَلُّفِ فِيْهِ لومٌ–لَا يَلِيْقُ بِشَانِه–فَلَا يجوز تعليقه بالمشية}(حاشیۃ السیالکوتی علی الخیالی ص۲۰۱)

توضیح: خلف وعید کے قائلین بھی کذب الٰہی کا انکار کرتے ہیں۔دیوبندیوں کا یہ دعویٰ کہ خلف وعید کے قائلین امکان کذب کے قائل ہیں، یہ محض فریب بازی ہے۔تمام اسلاف کرام رب تعالیٰ کو ہر عیب ونقص سے پاک ومنزہ تسلیم کرتے ہیں۔

قال جلال الدوانی (م۹۲۸ھ): {فالکل متفقون علیٰ اَنَّ اللّٰہ تَعَالٰی مُنَزَّهٌ عَنْ سمات النقص وَالزَّوَال}

(حاشیۃ الدوانی علی العقائد العضدیہ ص۱۰۵)

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم



باب چہارم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

حفظ الایمان

اشرف علی تھانوی نے سال ۱۳۱۹ھ میں حفظ الایمان لکھی ۔۱۳۲۹ھ میں بسط البنان اور ۱۳۴۲ھ میں تغییر العنوان لکھی ۔اسے بھی توبہ کی توفیق نہ ملی،اور ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء میں بلاتوبہ مرگیا۔تھانوی نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم اقدس کو چوپایوں ، پاگلوں ،بچوں کے علم سے تشبیہ دی۔حرمین طیبین سے حکم کفر آنے کے بعد خلیل احمد انبیٹھوی نے ''المہند علی المفند'' لکھ کرحکم کفر سے نجات کی کوشش کی،لیکن اس میں ناکامی ہوئی،کیوں کہ کفر کلامی میں تاویل باطل یا کذب بیانی سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔

آخرکار تھانوی نے ''بسط البنان'' لکھ کر اپنی کفری عبارت کی تاویل پیش کی ۔جب اس پر بھی معاملہ حل نہیں ہوا تو اس نے اپنی عبارت کو بدل کر'' تغییر العنوان''،لکھی ۔اس میں صریح لفظوں میں یہ کہا کہ جو میں پہلے یعنی حفظ الایمان میں لکھا تھا،وہ بھی صحیح تھا۔اس صورت میں تبدیلی سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا۔شرعی طور پر فائدہ اسی وقت ہوتا جب وہ تبدیلی عبارت کے ساتھ توبہ کرلیتا۔

حفظ الایمان کی قابل مواخذہ عبارت

سوال: کیافرماتے ہیں حامیان دین وناصران شرع متین اس بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ......................علم غیب کی دو قسمیں ہیں۔ بالذات،اس معنی کرعالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا،اور بواسطہ،اس معنی کررسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم الغیب تھے۔زید کا یہ استدلال اور عقیدہ وعمل کیسا ہے؟بینواوتوجروا۔(حفظ الایمان ص۲-دارالکتاب دیوبند)

جواب سوال سوم: مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پرکوئی دلیل قائم نہ ہو،اوراس کے ادراک کے لیے کوئی واسطہ اورسبیل نہ ہو۔اسی بنا پر(لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ)اور(لَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ) وغیرہ فرمایا گیا ہے،اور جوعلم بواسطہ ہو،اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلاقرینہ مخلوق پرعلم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع وناجائز ہوگا۔قرآن مجید میں لفظ'' راعنا'' کی ممانعت اورحدیث مسلم میں عبدی وامتی وربی کہنے سے نہی،اسی وجہ سے وارد ہے۔اس لیے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پرعلم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا۔

اوراگرایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہوتو خالق اوررازق وغیرہما بتاویل اسنادالی السبب کے بھی اطلاق کرنا ناجائز نہ ہوگا ،کیوں کہ آپ ایجاد اور بقائے عالم کے سبب ہیں، بلکہ خدا بمعنی مالک اور معبود بمعنی مطاع کہنا بھی درست ہوگا،اورجس طرح آپ پر عالم

الغیب کا اطلاق اس تاویل خاص سے جائز ہوگا، اسی طرح دوسری تاویل سے اس صفت کی نفی حق جل وعلا شانہ سے بھی جائز ہوگی۔

یعنی علم غیب بالمعنی الثانی بواسطہ، اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت نہیں، پس اگر اپنے ذہن میں معنی ثانی کو حاضر کر کے کوئی کہتا پھرے کہ رسول اللہ عالم الغیب ہیں اور حق تعالیٰ شانہ عالم الغیب نہیں (نعوذ باللہ منہ) تو کیا اس کلام کو منہ سے نکالنے کی کوئی عاقل متدین اجازت دینا گوارا کرسکتا ہے۔ اس بنا پر تو بانوا فقیروں کی تمامتر بیہودہ صدائیں بھی خلاف شرع نہ ہوں گی تو شرع کیا ہوا۔ بچوں کا کھیل ہوا۔ جب چاہا بنالیا، جب چاہا مٹادیا۔

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہوتو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد، بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے، کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

پھر اگر زید اس کا التزام کرلے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر غیب کو من جملہ کمالات نبویہ کیوں شمار کیا جاتا ہے۔ جس امر میں مومن، بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو، وہ کمالات نبویہ سے کب ہوسکتا ہے، اور اگر التزام نہ کیا جاوے تو نبی وغیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے، اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی وعقلی سے ثابت ہے۔ دلائل نقلیہ بے شمار ہیں۔ خود قرآن مجید میں آپ سے نفی کرنا علم غیب کی آیت ((وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ)) اور نفی کرنا آپ سے علم تعیین قیامت کی اور بہت سے علوم کی نفی صاف صاف مذکور ہے۔

(حفظ الایمان ص۱۴تا۱۶- دار الکتاب دیوبند)

احکام باب

اشرف علی تھانوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف کو چوپایوں، پاگلوں اور بچوں کے علم کے برابر قرار دے کر اس علم کثیر کو کم بتایا، یہ تنقیص علم ہے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کثیر پر عیب لگانا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیت دینا ہے۔

یہ تنقیص علم اور اذیت رسانی کفر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف کو کسی دیگر مخلوق کے علم کے برابر قرار دینا علم پاک کو گھٹانا اور اس میں عیب لگانا ہے۔

(۱)قال القاضی فی باب المکفّرات: {وکذلک مَنْ اَضَافَ اِلٰی نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم تعمد الکذب فِیْمَا بَلَّغَہٗ وَاَخْبَرَہٗ-اَوْ شَکَّ فی صدقہ-اَوْ سَبَّہ-اَوْ قَالَ اِنَّہ لَمْ یُبَلِّغْ-اَوْ اِسْتَخَفَّ بہ-اَوْ بِاَحَدٍ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ-اَوْ اَزْرٰی عَلَیْہِمْ-اَوْ اٰذَاھُمْ-اَوْ قَتَلَ نَبِیًّا-اَوْ حَارَبَہٗ-فَھُوَ کَافِرٌ بِالْاِجْمَاعِ}(الشفاءج۲ص۲۸۴)

الرسالة السادسة

(۲)قال القاضی: {اَنَّ جَمِیْعَ مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیه وسلم–اَوْ عَابَهٗ–اَوْ اَلْحَقَ بِهٖ نَقْصًا فی نفسه او نسبه او دینه اوخصلة من خصاله–اَوْ عَرَّضَ به–اَوْ شَبَّهَهٗ بِشَیْءٍ عَلٰی طَرِیْقِ السَّبِّ لَهٗ–اَوِ الْاِزْرَاءِ عَلَیْهِ–اَوِ التَّصْغِیْرِ لِشَانِهٖ–اَوِ الْغَضِّ منه–والعیب له–فهو سَابٌّ لَه–والحکم فیه حکم السَّابِّ–یُقْتَلُ کَمَا نبینه.

وَلَا نستثنی فَصْلًا من فصول هذا الباب عَلٰی هذا المقصد–وَلَا نمتری فیه تَصْرِیْحًا کَانَ اَوْ تَلْوِیْحًا–وَکَذٰلِکَ مَنْ لَعَنَهٗ–اَوْ دَعَا عَلَیْهِ–اَوْ تَمَنّٰی مَضَرَّةً لَهٗ–اَوْ نَسَبَ اِلَیْهِ مَا لَا یَلِیْقُ بِمَنْصِبِه عَلٰی طَرِیْقِ الذَّمِّ–اَوْ عَبِثَ فی جهته العزیزة بِسُخْفٍ مِنَ الْکَلَامِ وَهَجْرٍ وَمُنْکَرٍ مِنَ الْقَوْلِ وَزورٍ–اَوْ عَیَّرَه بِشَیْءٍ مِمَّا جرٰی مِنَ الْبَلَاءِ وَالْمِحْنَةِ عَلَیْهِ–اَوْ غَمَصَهٗ بِبَعْضِ الْعَوَارِضِ الْبَشَرِیَّةِ الْجَائِزَةِ وَالْمَعْهُوْدَةِ لَدَیْهِ–وَهٰذَا کُلُّهٗ اِجْمَاعٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَائِمَّةِ الْفَتْوٰی مِنْ لَدُنِ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی هَلُمَّ جَرًّا–قال ابوبکر المُنْذِرُ:اَجْمَعَ عَوَّامُّ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰی اَنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیه وسلم یُقْتَلُ}(الشفاءج۲ص۲۱۴)

(۳)امام ابن حجر ہیتمی شافعی مکی نے کتاب الشفا کی اس عبارت کونقل کیا اوراسے ثابت رکھا۔(الاعلام بقواطع الاسلام ص۳۸۱)

(۴)قال الخفاجی{(اَوِ الْغَضِّ منه)بِمَعْنٰی اَقَلَّ تَنْقِیْصٍ–وهو بغین وضاد معجمتین–وَاَصْلُ الْغَضِّ نقص فی الصوت–اَوِ الطَّرف کَمَا قَالَه الرَّاغب–فَاُرِیْدَ به مطلقُ النَّقص القلیل}(نسیم الریاض ج۴ص۳۳۵)

(۵)قال محمد بن سحنون: {اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ اَنَّ شَاتِمَ النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیه وسلم المتنقص له کافر–و اَلْوَعِیدُ جَارٍ عَلَیْهِ بِعَذَابِ اللّٰهِ لَهٗ–وَحُکْمُهٗ عند الامة القتل–وَمَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ،کَفَرَ}(الشفاءج۲ص۲۱۶)

توضیح:حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذراسی توہین وتنقیص سے انسان خارج اسلام قرار پاتا ہے۔

(۶)قال القاضی: {قال ابن عتاب:اَلْکِتَابُ وَالسُّنَّةُ مُوْجِبَانِ اَنَّ مَنْ قَصَدَ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیه وسلم بِاَذًی اَوْ نقصٍ مُعَرِّضًا اَوْمُصَرِّحًا–وَاِنْ قَلَّ–فَقَتْلُهٗ وَاجِبٌ–فَهٰذَا الْبَابُ کُلُّه مِمَّا عَدَّه الْعُلَمَاءُ سَبًّا اَوْ تَنْقِیْصًا–یَجِبُ قَتْلُ قائله–لَمْ یَخْتَلِفْ فِیْ ذٰلِکَ مُتَقَدَّمُهُمْ وَلَامُتَاخَّرُهم–وَاِنْ اِخْتَلَفُوْا فی حکم قَتْلِه عَلٰی مَا اَشَرْنَا اِلَیْهِ وَنُبَیِّنُه بَعْدُ}

(الشفاءج۲ص۲۱۹)

(۷)قال الخفاجی:{(وَاِنْ قَلَّ)فَقَلِیْلُهٗ وَکَثِیْرُهٗ سَوَاءٌ}(نسیم الریاض ج۴ص۳۴۷)

(۸)قال القاری:{(وَاِنْ قَلَّ)اَلْاَذٰی–وَاِنْ کَثُرَ بِالْاَوْلٰی}(شرح الشفاءللقاری ج۴ص۳۴۷)

توضیح:مذکورہ بالاعبارتوں سے واضح ہوگیا کہ تنقیص نبوی بطریق تصریح ہو یابطور تعریض،قلیل ہو یا کثیر۔ ہرقسم کی تنقیص کفر ہے۔ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اورحضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تنقیص شان کفر ہے اور جہاں تنقیص کا شبہہ ہو، وہاں ممانعت کاحکم ہے۔اس کی تفصیل رسالہ اول میں ہے۔اسی طرح تصغیر کے الفاظ کا استعمال بھی ممنوع ہے۔

حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں اگر بوجہ محبت بھی تصغیر کا لفظ استعمال کیا جائے تو یہ بھی ناجائز ہے۔ اظہار محبت کے لیے بھی معظم الفاظ ہی کا استعمال ہو۔ یہ وہ دربار ہے کہ جس کی مثال ونظیر نہیں۔

ادب گا ہے ست زیر آسماں از عرش نازک تر　　نفس گم کردہ می آیند جنید و بایزید ایں جا

قال فی الفتاوی الهندية: {وَلَوْ قَالَ لِشَعْرِ النَّبِيِّ صلی اللّٰه عليه وسلم شُعَيْرٌ يَكْفُرُ عند بعضهم وعند الأخرين لَا–اِلَّا اِذَا قَالَ بِطَرِيْقِ الْاِهَانَةِ} (فتاوی عالمگیری ج۲ص۲۶۳- ہکذا فی البحرالرائق ج ۵ ص۱۳۰-وہدیۃ المہدیین (ص۱۲)

توضیح: حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں اگر تصغیر کا لفظ توہین وبے ادبی کی نیت سے کہا تو یہ کفر ہے۔ محبت سے کہا تو ناجائز ہے۔ بہرصورت تصغیر کے لفظ سے احتراز کا حکم ہے۔

قال الهيتمی: {كَانْ صَغَّرَ اسمَه صلی اللّٰه عليه وسلم مريدًا تَحْقِيرَه} (تحفۃ المحتاج ج۹ص۱۰۳)

امام احمد رضا قادری نے اس پر حاشیہ رقم فرمایا:

{اِحْتَرَزَ عَنِ التَّصْغِيْرِ عَلٰى وَجْهِ الْمَحَبَّةِ فَاِنَّه وَاِنْ لَمْ يَجُزْ اَيْضًا لِلْاِيْهَامِ–لٰكِنْ لَا كُفْرَ} (المعتمد المستند ص۱۲۰)

(۹)قال القاضی: {وكذلك اَقُوْلُ: حُكْمُ مَنْ غَمَصَه اَوْ عَيَّرَه برعاية الغنم–اَوِ السَّهْوِ–اَوِ النِّسْيَان–اَوِ السِّحر–اَوْ مَا اَصَابَهُ مِنْ جُرْحٍ–اَوْ هَزِيْمَةٍ لِبَعْضِ جُيُوْشِه–اَوْ اَذًى مِنْ عَدُوِّه–اَوْ شِدَّةٍ مِنْ زَمَنِه–اَوْ بِالْمَيْلِ اِلٰى نِسَائِه–فَحُكْمُ هٰذَا كُلِّه لِمَنْ قَصَدَ بِه نَقْصَهُ الْقَتْلُ–وَقَدْ مَضٰى من مذاهب العلماء فی ذلک وياتی مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ}

(الشفاء ج۲ص۲۱۹)

(۱۰)امام ابن حجر ہیتمی نے کتاب الشفا کی مذکورہ بالا عبارت کو نقل کرنے کے بعد رقم فرمایا:

{وَمَا ذَكَرَه ظَاهِرٌ لِقَصْدِ النَّقْص–وَهُوَ كُفْرٌ كَمَا مَرَّ} (الاعلام بقواطع الاسلام ص۳۸۲)

توضیح: تنقیص کی مختلف صورتیں ہیں۔ ان تمام صورتوں میں کفر کا حکم عائد ہوتا ہے۔ قاضی عیاض مالکی نے متعدد صورتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ مندرجہ ذیل عبارت میں بہت سی صورتوں کا ذکر ہے۔

(۱۱)قال القاضی عياض: {تَقَدَّمَ الْكَلَامُ فی قتل القاصد لِسَبِّه–وَالْاِزْرَاءِ بِه–وَغَمْصه–بِاَيِّ وَجْهٍ كَانَ–مِنْ مُمْكِنٍ اَوْ مُحَالٍ–فَهٰذَا وَجْهٌ بَيِّنٌ،لَا اِشْكَالَ فِيْهِ–الوجه الثانی،لاحِقٌ به فی الْبَيَانِ وَالْجَلَاءِ–وَهُوَ اَنْ يَكُوْنَ الْقَائِلُ لِمَا قَالَ فِيْ جهته صلی اللّٰه عليه وسلم غَيْرَ قَاصِدٍ لِلسَّبِّ وَالازراء–وَلَا مُعْتَقِدَ لَه–وَلٰكِنَّه تَكَلَّمَ فی جهته صلی اللّٰه عليه وسلم بِكَلِمَةِ الْكُفْرِ–مِنْ لَعْنِه–اَوْ سَبِّه–اَوْ تَكْذِيْبِه–او اضافة مَا لا يَجوز عَلَيْهِ–اَوْ نَفِيٍّ مَا يَجِبُ لَه مِمَّا هو فی حقه صلی اللّٰه عليه وسلم نقيصةٌ–مِثْلُ اَنْ يَنْسُبَ اِلَيْهِ اِتْيَان كَبِيْرَةٍ–اَوْ مُدَاهَنَةٍ فی تبليغ الرسالة–اَوْ فی حكمٍ بَيْنَ النَّاس–اَوْ يَغُضُّ مِنْ مَرْتَبَتِه–اَوْ شَرْف نَسَبِه–اَوْ وُفُوْرِ عِلْمِه–اَوْ زُهْدِه–اَوْ يُكَذِّبُ بِمَا اِشْتَهَرَ مِنْ اُمور اَخْبَرَ صلی

اللّٰه عليه وسلم بِهَا وَتَوَاتَرَ الْخَبَرُ بها–عَنْ قَصْدٍ لِرَدِّ خبره–اَوْ ياتى بِسَفَهٍ من القول–اَوْ قَبِيْحٍ مِنَ الْكَلَام–وَنَوْعٍ مِنَ السَّبِّ فى جهته صلى اللّٰه عليه وسلم–وَاِنْ اَظْهَرَ بِدَلِيْلِ حَالِهٖ اَنَّه لَمْ يَعْتَقِدْ ذَمَّه–وَلَمْ يَقْصُدْ سَبَّه–اِمَّا لِجَهَالَةٍ، حَمَلَتْهُ عَلٰى مَا قَالَه–اَوْ لِضَجْرٍ–اَوْ سُكْرٍ اِضْطَرَّه اِلَيْهِ–اَوْ قِلَّةِ مُرَاقَبَةٍ وَضَبْطٍ لِلِسَانِه–وَعَجْرَفَةٍ وَتَهَوُّرٍ فِىْ كَلَامِه–فَحُكْمُ هٰذَا الْوَجْهِ،حُكْمُ الْوَجْهِ الْاَوَّلِ،اَلْقَتْلُ دُوْنَ تَلَعْثُمٍ–اِذْ لَا يُعْذَرُ اَحَدٌ فِى الْكفر بالجهالة–وَلَا بِدَعْوٰى زَلَلِ اللِّسَانِ–وَلَا بِشَيْءٍ مِمَّا ذَكَرْنَاه–اِذَا كَانَ عَقْلُه فِىْ فِطْرَتِه سَلِيْمًا–اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُه مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَان}

(کتاب الشفاءج۲ص۲۳۲)

قال الخفاجى:{(اَوْبغضٌ)بِغَيْن وَضاد مُشَدَّدَةٍ مُعْجَمَتَيْن–اَىْ ينقص نَقْصًا قَلِيْلًا(من مرتبته)اى شريف مقامه صلى اللّٰه عليه وسلم(اَوْ)يَغُضُّ وَيَطْعَنُ فى شَيْءٍ مِنْ(شرف نسبه)وهو كما قيل:"نَسَبٌ كَانَ عَلَيْهِ مِنْ شَمْسِ الضُّحٰى–نُوْرًا وَمِنْ فَلَقِ الصَّبَاحِ عمودًا"(اَوْ)يَغُضُّ مِنْ (وُفُوْرِ عِلْمِه) اَىْ كَثْرَتِه وَزِيَادَتِه}(نسیم الریاض ج۴ص۳۸۸)

(۱۲)قال القارى:{(اَوْوفور علمه) اَىْ كَثْرَته}(شرح الشفاءللقاری ج۴ص۳۸۸)

توضیح:کتاب الشفااورشروح شفا کی عبارتوں سے بالکل واضح ہوگیا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کثرت علم میں کمی بتانا کفر ہے۔علم نبوی میں کمی بتانے والے گنگوہی،انبیٹھوی اورتھانوی یقیناً مرتد ہیں۔جہاں توبہ کرنی تھی،وہاں تاویل پیش کرنا غلط ہے۔

(۱۳)علامہ ابن حجر ہیتمی نے کتاب الشفا کی مذکورہ عبارت کونقل کرنے کے بعدرقم فرمایا:{وَمَا ذَكَرَه مُوَافِقٌ لِقَوَاعِدِ مَذْهَبِنَا–اِذِ الْمَدَارُ فِى الْحُكْمِ بالكفرعلى الظواهر–وَلَا نظر لِلْمَقْصُوْدِ وَالنِّيَّاتِ–وَلَا نظر لِقَرَائِنِ حَالِه–نَعَمْ، يُعْذَرُمُدَّعِيُ الْجَهْل–اِنْ عَذَرَ لِقُرْبِ عهده بالاسلام–اَوْ بُعْدِه عَنِ الْعُلَمَاءِ–كَمَا يُعْلَمُ مِمَّا قَدَّمْتُه عَنْه فِى الرَّوْضَةِ–وَيُعْذَرُ اَيْضًا فِيْمَا يَظْهَرُ بِدَعْوٰى سَبْقِ اللِّسَانِ بِالنِّسْبَةِ لِدَفْعِ الْقَتْلِ عَنْهُ–وَاِنْ لَمْ يُعْذَرْ فِيْهِ بِالنِّسْبَةِ لِوُقُوْعِ طَلَاقِه وَعِتْقِه–وَالْفَرْقُ اَنَّ ذلک حَقُّ اللّٰه تَعَالٰى–وَهومَبْنِى عَلَى الْمُسَامَحَةِ بخلاف هذين}(الاعلام بقواطع الاسلام ص۳۸۲)

توضیح:علامہ ابن حجر ہیتمی نے فرمایا کہ قاضی عیاض مالکی نے جتنی صورتیں بیان فرمائیں،ان تمام صورتوں میں کفر کا حکم عائد ہوگا۔ ہاں،اگرقائل یہ دعویٰ کرے کہ وہ قریب زمانے میں داخل اسلام ہوا ہے،یا وہ علما سے دور ہونے کے سبب احکام شرعیہ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ایسا کہا تو ان دونوں کا عذر جہالت قبول کیا جائے گا۔اسی طرح اگرکوئی سبقت لسانی کا دعویٰ کرے تو حکم قتل اس کے لیے نہیں ہو گا۔توبہ اس کے حق میں کافی ہوگی۔فقہائے مالکیہ کے یہاں حکم شرعی سے جہالت اورسبقت لسانی کا عذرقبول نہیں ہوگا اورقتل کا حکم ہوگا۔

(۱۵)علامہ ہیتمی نے کتاب الشفا سے نقل کرتے ہوئے رقم فرمایا:{وَفِيْهِ عَنْ اِبْنِ اَبِىْ زَيْدٍ–مَنْ قَالَ: صِفَتُه صلى اللّٰه عليه و سلم كَصِفَةِ رَجُلٍ قَبِيْحِ الْوَجْهِ وَاللِّحْيَةِ،قُتِلَ–وَمَذْهَبُنَا قَاضٍ بذلک}(الاعلام بقواطع الاسلام ص۳۸۱)

الرسالة السادسة

کامل کو ناقص سے نقص میں تشبیہ دینا کفر

اشرف علی تھانوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کامل کو مجانین و بہائم واطفال کے علم ناقص، بلکہ علم انقص سے تشبیہ دی۔اس میں ذم وتنقیص بالکل واضح ہے، پھر بھی توبہ کی بجائے تاویل کی راہ اختیار کی۔توبہ ہادم کفر وذنب ہے، نہ کہ تاویل۔

قال القاری:{وفی تشبیه الکامل بالناقص نقص}(شرح الشفاء للقاری ج۴ص۳۹۸)

قال الخفاجی:{(اَوْ شَبَّهَه بِشَیْءٍ)غیر حسن(عَلٰی طَرِیْقِ السَّبِّ لَه)}(نسیم الریاض ج۴ص۳۳۵)

قال القاری:{(اَوْشَبَّهَهٗ بِشَیْءٍ عَلٰی طَرِیْقِ السَّبِّ لَه–اَوْالازراء علیه)ای احتقارًا به و استحفافًا بحقه}
(شرح الشفاء للقاری ج۴ص۳۹۸)

قال البدایونی:{وفی تشبیه الکامل بالناقص نقص}(المعتقد المنتقد ص۱۶۲)

قال الامام احمد رضا فی حاشیته:{ای فیما هو نقص کما ذکرنا–لا فیما هو مدح–واراد بالتشبیه التصویر فی الاذهان والتقریب الی الافهام کقول القائل:وجهه صلی اللّٰه علیه وسلم کالقمر لیلة البدر–او کان الشمس تجری فی وجهه–وان کان الشمس والقمر ناقصین فی کمال النقصان بالنسبة الٰی وجه هذا السراج المنیر اللَّمَّاع بلمعان من راٰنی فقد رای الحق–وقد جاء فی التنزیل:((مَثَلُ نُوْرِهٖ کَمِشْکٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ))}
(المعتمد المستند ص۱۶۲)

وقال فیما قبل:{وهذا ایضا کفر جلی لما فیه من تشبیه الکامل بالناقص فی النقص–وهو نقص}
(المعتمد المستند ص۱۶۲)

توضیح:کامل کو کسی ناقص سے تشبیہ دینا نقص ہے اور اللہ ورسول(عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)وحضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذات وصفات میں نقص لاحق کرنا کفر ہے۔کامل کو ناقص سے تشبیہ دینے کی ایک صورت حکم سے مستثنیٰ ہے۔یہ تشبیہ اس وقت کفر ہے جب اس میں نقص وذم ہو۔اگر اس تشبیہ میں مدح ہو،اورتشبیہ سے تفہیم وتصویر مقصود ہوتو یہ تنقیص نہیں اور نہ ہی حکم کفر ہے۔تصویر وتفہیم کے لیے ناقص سے تشبیہ کی صورت اس وقت اختیار کی جاتی ہے،جب تفہیم کے واسطے کوئی دوسری صورت موجود نہ ہو۔

تھانوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف کی قلت ونقصان بتانے کے واسطے علم نبوی کو مجانین وبہائم کے علم سے تشبیہ دی ہے۔یہاں تفہیم وتصویر مقصود نہیں،بلکہ تقلیل مقصود ہے۔تھانوی یہ بتانا چاہتا ہے کہ بہائم ومجانین کو بھی علم غیب ہے،لیکن وہ قلیل ہے،اسی وجہ سے ان کو عالم الغیب نہیں کہا جاتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مجانین وبہائم ہی کی طرح قلیل العلم ہیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی عالم الغیب کہنا صحیح نہیں ہوگا،پس یہاں تشبیہ،تنقیص،تقلیل اور تسویت ہے،یعنی تھانوی کی عبارت میں حضور

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک کومجانین وبہائم کے علم سے تشبیہ دینا دراصل علم نبوی کوکم بتانا اور علم نبوی کومجانین وبہائم کے علم کی طرح قلیل بتانا اور علم نبوی کومجانین وبہائم کے علم کے برابر قرار دینا ہے۔تشبیہ کی یہ تمام صورتیں کفر ہیں۔

نبی کی صفت کمالیہ کوغیر کی صفت سے تشبیہ دینا کفر

اشرف علی تھانوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف کوغیر کی صفت علم کے مشابہ قرار دیا،اور یہ کفر ہے۔

قال القاضی:{و کذلک نُکَفِّرُ مَنْ اِعْتَرَفَ مِنَ الاصول الصحیحة بما تقدم وَنُبُوَّةِ نَبِیِّنَا صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَلٰکِنْ قَالَ: کَانَ اَسْوَدَ–اَوْ مَاتَ قَبْلَ اَنْ یَلْتَحِیَ–اَوْ لَیْسَ الَّذِیْ کَانَ بِمَکَّةَ وَالْحِجَازِ–اَوْ لَیْسَ بقرشی–لِاَنَّ وَصْفَه بِغَیْرِ صِفَاتِهِ الْمَعْلُوْمَةِ نَفِیٌ لَه وَتَکْذِیْبٌ به}(الشفاءج۲ص۲۸۵-ج۲ص۲۳۴)

قَالَ النَّوَوِیْ نَاقِلًا عن القاضی: {وَاَنَّه لَوْ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَسْوَدَ–اَوْ تُوُفِّیَ قَبْلَ اَنْ یَلْتَحِیَ –اَوْ قَالَ لَیْسَ هو بقرشی–فَهُوَ کُفْرٌ}(روضۃ الطالبین ج۷ص۲۸۹)

قال الهیتمی:{وظاهرُ کلام النووی عَفَا اللّٰهُ تَعَالٰی عنه والقاضی رحمه اللّٰه تعالٰی–اَنَّ مجرد الکذب علیه صلی اللّٰهُ علیه وسلم فی صفة من صفاته المعلومة یَقِیْنًا یَکُوْنُ کُفْرًا–وَیَشْبَهُ مَا مَرَّ اَنَّ اِنْکَارَهَا یَتَضَمَّنُ التَّکْذِیْبَ به –لٰکِنْ قَالَ بَعْضُ الْمُتَأَخِّرِیْنَ: کَلَامُ الْقَاضِیْ یوهم اَنَّ مجردالکذب علیه صلی اللّٰه علیه وسلم فی صفة من صفاته کُفْرٌ یُوْجِبُ الْقَتْلَ–وَلَیْسَ کَذٰلِکَ–بَلْ لا بُدَّ مِنْ ضَمِیْمَةِ مَا یُشْعِرُ بِنَقْصٍ فِیْ ذٰلِکَ کَمَا فِیْ مَسْأَلَتِنَا هٰذِه–لِاَنَّ الْاَسْوَدَ لَوْنٌ مَفْضُوْلٌ–انتهٰی.

واذا تأملتَ مَا عَلَّلَ بِهِ الْقَاضِی الَّذِیْ نَقَلَه عَنْهُ النَّووی عَفَا اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَاَقَرَّه–عَلِمْتَ اَنَّ الْوَجْهَ اَنَّه لا فَرْقَ –عَلٰی اَنَّ اِثْبَاتَ صِفَةٍ لَه صلی اللّٰه علیه وسلم لا تَکُوْنُ اِلَّا مُشْعِرَةٌ بِنَقْصٍ–لِاَنَّ صِفَاتِهِ لَا یُتَصَوَّرُ اَکْمَلُ مِنْهَا–بَلْ کُلَّمَا اُثْبِتَ لَه غَیْرُهَا کَانَ نَقْصًا بِالنِّسْبَةِ–فَالْاِعْتِرَاضُ لَهَا حِیْنَئِذٍ لَیْسَ فِیْ مَحَلِّه}(الاعلام بقواطع الاسلام ص۳۷۹)

توضیح:امام ابن حجر ہیتمی کی عبارت میں وضاحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت کے علاوہ کوئی دوسری صفت ثابت کی جائے تو اس میں تنقیص پائی جائے گی،کیوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفات مقدسہ سے زیادہ کامل وہ صفت کسی دوسری مخلوق میں پائی نہیں جاسکتی ہے،بلکہ ہرمخلوق کی وہ صفت آپ کی صفت اقدس سے کم درجہ ہوگی،پس آپ کی صفات طیبہ کے علاوہ کوئی دوسری صفت ثابت کرنا تنقیص ہے اور تنقیص کفر ہے۔جب تھانوی نے علم نبوی کودیگر مخلوقات کے علم کے برابر قرار دیا تو اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف کے علاوہ کوئی دوسرا علم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت کیا،کیوں کہ جوعلم پاک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوعطا ہوا،اس میں کسی کی شرکت نہیں اور تھانوی اس میں شرکت کا قائل ہے اور کہتا ہے کہ فلاں فلاں کوبھی ایسا علم ہے۔

الرسالۃ السادسۃ

حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی صفت عالیہ کوکسی غیر کی صفت ناقصہ سے تشبیہ دینا تنقیص ہے،اور یہ کفر ہے۔ ہر تشبیہ تنقیص اور کفرنہیں ،جیسا کہ ماقبل میں گزرا کہ کامل کوناقص سے تشبیہ دینااس وقت کفر ہے جب تنقیص پائی جائے ۔اگراس تشبیہ میں مدح پائی جائے تو کفرنہیں ،جیسا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روئے مبارک کوتفہیم وتصویر کے واسطے بدرمنیر سے تشبیہ دینا کفرنہیں ، حالاں کہ شمس وقمرمفضول ہیں اورحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل ہیں، بلکہ ساری کائنات سے افضل اورمنشائے تخلیق کائنات ہیں ۔

افضل کومفضول سے اس صفت میں تشبیہ دینا جوصفت اس کی افضلیت کی جہت ہے ، یہ تشبیہ تنقیص ہے ۔علم نبوی یقیناً جہت افضلیت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلم الخلق ہیں اورعلم میں دیگر خلائق سے افضل ہیں ۔(وعلمک مالم تکن تعلم) میں اس کا بیان ہے ۔حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام صفات کمالیہ افضلیت کی جہت ہیں ۔صرف صفات عامہ مشترکہ اس سے جداہیں ۔

صفت نبوت ورسالت بھی عام مخلوق کی جانب نسبت کرتے ہوئے افضلیت کی جہت ہیں،گرچہ حضرات انبیائے کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جانب نسبت کرتے ہوئے صفت نبوت ورسالت وجہ افضلیت نہیں ،کیوں کہ تمام نبی ورسول صفت نبوت ورسالت میں برابر ہیں ۔ہاں، دیگراوصاف وکمالات کی بنیاد پر ایک دوسرے کوفضیلت حاصل ہے ۔نبوت ورسالت میں تفریق نہیں ۔ ہر نبی نبی ہیں اور ہر رسول رسول ہیں ۔نانوتوی نے نفس نبوت کونبوت بالذات ونبوت بالعرض میں تقسیم کردیا ۔یہ تقسیم خلاف اسلام ہے۔

صفات عامہ مشترکہ کی مثالیں:

(۱)افضل کوصفات عامہ مشترکہ میں مفضول سے تشبیہ دینا تنقیص نہیں ۔خوردونوش ،غم وخوشی ، چلنا پھرنا ،سونا جاگنا،ابوت وبنوت وغیرہ صفات عامہ مشترکہ ہیں ۔صفات مشترکہ میں اس طرح تشبیہ دی جاسکتی ہے کہ تنقیص وتحقیر کی صورت پیدا نہ ہوسکے ۔

اسی قبیل سے رب تعالیٰ کاارشادگرامی ہے :{اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ}یعنی جس طرح دیگر بنی آدم بشراورانسان ہیں،اسی طرح حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی بشراورانسان ہیں،یعنی انسان ہونے میں سب برابر ہیں ۔

بشریت وانسانیت میں مماثلت بھی محض ظاہر کے اعتبار سے ہے،ورنہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشریت حضرت جبریل علیہ السلام کی ملکوتیت سے افضل ہے ۔(فتاویٰ رضویہ جلدششم ص۱۴۴-رضااکیڈمی ممبئ)

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ) نے رقم فرمایا کہ آیت طیبہ ((انما انا بشر مثلکم))اوراس قسم کی دیگر آیات متشابہات کے قبیل سے ہیں ۔علمائے اسلام نے اس قسم کی آیتوں کی مناسب تاویلات رقم فرمائی ہیں ۔

’’وصل دراز الہ شبہات از بعضے آیات مبہمات وموہمات قرآنی کہ در بادی النظراز زیغ ونادانی مشعر بنقص وانحطاط درجہ آں حبیب ربانی اندصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، ودرحقیقت ازقبیل متشابہات اند ۔علما آں رامعانی لائقہ وتاویلات رائقہ کردہ راجع بحق ساختہ اند‘‘ ۔

(مدارج النبوت جلداول ص۸۲-مطبع منشی نول کشور لکھنو)

اسی وصل (فصل) میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بعض صوفیائے کرام اورمحققین سے نقل کرتے ہوئے رقم فرمایا:

''یا از جانب نبوت عبودیتی وانکساری وافتقاری ومسکنتی بوجود آید،مثل :انما انا بشر مثلکم ،اغضب کما یغضب العبد، ولا اعلم ماوراء ہذا الجدار، وما ادری مایفعل بی ولا بکم وماننداٰں بوجود آید، مارا نباید کہ دراٰں دخل کنیم ،واشتراک جوئیم ،وانبساط نمائیم ، بلکہ برحد ادب وسکوت وتحاشی توقف نمائیم''۔(مدارج النبوت جلد اول ص ۸۳-مطبع منشی نول کشور لکھنو)

(۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خورد ونوش فرماتے ،جیسے ہر انسان کھاتا پیتا ہے۔اس کا مفہوم یہ ہوا کہ جس طرح ہر انسان بھوک پیاس مٹانے کے واسطے خورد ونوش کا حاجت مند ہے،اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی بھوک پیاس مٹانے کے واسطے خورد ونوش کے حاجت مند ہیں۔ یہ بھی بہ نظر ظاہر ہے،ورنہ صوم وصال کی حدیث شریف میں (یطعمنی ربی ویسقین) بھی وارد ہے ،یعنی بھوک پیاس مٹانے کے واسطے بھی بسا اوقات رب تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطعومات ومشروبات کا محتاج نہیں رکھا ۔ہاں،اپنا محتاج ضرور بنایا۔ بندہ وہ ہے جو رب کا محتاج ہے۔رب اس ذات کا نام ہے جو کسی کا کسی بھی امر میں محتاج نہیں۔

اسی حدیث پاک میں (ایکم مثلی) فرما کرحضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اور دیگر مخلوقات کی مثلیت باطنی کی تردید فرما دی،یعنی آیت مقدسہ (انما انا بشر مثلکم) میں محض مثلیت ظاہری مراد ہے۔اگر آیت طیبہ کو متشابہات کے قبیل سے تسلیم کیا جائے تو اس کی مراد اللہ تعالیٰ کو معلوم۔ہم اس نازل شدہ آیت کریمہ پر ایمان لائے۔متشابہات کے معنی مراد کی دریافت وجستجو سے ہمیں منع کیا گیا۔

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ:نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ–قَالُوْا:فَاِنَّکَ تُوَاصِلُ ! قَالَ:اَیُّکُمْ مِثْلِیْ؟اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِ–الحدیث))(صحیح البخاری:باب مایجوز من اللو)

حضرات اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا علم غیب ظاہری طور پر بھی حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کے مماثل نہیں ، کیوں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم غیب قطعی ہے اور حضرات اولیائے کرام کا علم غیب ظنی ہے،لیکن تھانوی کو مجانین وبہائم اور اطفال کا علم،علم نبوی کے مماثل نظر آنے لگا۔

واضح رہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام صفات کمالیہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی افضلیت کے اسباب وجہات ہیں۔تشبیہ وتسویت دونوں تنقیص کے باب سے ہیں اور دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔تھانوی کا کلام تشبیہ یا تسویت سے خالی نہیں اور تشبیہ وتسویت میں سے ہر ایک کفر ہے۔اگر تسویت تسلیم کی جائے تو کفر ہے،اور اگر تشبیہ تسلیم کی جائے تو کفر ہے۔

تشبیہ کا حکم

اشرف علی تھانوی کے بعض حامیوں نے کہا کہ تھانوی کی عبارت میں تشبیہ ہے،تسویت نہیں،یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم اقدس کو زید وبکر ومجانین وبہائم واطفال کے علم کے برابر نہیں قرار دیا گیا، بلکہ علم نبوی کو ان مذکورین کے علم کے مشابہ قرار دیا گیا۔

خواہ علم نبوی کو مذکورین کے علم سے تشبیہ دی جائے ،یا علم پاک نبوی کو زید وبکر اور مجانین وبہائم واطفال کے علم کے برابر قرار دیا

جائے۔دونوں صورت میں کفر کا حکم عائد ہوتا ہے۔

قال القاضی: {اَنَّ جمیع مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیه وسلم–او عابه–او اَلْحَقَ به نقصًا فی نفسه او نسبه او دینه او خصلة من خصاله–اَوْ عَرَّضَ به–اَوْ شَبَّهَه بِشَیْءٍ عَلٰی طَرِیْقِ السَّبِّ لَه–اَوْ الازراء علیه–او التصغیر لشانه–اَوِالْغَضِّ منه–والعیب له–فهو سَابٌّ لَه–والحکم فیه حکم السَّابِّ–یُقْتَلُ کَمَا نبینه–وَلَا نستثنی فَصْلًا من فصول هذا الباب عَلٰی هذا المقصد–وَلَا نمتری فیه تَصْرِیْحًا کَانَ اَوْ تَلْوِیْحًا–وَکَذٰلِکَ مَنْ لَعَنَه–اَوْ دَعَا عَلَیْهِ–اَوْ تَمَنّٰی مَضَرَّةً له–او نسب الیه مَا لَا یَلِیْقُ بِمَنْصِبه عَلٰی طَرِیْقِ الذم–اَوْ عَبِثَ فی جهته العزیزة بِسُخْفٍ مِنَ الْکَلَام وَهَجْرٍ وَمُنْکَرٍ مِنَ الْقَوْل وَزورٍ–اَوْ عَیَّرَه بِشَیْءٍ مِمَّا جرٰی مِنَ الْبَلَاءِ وَالْمِحْنَةِ عَلَیْهِ–اَوْ غَمَصَه بِبَعْضِ الْعَوَارِضِ الْبَشَرِیَّةِ الْجَائِزَةِ والمعهودة لَدَیْهِ–وهذا کله اِجْمَاعٌ من العلماء وَاَئِمَّةُ الْفَتْوٰی مِنْ لَدُنِ الصَّحَابَةِ رضوان اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی هَلُمَّ جَرًّا–قال ابو بکر المُنْذِرُ:اَجْمَعَ عَوَّامُّ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰی اَنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیه وسلم یُقْتَلُ}(الشفاءج۲ص۲۱۴)

امام ابن حجر ہیتمی نے کتاب الشفا کی مذکورہ بالاعبارت کونقل کر کے اسے برقرار رکھا۔(الاعلام بقواطع الاسلام ص۳۸۱)

توضیح:کامل کوناقص سے نقص میں تشبیہ دینا کفر ہے،جیسا کہ قاضی عیاض مالکی نے منقولہ بالا ومنقولہ ذیل عبارت میں رقم فرمایا:

{اَوْ شَبَّهَه بِشَیْءٍ عَلٰی طَرِیْقِ السَّبِّ لَه–اَوِ الازراء علیه–او التصغیر لشانه–اَوِالْغَضِّ منه–والعیب له–فهو سَابٌّ لَه–والحکم فیه حکم السَّابِّ–یُقْتَلُ کَمَا نبینه}

کامل کوناقص سے تشبیہ دینے میں کامل میں نقص کولاحق کرنا ہے اورنقص لاحق کرنا بھی کفر ہے۔قاضی عیاض مالکی نے تحریرفرمایا:

{اواَلْحَقَ به نقصًا فی نفسه اونسبه اودینه اوخصلة من خصاله}

قال القاضی: {وَاَفْتٰی اَبُوْ محمد بن ابی زید بِقَتْلِ رَجُلٍ،سَمِعَ قَوْمًا یَتَذَاکَرُوْنَ صِفَةَ النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیه وسلم–اِذْ مَرَّ بِهِمْ رَجُلٌ قبیح الوجه واللحیة–فَقَالَ لَهُمْ:"تریدون تعرفون صِفَتَه؟(صلی اللّٰہ علیه وسلم)–هی فی صفة هذا الْمَارِّ فِیْ خَلْقِه وَلِحْیَتِه"–قال:وَلَا تُقْبَلُ تَوْبَتُه–وقد کذب–لَعَنَهُ اللّٰهُ–وَلَیْسَ یَخْرُجُ مِنْ قَلْبٍ سَلِیْمِ الْاِیْمَانِ}(الشفاءج۲ص۲۱۷)

قال الخفاجی: {(قال:وَلَا تُقْبَلُ تَوْبَتُه)لِکُفْرِه وَعِظَمِ جُرْمِه–قَالَ اِبْن حجر:وَمَذْهَبُنَا قَاضٍ بذلک(وقد کذب)هذا الرجل فی مقالته هذا(لَعَنَهُ اللّٰهُ)وَاَخْزَاهُ وَقَبَّحَ وَجْهَه(وَلَیْسَ یَخْرُجُ)مَا قَالَه هٰذَا الْمَلْعُوْنُ(من قلبٍ سلیم الایمان)بل عدیم العقل والایمان}(نسیم الریاض ج۴ص۳۴۲)

قال القاری: {(وَلَا تُقْبَلُ تَوْبَتُه)اَیْ وَاِنْ تَابَ(وَقَدْ کذب،لَعَنَهُ اللّٰهُ)فَاِنَّ شَمَائِلَه مَعْرُوْفَةٌ بِالْحُسْنِ وَالْجَمَالِ

وَنِهَـايَةِ الْكَمَالِ وَغَايَةِ الْاِعْتِدَالِ وَالاحوال(وليس يخرج)اَیْ وَلَا يَظْهَرُ مَا قَـالَه هذا القائل بالبهتان(من قلب سليم الايمان)الكذب}(شرح الشفاءللقاری ج۴ص۳۴۲)

توضیح:دیابنہ کس طرح اللہ تعالیٰ اورحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان کرتے ہیں۔کوئی رب تعالیٰ کے لیے وقوع کذب تسلیم کرتا ہے۔کوئی شیطان کے علم کوعلم نبوی سے زیادہ بتاتا ہے۔کوئی حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک کوزیدوبکر، مجانین وبہائم واطفال کے علم کے برابر کےقرار دیتاہے،کوئی ختم نبوت کاانکارکرتاہے۔کوئی حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کوبھی مردہ قرار دیتاہے:معاذ اللہ تعالیٰ عن ہفوات الدیابنۃ والوہابیۃ وخذلہم اللہ تعالیٰ فی الدارین۔

تسویت کاحکم

اشرف علی تھانوی کے بعض حامیوں نے کہا کہ تھانوی کی عبارت میں تسویت ہے،تشبیہ نہیں،یعنی حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم اقدس کوزیدوبکر ومجانین وبہائم واطفال کے علم کے برابرقرار دیا گیا۔علم نبوی کوان مذکورین کے علم کے مشابہ قرارنہیں دیا گیا، حالاں کہ تشبیہ وتسویت دونوں صورت میں کفرکاحکم عائد ہوتا ہے۔

قال القاضی عياض:{تَقَدَّمَ الْكَلَامُ فی قتل القاصد لِسَبِّه–وَالْاِزْرَاءِ به–وَغَمْصه–بِاَیِّ وَجْهٍ كَانَ–مِنْ مُمْكِنٍ اَوْ مُـحَـالٍ–فَهٰذَا وَجْهٌ بَيِّنٌ،لَا اِشْكَالَ فِيْه–الوجه الثانی،لَاحِقٌ به فی الْبَيَانِ وَالْجَلَاءِ –وَهُوَ اَنْ يَكُوْنَ الْقَائِلُ لِمَا قَالَ فِیْ جهتـه صـلـی اللّٰه عليه وسلم غَيْرَ قَاصِدٍ لِلسَّبِّ وَالازراء–وَلَا مُعْتَقِدَ لَه–وَلٰكِنَّه تَكَلَّمَ فی جهته صلی اللّٰه عليه وسـلم بِكَلِمَةِ الْكُفْرِ–مِنْ لَعْنِه–اَوْ سَبِّه–اَوْ تَكْذِيْبِه–او اضافة مَا لَا يجوز عَلَيْهِ–اَوْ نَفِیِّ مَا يَجِبُ لَه مِمَّا هو فی حقه صـلـی الـلّٰـه عـلـيـه وسـلم نقيصةٌ–مِثْلُ اَنْ يَنْسُبَ اِلَيْهِ اِتْيَانَ كَبِيْرَةٍ–اَوْ مُدَاهَنَةً فی تبليغ الرسالة–اَوْ فی حكمٍ بَيْنَ النَّاس–اَوْ يَـغُـضُّ مِنْ مَرْتَبَتِه–اَوْ شَرْفِ نَسَبِه–اَوْ وُفُوْرِ عِلْمِه–اَوْ زُهْدِه–اَوْ يُكَذِّبُ بِمَا اِشْتَهَرَ مِنْ اُمورٍ اَخْبَرَ صلی الـلّٰـه عـلـيـه وسلم بِهَا وَتَوَاتَرَ الْخَبَرُ بها–عَنْ قَصْدٍ لِرَدِّ خبره–اَوْ ياتی بِسَفَهٍ من القول–اَوْ قَبِيْحٍ مِنَ الْكَلَامِ–وَنَوْعٍ مِـنَ الـسَّـبِّ فـی جهته صلی اللّٰه عليه وسلم–وَاِنَ اَظْهَرَ بِدَلِيْلِ حَالِه اَنَّه لَمْ يَعْتَقِدْ ذَمَّه–وَلَمْ يَقْصُدْ سَبَّه–اِمَّا لِجَهَالَةٍ، حَـمَلَتْهُ عَلٰی مَا قَا لَه–اَوْ لِضَجْرٍ–اَوْ سُكْرٍ اِضْطَرَّه اِلَيْهِ–اَوْ قِلَّةِ مُرَاقَبَةٍ وَضَبْطٍ لِلِسَانِه–وَعَجْرَفَةٍ وَتَهَوُّرٍ فِیْ كَلَامِه– فَـحُـكْـمُ هٰـذَا الْـوَجْهِ ،حُكْمُ الْوَجْهِ الْاَوَّلِ،اَلْقَتْلُ دُوْنَ تَلَعْثُمٍ–اِذْ لَا يُعْذَرُ اَحَدٌ فِی الْكفر بالجهالة–وَلَا بِدَعْوٰی زَلَلِ اللِّسَانِ–وَلَا بِشَیْءٍ مِمَّا ذَكَرْنَاه–اِذَا كَانَ عَقْلُه فِیْ فِطْرَته سَلِيْمًا–اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُه مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ}

(کتاب الشفاءج۲ص۲۳۱)

توضیح:حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کثیرکوزیدوعمرو کے علم قلیل کے برابرقرار دینا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم

الرسالة السادسة

شریف کو قلیل قرار دینا ہے، اور یہ کفر ہے، جیسا کہ قاضی عیاض مالکی نے فرمایا:

{اَوْ یَغُضُّ مِنْ مَرْتَبَتِه–اَوْ شَرْف نَسَبِه–اَوْ وُفُوْرِ عِلْمِه–اَوْ زُهْدِه}

علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی نے کتاب الشفا کی مذکورہ عبارت کو نقل کرنے کے بعد رقم فرمایا: {وَمَا ذَكَرَه مُوَافِقٌ لِقَوَاعِدِ مَذْهَبِنَا– اِذِ الْمَدَارُ فِی الْحُكْمِ بالكفر على الظواهر–وَلَا نظر لِلْمَقْصُوْدِ وَالنِّيَّاتِ–وَلَا نظر لِقَرائِنِ حَالِه–نَعَمْ، يُعْذَرُ مُدَّعِیُ الْجَهْلِ–اِنْ عَذَرَ لِقُرْبِ عهده بالاسلام–اَوْ بُعْدِه عَنِ الْعُلَمَاءِ–كَمَا يُعْلَمُ مِمَّا قَدَّمْتُه عَنْه فِی الرَّوْضَةِ–وَيُعْذَرُ اَيْضًا فِيْمَا يَظْهَرُ بِدَعْوٰی سَبْقِ اللِّسَانِ بِالنِّسْبَةِ لِدَفْعِ الْقَتْلِ عَنْهُ–وَاِنْ لَمْ يُعْذَرْ فِيْهِ بِالنِّسْبَةِ لِوُقُوْعِ طَلَاقِه وَعِتْقِه–وَالْفَرْقُ اَنَّ ذلک حَقُّ اللّٰه تَعَالٰی–وَهو مَبْنِی عَلَی الْمُسَامَحَةِ بخلاف هذين} (الاعلام بقواطع الاسلام ص۳۸۲)

توضیح: علامہ ابن حجر ہیتمی نے فرمایا کہ قاضی عیاض مالکی نے جتنی صورتیں بیان فرمائیں، ان تمام صورتوں میں کفر کا حکم عائد ہوگا۔ ہاں، اگر قائل یہ دعویٰ کرے کہ وہ قریب زمانے میں داخل اسلام ہوا ہے، یا وہ علما سے دور ہونے کے سبب احکام شرعیہ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ایسا کہا تو ان دونوں کا عذر جہالت قبول کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی سبقت لسانی کا دعویٰ کرے تو حکم قتل اس کے لیے نہیں ہوگا۔ توبہ اس کے حق میں کافی ہوگی۔ فقہائے مالکیہ کے یہاں حکم شرعی سے جہالت اور سبقت لسانی کا عذر قبول نہیں ہوگا اور قتل کا حکم ہوگا۔

علامہ ہیتمی نے کتاب الشفا سے نقل کرتے ہوئے رقم فرمایا: {وَفِيْهِ عَنْ اِبْنِ اَبِیْ زَيْدٍ–مَنْ قَالَ: صِفَتُه صلی اللّٰه علیه و سلم كَصِفَةِ رَجُلٍ قَبِيْحِ الْوَجْهِ وَاللِّحْيَةِ، قُتِلَ–وَمَذْهَبُنَا قَاضٍ بذلک} (الاعلام بقواطع الاسلام ص۳۸۱)

قال تاج الدين السبكی الشافعی: {وهو صلی اللّٰه علیه وسلم يَزْدَادُ كُلَّ يَوْم شَرْفًا وَرُتْبَةً اِلَی الْاَبَدِ}

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج۳ ص۴۱۱)

قال اللّٰهُ تَعَالٰی: {وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی: :وَلَسَوْفَ يُعْطِيْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی} (سورہ ضحیٰ: آیت ۴، ۵)

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: {وَرَفَعْنَا لَکَ ذِكْرَکَ} (سورہ انشراح)

وهؤلاء الخبثاء يسيؤن ذكر حبيبنا المحتشم صلی اللّٰه علیه وسلم–فَاِلَی اللّٰهِ الْمُشْتَكٰی–وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ.

<u>وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم :: والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم :: وآلہ العظیم</u>



باب پنجم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

دعوی نبوت(قادیانی)

مرزاغلام احمد قادیانی (۱۲۵۵ھ-۱۳۲۶ھ-۱۸۳۹ء-۱۹۰۸ء) کوئی عالم وفاضل نہیں تھا۔انگریزوں نے ملک ہند پر قبضہ کرلیااور مغلیہ سلطنت کوختم کر دیا،اور مسلمانوں کے درمیان تفریق کی بہت کوشش کی۔مختلف فتنے پیدا کیے۔مسلمانوں میں مذہبی فرقہ بندیاں کیں، تاکہ مسلمان اپنی حکومت کی واپسی کی کوشش نہ کرسکیں۔غیروں کو ہمیشہ مسلمانوں کی غیر متزلزل فطرت سے خوف رہا ہے۔

انگریزوں نے جہاد کا مفہوم بدلنے کے واسطے قادیانی کو استعمال کیا،کیوں کہ مسلمانوں نے ہی ۱۸۵۷ء میں پہلی جنگ آزادی کا آغاز کیا تھا۔غلام احمد قادیانی کو نبی اور امام مہدی بنا کر پیش کیا گیا۔تعجب ہے کہ بہت سے لوگوں نے اسے نبی تسلیم بھی کرلیا۔

علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہاں پوری نے تحریر فرمایا:’’مرزاغلام احمد قادیانی کی حتمی تاریخ پیدائش تو کسی کو معلوم نہیں۔ہاں،مرزا صاحب نے کتاب البریہ میں ۱۸۳۹ء اور ۱۸۴۰ء بتائی ہے،لیکن تریاق القلوب میں ۱۸۴۵ء لکھی ہے۔اردو فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی ۔عربی اور انگریزی میں ابجد خواں تھے۔سیالکوٹ کچہری میں بمشاہرہ پندرہ روپے ماہوار چار سال تک محرر بھی رہے۔آبائی پیشہ زمینداری تھا۔آباواجداد سکھوں اور انگریزوں کے وفادار اور ملازم رہتے آئے تھے۔والد کا نام مرزاغلام مرتضٰی تھا۔

مرزاغلام احمد قادیانی نے قانونی مختار کاری کا امتحان بھی دیا،لیکن فیل ہونے پر تعلیم سے دل اچاٹ ہوگیا۔ضعف دل ودماغ تمام عمر جولانی پر رہا۔قوت مردمی سے اکثر اوقات محروم رہے۔تشنج قلب،اسہال،دردسر،دوران سر،مالیخولیا اور ذیابیطس وغیرہ امراض موصوف کی زندگی کے ساتھی تھے۔۲۶:مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں موصوف کا شدت اسہال یا ہیضہ سے انتقال ہوا تھا۔بعدوفات ان کے منہ سے پاخانہ نکلتے ہوئے دیکھا گیا جو حاضرین کی عبرت کا باعث ہوا‘‘۔(باطل فرقے برطانیہ کے سائے میں ج۲ص۶۴۴-رضااکیڈمی ممبئی)

جہاد کاانکار

(۱) قادیانی نے لکھا:’’میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں‘‘۔(تریاق القلوب ص۲۵-قادیانی)

(۲)’’میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں،اپنی زبان اور قلم سے اہم کام میں مشغول ہوں، تاکہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیرخواہی اور ہمدردی کی طرف پھیردوں اور ان کے بعض کم فہم دلوں سے غلط

خیال جہادوغیرہ کے دور کروں جو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں‘‘۔(تبلیغ رسالت ج ۷ص ۱۰-قادیانی)

مسیحیت کا دعویٰ

(۱) قادیانی نے لکھا:’’میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہوگا‘‘۔(تحفہ گولڑویہ ص ۱۹۵-قادیانی)

(۲)’’کیا یہ سچ نہیں ہے کہ قرآن اور احادیث اور تمام نبیوں کی شہادت سے مسیح موعود حسین سے افضل ہے تو خود سوچ لو کہ حسین کے مقابل مجھے کیا درجہ دینا چاہئے، اور اگر میں وہ نہیں ہوں تو خدا نے صد ہا نشانیاں کیوں دکھلائے اور کیوں وہ ہر دم میری تائید میں ہے‘‘۔
(نزول المسیح ص ۴۵-قادیانی)

افضلیت کا دعویٰ

(۱) قادیانی نے لکھا:’’اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے، کیوں کہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا، مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا اور اس امت کے یوسف کی بریت کے لیے پچیس برس پہلے ہی خدا نے آپ گواہی دے دی، اور بھی نشان دکھلائے، مگر یوسف بن یعقوب اپنی بریت کے لیے انسانی گواہی کا محتاج ہوا‘‘۔(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۷۱-قادیانی)

(۲)’’خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں، وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں، وہ ہرگز نہ دکھلا سکتا‘‘۔(حقیقۃ الوحی ص ۱۴۸-قادیانی)

نبوت ظلیہ کا دعویٰ

(۱) قادیانی نے لکھا:’’چوں کہ میں اس کا رسول یعنی فرستادہ ہوں، مگر بغیر کسی نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے، بلکہ اسی کریم خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پا کر اور اسی میں ہو کر اور اسی کا مظہر بن کر آیا ہوں‘‘۔(نزول المسیح ص ۲-قادیانی)

(۲)’’اس نکتہ کو یاد رکھو کہ میں رسول اور نبی نہیں ہوں، یعنی باعتبار نئی شریعت اور نئے دعوے اور نئے نام کے، اور میں رسول اور نبی ہوں، یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے۔ میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے اور میں کوئی علیٰحدہ شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوتا تو خدا تعالیٰ میرا نام محمد اور احمد اور مصطفیٰ اور مجتبیٰ نہ رکھتا‘‘۔(نزول المسیح ص ۲-قادیانی)

(۳)’’خدا تعالیٰ نے ابتدا سے ارادہ کیا تھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات معتدبہ کے اظہار و اثبات کے لیے کسی شخص کو آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور متابعت کی وجہ سے وہ مرتبہ کثرت مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ بخشے کہ جو اس کے وجود میں عکسی طور

پر نبوت کا رنگ پیدا کر دے، سو اس طرح سے خدا نے میرا نام نبی رکھا، یعنی نبوت محمدیہ میرے آئینہ نفس میں منعکس ہوگئی، اور ظلی طور پر، نہ اصلی طور پر مجھے یہ نام دیا گیا، تا کہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کا کامل نمونہ ٹھروں''۔(حاشیہ چشمہ رحمت ص ۳۲۴ - قادیانی)

(۴)''لاجرم خدا نے مجھ کو آدم بنایا اور مجھ کو وہ سب چیزیں بخشیں اور مجھ کو خاتم النبیین اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز بنایا اور بھید اس میں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ابتدا سے ارادہ فرمایا تھا کہ اس آدمی کو پیدا کرے گا جو آخری زمانہ میں خاتم الخلفا ہوگا جیسا کہ زمانہ کے شروع میں آدم کو پیدا کیا جو اس کا پہلا خلیفہ تھا اور یہ سب کچھ اس لیے کیا کہ فطرت کا دائرہ گول ہو جائے''۔

(خطبہ الہامیہ ص ۱۶۷ - قادیانی)

نبوت اصلیہ کا دعویٰ

(۱) قادیانی نے لکھا:''ہلاک ہوگئے وہ جنہوں نے ایک برگزیدہ رسول (یعنی مرزا قادیانی) کو قبول نہ کیا۔ مبارک وہ جس نے مجھ کو پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں، اور اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے، کیوں کہ میرے بغیر سب تاریکی ہے''۔(کشتی نوح ص ۵۶ - قادیانی)

(۲)''خدا کا کلام اس قدر مجھ پر نازل ہوا ہے کہ اگر وہ تمام لکھا جائے تو بیس جز سے کم نہیں ہوگا''۔(حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱ - قادیانی)

(۳)''دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا، سو جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے کہ میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحٰق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسمٰعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ بن مریم ہوں، میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، یعنی بروزی طور پر، جیسا کہ خدا نے اسی کتاب میں یہ سب نام مجھے دیئے اور میری نسبت (جری اللہ فی حلل الانبیاء) فرمایا، یعنی خدا کا رسول، نبیوں کا پیر ہوں، سو ضرور ہے کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جائے''۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۸۴ - قادیانی)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور قادیانی

(۱) قادیانی نے لکھا:''حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں''۔

(ازالہ اوہام ص ۳۰۳ - قادیانی)

(۲)''عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں، مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا''۔

(ازالہ اوہام ص ۳۰۳ - قادیانی)

(۲)''اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو تو وہ آپ کا نہیں، بلکہ اسی تالاب کا معجزہ ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوائے مکر وفریب کے اور کچھ نہ تھا''۔(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۷ - قادیانی)

(۳) ''آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے، ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگاوے، اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے، اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ سمجھنے والے انسان سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے''۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۷- قادیانی)

(۴) ''خدا ایسے شخص کو کسی طرح دوبارہ دنیا میں نہیں لا سکتا جس کے پہلے فتنے نے ہی دنیا کو تباہ کر دیا ہے''۔

(دافع البلاء ص ۱۵- قادیانی)

(۵) ''یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک کر انہیں سچ مچ جانور بنا دیتا تھا، نہیں، بلکہ صرف عمل ترب (مسمریزم) تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لیے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہر حال یہ معجزہ صرف کھیل کی قسم میں سے تھا اور مٹی در حقیقت ایک مٹی رہتی تھی، جیسے سامری کا گوسالہ''۔ (ازالہ اوہام ص ۳۲۲- قادیانی)

ابن اللہ ہونے کا دعویٰ

(۱) قادیانی نے لکھا کہ رب تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: ''تو مجھے ایسا ہے جیسا کہ اولاد۔ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں''۔

(دافع البلاء ص ۸- قادیانی)

(۲) قادیانی نے لکھا کہ رب تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: ''انت منی بمنزلة ولدی''. (حقیقۃ الوحی ص ۸۶- قادیانی)

الوہیت کا دعویٰ

قادیانی نے لکھا: ''میں نے نیند میں اپنے آپ کو ہو بہو اللہ دیکھا اور میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی (اللہ) ہوں، پھر میں نے آسمان اور زمین بنائے اور کہا کہ ہم نے آسمان کو ستاروں کے ساتھ سجایا ہے''۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴، ۵۶۵- قادیانی)

قادیانی کے متضاد اقوال

(۱) قادیانی سے متضاد اقوال کا صدور ہوا ہے۔ قادیانی نے جامع مسجد دہلی میں لوگوں کے سامنے اعلانیہ طور پر کہا:

''ان تمام امور میں میرا وہی مذہب ہے جو دیگر اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔ اب میں مفصلہ ذیل امور کا مسلمانوں کے سامنے صاف صاف اقرار اس خانہ خدا (جامع مسجد دہلی) میں کرتا ہوں کہ جناب خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو، اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں''۔ (تبلیغ رسالت ج ۲ ص ۴۴- قادیانی)

(۲) ''سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفی ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا

ہوں"۔(تبلیغ رسالت ج۲ص۲۲-قادیانی)

(۲)علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہ جہاں پوری نے رقم فرمایا:"حکومت پاکستان نے بھی ۷:ستمبر ۱۹۷۴ء کو یہی فیصلہ سنایا تھا کہ جو مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت ورسالت کا قائل ہے،یا کم از کم ایسے دجال وکذاب کو مسلمان شمار کرتا ہے،وہ کافر ومرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے"۔(باطل فرقے برطانیہ کے سائے میں ج۲ص۶۵۹-رضا اکیڈمی ممبئی)

<u>وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم</u>



الرسالة السادسة

باب ششم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

فصل اول

فصل اول میں المعتمد المستند اورحسام الحرمین کے کچھ حالات،دیوبندیوں سے متعلق بھارت کے دانشوران ملت کے تاثرات، دیوبندیوں کی تاویلات وتلبیسات،علمائے اہل سنت وجماعت سے متعلق دیابنہ کے اعترافات،حسام الحرمین کے تصدیق کنندگان سے دیابنہ کے انتقام،دیابنہ کی باہمی تکفیر،دیابنہ کے متضاداقوال وغیرہ کا تذکرہ ہے۔

المعتمد المستند اورحسام الحرمین

امام احمدرضا قادری نے ۱۳۲۰ھ میں ''المعتمد المستند'' رقم فرمائی۔اس میں مسلک دیوبند کے اشخاص اربعہ:نانوتوی،گنگوہی، انبیٹھوی،تھانوی اورقادیانی وسرسید پرکفرکلامی کاحکم جاری فرمایا۔۱۳۲۱ھ میں مطبع تحفہ حنفیہ(پٹنہ)سے المعتمد المستند کی اشاعت ہوئی۔

امام احمدرضا قادری ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء میں جب حج وزیارت حرمین طیبین کو گئے توالمعتمد المستند کا جوحصہ اشخاص اربعہ اور قادیانی کی تکفیر سے متعلق تھا،اسے ساتھ لیتے گئے،تاکہ علمائے حرمین طیبین کی تصدیقات حاصل کی جاسکے۔

علامہ غلام دستگیر قصوری کے سفرحرمین طیبین کے سترہ سال بعد امام احمدرضا قادری بھارتی دیوبندیوں اورقادیانی سے متعلق ایک تحریر لے کرحرمین طیبین حاضر ہوئے۔علمائے حرمین طیبین قاسم نانوتوی،رشیداحمد گنگوہی،خلیل احمدانبیٹھوی اورقادیانی کی عبارتوں سے واقف تھےاوران لوگوں کی ضلالت وکفریات کاردوابطال کرچکے تھے۔علامہ قصوری ۱۳۰۷ھ میں اورامام احمدرضا ۱۳۲۳ھ میں حرمین طیبین گئے۔

امام احمدرضا قادری نے''المعتمد المستند'' کے مذکورہ حصے کواستفتا کی شکل میں پیش کیا۔علمائے حرمین طیبین نے امام احمدرضا کی تحریر پرغوروفکرکیا۔ان تمام علمائے کرام کی تحقیق امام احمدرضا کی تحقیق کے موافق ثابت ہوئی،پس انہوں نے تصدیق فرمائی،اوراپنی مہریں ثبت فرمائی۔واضح رہے کہ کفرکلامی کاجب صحیح فتویٰ دیاجائے تواس میں کسی کااختلاف نہیں ہوتااورنہ ہی کسی کواختلاف کی اجازت ہوتی ہے۔

امام احمدرضا سے قبل بھارت کے علمائے کرام نانوتوی،گنگوہی اورانبیٹھوی پرحکم کفرعائدکرچکے تھے۔لوگ خیال کرتے ہیں کہ سب سے پہلے امام احمدرضا قادری نے ان لوگوں پرکفرکاحکم عائدفرمایا،حالاں کہ ایسانہیں ہے۔امام احمدرضا قادری نے علمائے سابقین کے نظریہ کی تائیدفرمائی۔اشخاص اربعہ میں سے صرف تھانوی پرآپ نے سب سے پہلے حکم کفرعائدفرمایا۔تھانوی نے سب سے اخیر میں رسالہ حفظ الایمان ۱۳۱۹ھ میں لکھاتھا۔امام احمدرضا قادری نے ۱۳۲۰ھ میں المعتمد المستند تحریرفرمائی اورتھانوی پرحکم کفرجاری فرمایا۔

الرسالة السادسة

بھارت میں وہابیہ کا سب سے پہلے رد کرنے والے علامہ فضل حق خیرآبادی ہیں۔ آپ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے شاگرد تھے
۔اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھ کر بھارت میں وہابیت کی بنیاد رکھی۔ علامہ خیرآبادی نے دہلوی کا ناطقہ بند فرما دیا۔

علامہ فضل رسول بدایونی نے علامہ فضل حق خیرآبادی (۱۲۱۲ھ-۱۲۷۸ھ-۱۷۹۷ء-۱۸۶۱ء) سے متعلق رقم فرمایا:

{وھو بارض الھند اول من جرح مبتدعات النجدیة وَمَفَاسِدَھُمْ-وَاٰخِرُ مَنْ بَیَّنَ شَرْحَ فَسَادِ عَقَائِدِھِمْ-فَاطْمَاَنَّ قُلُوْبُ اَھْلِ الْیَقِیْنِ-وَحَصَلَ الْیَقِیْنُ لِلشَّاکِّیْنَ وَالْمُتَرَدِّدِیْنَ-وَھَدَی اللّٰہُ بہ کثیرًا من الضالین-وَلَہٗ مِنَّۃٌ عَلٰی کَافَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ-وَاَجْرٌ جَزِیْلٌ عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ}(المعتقد المنتقد ص۱۲۳-المجمع الاسلامی مبارک پور)

دیابنہ کی تلبیسات

حرمین طیبین سے حکم کفر آنے کے بعد دیوبندیوں پر ماتم کا ماحول چھا گیا۔ دیابنہ اپنے اوپر سے دفع کفر کے واسطے حیلہ سازی کرنے لگے۔ خلیل احمد انبیٹھوی نے ایک رسالہ "المہند علی المفند" رقم فرمایا۔ اس میں اہل سنت و جماعت کے عقائد کو لکھا اور اپنی کتابوں میں مرقوم باطل اعتقادات کا انکار کیا، پھر اس کو تصدیق کے لیے حرمین طیبین بھیجا۔

چوں کہ اس رسالہ میں اہل سنت و جماعت کے اعتقادات مرقوم تھے، اس لیے بعض علما نے اس رسالے پر اپنی تصدیق رقم فرمائی۔
بعض علمائے کرام نے اس کے باطل مقصد کو سمجھ لیا اور تصدیقی کلمات رقم کرنے سے انکار کر دیا۔ بعض علمائے کرام نے دیوبندیوں کی غرض باطل کو سمجھ لیا اور تصدیق رقم فرما کر دیوبندیوں کو سپرد کر دینے کے بعد اپنی تصدیقات واپس لے لیں۔

دیوبندیوں کی فریب کاریوں اور دجل وافترا کو صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی (۱۳۰۰ھ-۱۳۶۷ھ-۱۸۸۳ء-۱۹۴۸ء) نے "التحقیقات لدفع التلبیسات" میں اور شیر بیشہ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں لکھنوی (۱۹۰۱ء-۱۹۶۰ء) نے اپنی کتاب "راد المہند" میں تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ ان دونوں کتابوں کے بعض اقتباسات باب ہشتم میں منقول ہیں۔

تصدیق کنندگان سے دیوبندیوں کا انتقام

شیخ شفیع میاں ابن شیخ سید میاں علوی قادری (ساکن: ماتر کھیڑہ گجرات) نے رقم فرمایا: "افسوس اور ہزار افسوس کہ وثوق سے معلوم ہوا ہے کہ حسام الحرمین شریف کے مقرظین ومصدقین میں سے جو باقی تھے، یا ان کی اولاد میں سے بچے رہ گئے تھے، ان کو اس بڑھوتی عمر میں خلیل احمد انبیٹھوی علیہ مایستحقہ نے جا کر اپنے آقائے نعمت ابن سعود مردود سے کہہ کر شہید کرا دیا: انا للّٰہ وانا الیہ راجعون-واشد مقت اللّٰہ علی کل کافر ملعون"۔ (الصوارم الہندیہ ص ۱۱۷-دار العلوم رضائے خواجہ اجمیر شریف)

امام الوہابیہ محمد بن عبد الوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) نے حجاز مقدس اور حرمین طیبین میں اپنے بے شمار مخالفین کو قتل کیا۔ بھارتی دیابنہ نے بھی ملک بھر میں نہ جانے کتنے سنیوں کا قتل کیا ہے۔ خلیل انبیٹھوی نے بھی بہاول پور کے مناظرہ کے بعد علامہ غلام دستگیر قصوری کو

مقاتلہ کی دھمکی تھی ،لیکن نواب بہاول پور سر محمد صادق عباسی نے اسے ریاست بہاول پور سے نکال دیا۔نجد کے وہابیہ اور بھارت کے وہابیوں کے ظلم وستم کی تاریخ رسالہ نہم میں مرقوم ہے۔عرب کے وہابیوں نے سنیوں کا قتل عام کیا اور حرمین طیبین کی بے حرمتی کی۔

ملک بھر میں دیوبندیوں نے اہل سنت و جماعت کی بے شمار مسجدوں پر حیلہ وفریب سے قبضہ کرلیا۔دیوبندیت کے فروغ کے لیے اپنے مولویوں کی جھوٹی کرامتیں بیان کر کے مسلمانان اہل سنت و جماعت کو اپنی طرف مائل کر لیتے ہیں۔کبھی اپنے جھوٹے تقویٰ کو ظاہر کرتے ہیں۔جن لوگوں کے دلوں میں اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا خوف نہ ہو، وہ لوگ متقی کیوں کر ہو سکتے ہیں۔اگر خوف خداوندی اور محبت نبوی دلوں میں ہوتی تو یہ لوگ تنقیص شان الٰہی وتنقیص نبوی سے تائب ہو جاتے۔

دیابنہ اور وہابیہ اپنے بزرگوں کا جس قدر احترام کرتے ہیں،حضرات اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اس قدر بھی احترام نہیں کرتے ،حتی کہ یہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی طرح بشر کہتے ہیں،لیکن اپنے اکابرین کو آسمانی مخلوق قرار دیتے ہیں۔

دیابنہ کی تاویلات

حرمین طیبین سے حکم کفر آنے کے بعد دیوبندیوں نے اپنی کفری عبارتوں کی تاویل شروع کر دی۔جب کلام کفری معنی میں مفسر ہوتو تاویل قبول نہیں کی جاتی ہے۔اگر دیابنہ توبہ کر لیتے تو اختلاف ختم ہو جاتا،لیکن اشخاص اربعہ اپنی موت تک توبہ سے محروم رہے۔

علمائے اہل سنت و جماعت نے دیوبندیوں کی تاویلات وتلبیسات کا رد وابطال متعدد کتابوں میں کیا ہے۔

چند مشہور کتب ورسائل کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)الموت الاحمر (۲) وقعات السنان (۳) نہایۃ السنان (۴) ادخال السنان۔

از:شہزادۂ مجدد اعظم حضرت علامہ مفتی مصطفٰے رضا خاں نوری (۱۳۱۰ھ-۱۴۰۲ھ-۱۸۹۲ء-۹۱۸۱ء)

(۵)التحقیقات لدفع التلبیسات:صدر الافاضل حضرت علامہ نعیم الدین مرادآبادی (۱۳۰۰ھ-۱۳۶۷ھ-۱۸۸۳ء-۱۹۴۸ء)

(۶) رد الشہاب الثاقب:حضرت مفتی اجمل حسین مرادآبادی۔

(۷) منصفانہ جائزہ:حضرت مفتی شریف الحق امجدی (۱۳۴۰ھ-۱۴۲۱ھ-۱۹۲۱ء-۲۰۰۰ء)

(۸)اہل سنت و جماعت اور دیوبندیوں کے مابین واقع مناظروں کی روداد۔اکثر روداد کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہیں۔

(۹)البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ (رسالہ ہفتم)

دیوبندیوں کی جن کتابوں میں کفری عبارتیں ہیں، وہ آغاز امر سے تاامروز مسلسل شائع ہو رہی ہیں۔کفری عبارتیں آج بھی موجود ہیں۔ان کفری عبارتوں کا عکس علامہ سعید احمد کاظمی پاکستانی (۱۹۱۳ء-۱۹۸۶ء) کی کتاب ’’الحق المبین ‘‘اور علامہ منشا تابش قصوری کی کتاب ’’دعوت فکر‘‘میں موجود ہے۔دیابنہ ان عبارتوں کا انکار نہیں کرتے ، بلکہ ان عبارتوں کی باطل تاویل کرتے ہیں۔حالاں کہ یہ

تاویلات باطل ہیں اورشریعت اسلامیہ میں نا قابل قبول ہیں۔دیو بندیوں کی عبارتیں کفری معنی میں مفسر ہیں۔

دیو بندیوں کی باہمی تکفیر

دیابنہ آپس میں بھی ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔علامہ حسن علی رضوی پاکستانی نے اپنی دو کتاب''دیو بندی شاطر اپنے منہ کافر'' اور''علمائے دیو بند کا تکفیری افسانہ''میں دیو بندیوں کی باہمی تکفیر کی تفصیل رقم فرمائی ہے۔

دیابنہ کے متضاد اقوال

مناظر اہل سنت رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری(۱۹۲۵ء-۲۰۰۲ء) نے دیو بندیوں کے متضاد اقوال کو اپنی مشہور روزگار تصنیف''زلزلہ''میں جمع فرمایا،اورمناظر اہل سنت خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی(۱۹۲۲ء-۱۹۹۰ء) نے اپنی کتاب''خون کے آنسو''میں انتہائی عرق ریزی کے ساتھ دیابنہ کے متضاد اقوال کو رقم فرمایا ہے۔

استاذ عالی امراتب حضرت علامہ محمد احمد مصباحی،سابق شیخ الجامعہ:جامعہ اشرفیہ(مبارک پور) نے رقم فرمایا:

{وللدیوبندیة مذهبان متضادان وضیعان متناقضان-مذهب فی الانبیاء والاولیاء وهویوافق مذهب الوهابیة-ومذهب فی علمائها وکبرائها-اَنَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیَتَصَرَّفُوْنَ فِی الْکَوْنِ وَ یَنْجُدُوْنَ فِی الشَّدَائِدِ حَالَ حَیَاتِهِمْ وَبَعْدَ مَمَاتِهِمْ وَیَجُوْزُ التَّوَسُّلُ وَالْاِسْتِغَاثَةُ بِهِمْ.

فَاِذَا تَوَسَّلَ اَوْ اِسْتَعَانَ اَحَدٌ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ بِالْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ حَکَمُوْا عَلَیْهِ بِالْاِشْرَاکِ-وَاَتَوْ بِکُلِّ مَا تَمَسَّکَ به الشیخ النجدی فی کتاب التوحید واسماعیل الدهلوی فی تقویة الایمان.

واذا ذَهَبُوْا اِلٰی شُیُوْخِهِمْ وَکُبَرَائِهِمْ اوقبورهم،اِسْتَعَانُوْا بِهِمْ فِیْ حَاجَاتِهِمْ-وکذا صَنِیْعُهُمْ متضاد مع الفریقین-اِذَا لَقُوْا اَحَدًا مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ فِی الْاَقْطَارِ العربیة وغیرها-وله سطوة او ثروة-قَالُوْا لَهٗ:اِنَّا مَعَکُمْ-نَعْتَقِدُ التَّصَوُّفَ وَالطَّرِیْقَةَ وَالتَّوَسُّلَ وَالْاِسْتِعَانَةَ بِالْاَمْوَاتِ الصَّالِحِیْنَ وَنَحْنُ حَنفِیُّوْنَ مَذْهَبًا-نقشبندیون اوجشتیون او قادریون طریقةً-واذا لقوا الوهابیة قالوا:انا معکم،نوافق شیخ الاسلام محمد بن عبد الوهاب فی عقیدته-وَنَرُدُّ عَلٰی اَهْلِ الْبِدَعِ وَالْخُرَافَاتِ وَنُقَاوِمُهُمْ دَائِمًا فی شبه القارة الهندیة-فَکُلُّ مَنْ لَا یَعْلَمُ سَرِیْرَتَهُمْ وَحَقِیْقَتَهُمْ یَنْخَدِعُ بهم-وَیَعُدُّهُمْ اَهْلَ طَرِیْقِهٖ-فَفِتْنَتُهُمْ اَکْبَرُ وَخِدَاعُهُمْ اَشَدُّ}(حدوث الفتن ص۶۱-المجمع الاسلامی مبارک پور)

شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال لاہوری

ڈاکٹر اقبال نے کہا:''قادیان اور دیو بند اگر چہ ایک دوسرے کی ضد ہیں،لیکن دونوں کا سرچشمہ ایک ہے،اور دونوں اس تحریک کے

پیداوار ہیں جسے عرف عام میں وہابیت کہا جاتا ہے''۔(اقبال کے حضور ص۲۶۲-سیدنذیرنیازی-اقبال اکیڈمی کراچی)

ڈاکٹر اقبال کی وصیت

علامہ منشا تابش قصوری پاکستانی نے رقم فرمایا:''۱۹۳۵ء میں علامہ اقبال نے اپنی گرتی ہوئی صحت کے پیش نظر وصیت لکھنے کا فیصلہ کیا۔اس سلسلہ میں آپ نے ایک دستاویز ۱۳؍اکتوبر ۱۹۳۵ء کو تیار کی،جو''روزگار فقیر''جلد دوم مرتبہ فقیر سید وحیدالدین کے صفحات ۵۶-۵۹ پر درج ہے۔اس کے چند روز بعد اقبال نے ایک اور تحریر تیار کی،جس میں آپ نے خاص طور پر اپنے فرزند ارجمند جاوید اقبال کو وصیت کی ہے۔علامہ اقبال کی یہ نادر تحریر اقبالیات کے مشہور ماہر جناب محمد عبداللہ قریشی کا عطیہ ہے۔

''جاوید کو میری عام وصیت یہی ہے کہ وہ دنیا میں شرافت اور خاموشی کے ساتھ اپنی عمر بسر کرے۔اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ہمیشہ خوشگوار تعلقات رکھے۔میرے بڑے بھائی کی اولاد سب اس سے بڑی ہے،ان کا احترام کرے،اور اگر ان کی طرف سے کبھی سختی بھی ہو تو برداشت کرے۔دیگر رشتہ داروں کو اگر اس سے مدد کی ضرورت ہو،اور اس میں مدد کی توفیق ہو تو اس سے کبھی دریغ نہ کرے۔جو لوگ میرے احباب ہیں،ان کا ہمیشہ احترام ملحوظ رکھے اور ان سے اپنے معاملات میں مشورہ لیا کرے۔

باقی دینی معاملے میں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ میں اپنے عقائد میں بعض جزوی مسائل کے سوا،جو ارکان دین میں سے نہیں ہیں،سلف صالحین کا پیرو ہوں اور یہی راہ بعد کامل تحقیق محفوظ معلوم ہوتی ہے۔جاوید کو بھی میرا یہی مشورہ ہے کہ وہ اسی راہ پر گامزن رہے،اور اس بدقسمت ملک ہندوستان میں مسلمانوں کی غلامی نے جو دینی عقائد کے نئے فرقے مختص کر لیے ہیں،ان سے احتراز کرے۔

بعض فرقوں کی طرف لوگ محض اس واسطے مائل ہو جاتے ہیں کہ ان فرقوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے دنیوی فائدہ ہے۔میرے خیال میں بڑا بدبخت ہے وہ انسان جو صحیح عقائد کو مادی منافع کی خاطر قربان کر دے۔غرض یہ ہے کہ طریقہ حضرات اہل سنت محفوظ ہے اور اسی پر گامزن رہنا چاہئے،اور ائمہ اہل سنت کے ساتھ محبت اور عقیدت رکھنی چاہئے:محمد اقبال-۱۷؍اکتوبر ۱۹۳۵ء

(اوراق گم گشتہ ص۶۸-۴۶۷:مرتبہ رحیم بخش شاہین-مطبوعہ لاہور-دعوت فکر ص۸)

ڈاکٹر اقبال اور جماعت وہابیہ

علامہ منشا تابش قصوری نے رقم فرمایا:''۱۹۳۴ء میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی علامہ اقبال سے ملاقات ہوئی۔حضرت حجۃ الاسلام نے علمائے دیوبند کی گستاخانہ عبارات سنائیں تو علامہ نے بے ساختہ مندرجہ بالا تبصرہ کیا۔اس واقعہ کے راوی ہیں حضرت استاذ العلما مفتی تقدس علی خان مدظلہ العالی جو حضرت حجۃ الاسلام کے شاگرد خلیفہ اور داماد ہیں اور طویل عرصہ تک دار العلوم منظر الاسلام بریلی شریف کے مہتمم رہے ہیں۔ان دنوں آپ جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ(سندھ)کے شیخ الجامعہ ہیں۔

ذیل میں ان کا ایک مکتوب پیش کیا جا رہا ہے۔

''غالبًا یہ ۱۹۳۴ء کا واقعہ ہے جب کہ مسجد وزیر خاں میں آخری فیصلہ کن مناظرہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔حضرت حجۃ الاسلام قبلہ قدس سرہ بہ نفس نفیس لاہور تشریف لے گئے تھے اور مولوی اشرف علی تھانوی کو خصوصی دعوت دے کر ان کے لیے ڈبہ ریزرو کر کے ان کی آمد کا انتظام کیا گیا تھا،لیکن باوجود اصرار کے وہ نہیں آئے۔اسی موقعہ پر کسی مقام پر حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہٗ اور ڈاکٹر اقبال صاحب مرحوم کی ملاقات ہوئی۔حضرت موصوف نے واپسی پر بریلی شریف کے چند احباب کے سامنے یہ تذکرہ فرمایا کہ دیوبندی حضرات کی گستاخانہ عبارتیں ڈاکٹر صاحب موصوف کے سامنے پڑھی گئیں تو ڈاکٹر صاحب نے بے ساختہ کہا۔

''مولانا! یہ ایسی عبارات گستاخانہ ہیں،ان لوگوں پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا۔ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑ جانا چاہئے''۔

(ڈاکٹر محمد اقبال)

تقدس علی قادری رضوی بریلوی: مورخہ ۱۲: ماہ خاص ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ (دعوت فکر ص ۱۰۶)

ڈاکٹر اقبال اور شیخ دیابنہ

حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی نے کہا تھا:''قومیں اوطان سے بنتی ہیں''۔ڈاکٹر اقبال نے اس کے جواب میں کہا:

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ — ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است

سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است — چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

بمصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست — گر باُو نرسیدی، تمام بولہبی است

(کلیات اقبال: ارمغان حجاز ص ۴۹ - ایجوکیشنل بک ہاؤس مسلم یونیورسٹی علی گڈھ)

ڈاکٹر اقبال (۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء) نے طالوت کے مراسلہ کے بعد کہا:

کسے گو پنجہ زد ملک ونسب را — نداند معنی دین عرب را

گر قوم از وطن بودے، محمد ﷺ — نہ دادے دعوت دیں بولہب را

اکابر دیوبند کے اعترافات

کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان کے مسائل بدیہی البطلان ہیں۔وہابیہ کو بھی معلوم ہے کہ حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان مبارک میں کی جانے والی بے ادبیاں یقیناً کفر ہیں۔اسی حقیقت کا اعتراف اشرف علی تھانوی نے دبے لفظوں میں کیا اور کہا کہ علمائے بریلی،عشق نبوی کی وجہ سے ہمیں کافر کہتے ہیں،لیکن ہم انہیں کافر نہیں کہتے،یعنی اگر علمائے بریلی کا فتویٰ تکفیر از روئے اسلام غلط ہوتا تو ہم علمائے بریلی کو کافر کہہ سکتے تھے،کیوں کہ مومن کو کافر کہنے والا کافر ہو جاتا ہے،لیکن ہمارا تو حال یہ ہے کہ ہماری تحریروں میں کفریات بھرے پڑے ہیں۔اس کا حکم،تکفیر ہی ہے،لیکن ہمیں فتویٰ تکفیر کی قبولیت سے انکار ہے۔

(۱) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: مرتبہ محمد شفیع دیوبندی میں مرقوم ہے کہ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے متبعین کو کافر کہنا صحیح نہیں۔

(۲) انور شاہ کشمیری کے ملفوظات میں ہے: میں جماعت دیوبند کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ حضرات دیوبند، بریلوی علما کی تکفیر نہیں کرتے۔ (ملفوظات محدث کشمیری ص ۶۹)

(۳) اشرف علی تھانوی نے کہا: ہماری طرف سے کوئی لڑائی نہیں۔ وہ نماز پڑھائیں تو ہم پڑھ لیتے ہیں۔ ہم پڑھائیں تو وہ نہیں پڑھتے۔ (الافاضات الیومیہ ج ۵ ص ۲۲۰)

(۴) اشرف علی تھانوی نے کہا: میرے دل میں احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بے حد احترام ہے۔ وہ ہمیں کافر کہتے ہیں تو عشق رسول کی بناپر، اور کسی غرض سے تو کافر نہیں کہتے۔ (ماہنامہ چٹان ص ۲۳- اپریل ۱۹۶۲ء)

(۵) تھانوی کا قول ہے: ممکن ہے ان (احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ) کی مخالفت کا سبب واقعی حب رسول ہی ہو۔
(اشرف السوانح ج ۱ ص ۱۲۸)

(۶) ایک شخص نے مولانا تھانوی سے پوچھا کہ ہم بریلی والوں کے پیچھے نماز پڑھیں تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ فرمایا: ہاں، ہم ان کو کافر نہیں کہتے، گرچہ وہ ہمیں کہتے ہیں۔ (مجالس الحکمت ص ۲۱۵- قصص الاکابر ص ۱۰۰- کتب خانہ اشرفیہ دہلی)

(۷) اشرف علی تھانوی نے کہا: ہم بریلی والوں کو اہل ہوا کہتے ہیں۔ اہل ہوا کافر نہیں۔
(قصص الاکابر ص ۱۰۰- کتب خانہ اشرفیہ دہلی)

(۸) حضرت مولوی اشرف علی تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھ کو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو میں پڑھ لیتا۔ (اسوۂ اکابر ص ۱۸- مطبوعہ دیوبند)

فصل دوم

فصل دوم میں تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ، ابطال اغلاط قاسمیہ، تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل، فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین، حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین کے تصدیق کنندہ علمائے کرام کے اسمائے گرامی مرقوم ہیں۔ الصوارم الہندیۃ فی مکر الدیوبندیہ میں غیر منقسم برصغیر کے دوسواڑسٹھ علمائے کرام کی تصدیقات ہیں۔ چوں کہ یہ طویل فہرست ہے، اس لیے نقل نہیں کی جاسکی۔

تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ کے تصدیق کنندگان

تحقیق الفتویٰ کی دوبار تصدیق ہوئی۔ رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ میں بھارت کے علمائے کرام نے اس کی تصدیق فرمائی۔
اس کے بعد مولانا منور الدین دہلوی نے علمائے حرمین طیبین سے اس کی تصدیق حاصل کی۔

بھارت کے علمائے مصدقین

(۱) مولانا محمد شریف (۲) مولانا حاجی محمد قاسم (۳) مولانا محمد حیات الآری (۴) مولانا کریم اللہ فاروقی
(۵) مولانا رشید الدین خاں (۶) مولانا مخصوص اللہ (۷) مولانا محمد رحمت (۸) مولانا عبدالخالق (۹) مولانا محمد عبداللہ
(۱۰) مولانا محمد موسیٰ (۱۱) مولانا خادم محمد (۱۲) مولانا شاہ احمد سعید مجددی (۱۳) مولانا محمد شریف
(۱۴) مولانا محمد حیات (۱۵) مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی (۱۶) مولانا رحیم الدین (۱۷) مولانا محبوب علی۔

(تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ ص۲۴۹، ۲۵۰ - المتاز پبلی کیشنز لاہور)

تصدیق علمائے حرمین طیبین

علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد مولانا منورالدین دہلوی (م ۱۲۷۳ھ - ۱۸۵۷ء) نے اسماعیل دہلوی کی ضلالت کے رد وابطال میں اہم کردار نبھایا۔ اسماعیل دہلوی کے کفر فقہی کی تصدیق علمائے حرمین طیبین سے کرائی۔ قاضی فضل احمد لدھیانوی نے اس فتویٰ کی مختصر سی عبارت نقل فرمائی، اور مصدقین کے اسمائے گرامی تحریر فرمائے ہیں، وہ عبارت اور اسمائے مصدقین ذیل میں مرقوم ہیں۔

{لاشک فی بطلان المنقول من تفوية الايمان وكونه موافقًا للنجدية وماخوذًا من كتاب التوحيد لقرن الشيطان—وايضًا له نسبت تفوية الايمان—ومؤلف ان هذا الدجال والكذاب استحق اللعنة من اللّٰه تعالىٰ وملٰئكته واولى العلم وسائر العٰلمين—اعلم ان كلام هذا الدجال كله سبُّ الانبياء والاستهزاء بسنن المرسلين وعداوة بعلوشان المرفوع الذكر صلى اللّٰه عليه وسلم الدرجة القصوىٰ لايصور المزيد عليها فهوملعون مطرود ساقط من عين اللّٰه ليس له فى الاسلام نصيب ولمعاونيه وناصريه اجمعين—لعنة اللّٰه بعدد رمل القفار واوراق الاشجار—الخ} (انوار آفتاب صداقت ص ۵۳۳، ۵۳۴ - کتب خانہ سمنانی اندرکوٹ میرٹھ)

تصدیق فرمانے والے علمائے حرمین طیبین کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

مکہ معظّمہ کے علمائے کرام

(۱) مولانا شیخ عمر جمال (۲) مولانا سید احمد دحلان (۳) مولانا عبدالرحمن (۴) مفتی محمد کبتی مکی۔

مدینہ منورہ کے علمائے کرام

(۱) مفتی سید مسعود حنفی (۲) مولانا محمد بالی (۳) مولانا سید یوسف العربی (۴) مولانا سید ابو محمد طاہر صدیقی (۵) مولانا ابو السعادات محمد (۶) مولانا عبدالقادر الایتاوی (۷) مولانا مولوی محمد اشرف خراسانی ولایتی (۸) مولانا شمس الدین ولد عبدالرحمن۔

الرسالة السادسة

ابطال اغلاط قاسمیہ کے تصدیق کنندگان

سال ۱۲۹۱ھ میں دہلی میں علامہ محمد شاہ پنجابی رحمۃ اللہ علیہ اور قاسم نانوتوی کے درمیان تحذیر الناس کی عبارتوں پر مناظرہ ہوا۔

روداد مناظرہ کو مولانا عبدالغفار رامپوری نے جمع کیا اور ختم نبوت کے منکر کے لیے حکم کفر ثابت ہوا۔

اس کتاب پر اکابر علمائے اہل سنت سے تصدیق لی گئی۔ مصدقین کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

علمائے دہلی:

(۱) مولانا عبدالرب (۲) مولانا احمد (۳) مولانا خواجہ ضیاء الدین احمد (۴) مولانا محمد علی (۵) مولانا محمد مسعود (۶) مولانا محمد شذارین (۷) مولانا محمد یوسف (۸) مولانا عبدالحکیم (۹) مولانا افضل الدین (۱۰) مولانا عبدالودود (۱۱) مولانا عبدالغنی بن اسماعیل۔

علمائے لکھنو:

(۱۲) مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ فرنگی محلی۔

علمائے رامپور:

(۱۳) مفتی ارشاد حسین رامپوری (۱۴) مولانا محمد عبد القادر رامپوری (۱۵) مولانا محمد امداد حسین (۱۶) مولانا محمد علاء الدین احمدی (۱۷) مولانا محی الدین محمد عبدالقادر احمدی۔

علمائے بدایوں:

(۱۸) علامہ عبدالقادر بدایونی (۱۹) مولانا فصیح الدین بدایونی (۲۰) مولانا عبیداللہ (۲۱) مولانا محبّ احمد بدایونی۔

علمائے بمبئی:

(۲۲) مولانا عبدالحمید بن ابراہیم باغلطہ خطیب جامع مسجد ممبئی

(ابطال اغلاط قاسمیہ ص ۳۸، ۳۹، ۴۰- سی پی پریس ممبئی)

تقدیس الوکیل کے تصدیق کنندگان

علامہ غلام دستگیر قصوری ۱۳۰۷ھ میں حج وزیارت کے واسطے تشریف لے گئے۔ بہاول پور کے مناظرہ کی روداد کو عربی زبان میں لکھ کر علمائے حرمین طیبین کی خدمت بابرکت میں پیش کیا۔ ان علمائے کرام نے آپ کے جوابات تحقیقات کو صحیح قرار دیتے ہوئے اس پر تصدیق رقم فرمائی۔ مکہ معظّمہ میں مقیم تیرہ بھارتی علمانے بھی تصدیق رقم فرمائی۔ ان تمام کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہے۔

بہاول پور کے مناظرہ کی روداد کا نام ''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل'' ہے۔

تصدیق کنندگان:

علمائے مکہ مکرمہ:

(۱) مفتی احناف شیخ محمد صالح بن صدیق کمال

(۲) مفتی شوافع ورئیس العلما شیخ محمد سعید بابصیل۔

(۳) مفتی مالکیہ شیخ محمد عابد بن حسین

(۴) مفتی حنابلہ شیخ خلف بن ابراہیم۔

علمائے مدینہ منورہ:

(۱) مفتی احناف شیخ عثمان بن عبدالسلام داغستانی

(۲) شیخ محمد علی بن سید ظاہر استاذ حدیث مسجد نبوی۔

علمائے ہند:

(۱) شیخ الدلائل مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی

(۲) حاجی امداداللہ مہاجر مکی (۱۲۳۳ھ-۱۳۱۷ھ-۱۸۱۷ء-۱۸۹۹ء)

(۳) پایہ حرمین مولانا رحمت اللہ کیرانوی (۱۲۳۳ھ-۱۳۰۸ھ-۱۸۱۷ء-۱۸۹۱ء)

(۴) شیخ الاسلام انواراللہ فاروقی حیدرآبادی (۱۲۶۴ھ-۱۳۳۶ھ)

(۵) مولانا حضرت نور (مدر:س مدرسہ ہندیہ: مکہ مکرمہ)

(۶) مولانا عبدالسبحان (مدرس: مدرسہ ہندیہ: مکہ مکرمہ)

(۷) حافظ عبداللہ سندھی متعلوی متاری (مرید: مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی)

(۸) مولانا امام الدین (مرید: مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی)

(۹) مولانا سید حمزہ (مرید: حاجی امداداللہ مہاجر مکی)

(۱۰) مولانا سید اعظم حسین (مدرس: مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ)

(۱۱) مولانا محمد سعید (مدرس: مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ)

(۱۲) مولانا عصمت علی (مدرس: مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ)

(۱۳) مولانا نورالدین (مکہ مکرمہ)

فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین: ۱۳۱۷ھ

سال ۱۳۱۷ھ میں امام احمد رضا قادری (فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین) تصنیف فرمائی۔اس میں نانوتوی کی تحذیر الناس کی کفری عبارت کا ذکر ہے۔اس میں امام احمد رضا نے انکار ختم نبوت کو کفر قرار دیا۔(فتاوی الحرمین سوال نمبر ۱۱ص ۲۴-استنبول ترکی)

(فتاوی الحرمین)) کے سوال اول میں نیچریوں کے عقائد کا ذکر ہے۔امام احمد رضا قادری نے اس کا جواب تحریر فرمایا،اور نیچریوں کے عقائد کو کفراور ضروریات دین کا انکار قرار دیا۔(فتاوی الحرمین سوال نمبر ۱ص ۷-استنبول ترکی)

فتاویٰ الحرمین میں امام احمد رضا قادری نے اٹھائیس سوالوں کے جواب رقم فرمائے۔اس پرسولہ علمائے کرام کی تصدیقات ہیں۔

امام احمد رضا قادری نے علمائے حرمین طیبین کے نام ایک سوال بھی ارسال فرمایا تھا۔علمائے حرمین طیبین نے اس کا جوب رقم فرمایا۔

امام احمد رضا قادری کے جواب پر مندرجہ ذیل علمائے کرام کی تصدیقات ہیں:

(۱) شیخ محمد سعید بن محمد سالم بابصیل شافعی (مفتی شوافع: مکہ معظّمہ)

(۲) شیخ محمد صالح بن صدیق کمال حنفی (مفتی احناف: مکہ معظّمہ)

(۳) مدرس مسجد حرم: شیخ سید عمر بن سالم بن عمر عطاس (مکہ معظّمہ)

(۴) مدرس مسجد حرم: شیخ عمر بن ابوبکر باجنید شافعی (سابق مفتی شافعیہ مکہ معظّمہ)

(۵) شیخ سید حسین بن محمد حبشی باعلوی حضرمی (م ۱۳۳۰ھ) (مفتی شافعیہ: مکہ معظّمہ)

(۶) شیخ تفضّل الحق (مکہ معظّمہ)

(۷) شیخ محمد سعید بن محمد سلیمان (مدرس مسجد حرم)

(۸) شیخ سید اسماعیل بن سید خلیل حنفی (حافظ کتب الحرم المکی)

(۹) شیخ غلام مصطفٰے مہاجر مکی (مکہ معظّمہ)

(۱۰) مدرس مسجد حرم: شیخ اخوند جان بخاری بن مفتی محمد ہادی بن محمد مراد بن ادریس بخاری (م ۱۳۲۰ھ)

(۱۱) شیخ آدم بن جبیری۔

(۱۲) شیخ عبدالرزاق قادری حنفی بن عبدالصمد قادری (خادم مشعر حرام)

(۱۳) شیخ عبدالوہاب بن عبدالصمد حنفی قادری مکی (مکہ معظّمہ)

(۱۴) شیخ حافظ عبداللطیف قادری مکی (مدرس مسجد حرم)

(۱۵) شیخ سعید بن محمد مکی (مدرس مسجد حرم)

(۱۶) مولانا احمد مکی حنفی چشتی صابری امدادی (مدرس: مدرسہ احمدیہ مکہ معظّمہ، خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی)

امام احمد رضا قادری کے سوال کا جواب مندرجہ ذیل علمائے کرام نے رقم فرمایا:

شیخ سید اسماعیل بن سید خلیل حنفی (حافظ کتب حرم مکی) کا جواب طویل ہے۔

(۱) مولانا عثمان بن عبدالسلام داغستانی (مفتی احناف: مدینہ منورہ)

(۲) بانی مدرسہ خیاط خیریہ مکہ مکرمہ: شیخ محمد بن یوسف خیاط شافعی مکی (وفات بعد ۱۳۳۰ھ)

(۳) شیخ سید اسماعیل بن سید خلیل حنفی (حافظ کتب الحرم المکی)

(۴) شیخ محمد سعید بن محمد سلیمان (مدرس مسجد حرم)

(۵) شیخ محمد ابو حسین (مدرس مسجد حرم)

(۶) شیخ محمد یوسف

(۷) شیخ محمد سعید ادیب

حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین: ۱۳۲۳ھ-۱۳۲۴ھ

ماہ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۰۵ء سے حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ کی تصدیق کا کام مکہ معظّمہ میں شروع ہوا۔ امام احمد رضا قادری ۲۴: صفر ۱۳۲۴ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۰۶ء کو مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے۔ عشرۂ اولیٰ ماہ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۰۶ء میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ اکتیس دن بعد عشرۂ اولی ماہ ربیع الآخر ۱۳۲۴ھ مطابق ماہ جون ۱۹۰۶ء میں وطن کے لیے روانہ ہوئے۔

حسام الحرمین میں جن گمرہوں پر کفر کا فتویٰ عائد کیا گیا، وہ پانچ ہیں۔ قاسم نانوتوی (۱۲۴۸ھ-۱۲۹۷ھ-۱۸۳۳ء-۱۸۸۰ء)، رشید احمد گنگوہی (۱۲۴۴ھ-۱۳۲۳ھ-۱۸۰۸ء-۱۹۰۵ء)، خلیل احمد انبیٹھوی (۱۲۶۹ھ-۱۳۴۶ھ-۱۸۵۲ء-۱۹۲۷ء)، اشرف علی تھانوی (۱۲۸۰ھ-۱۳۶۲ھ-۱۸۶۳ء-۱۹۴۳ء) وغلام احمد قادیانی (۱۲۵۵ھ-۱۳۲۶ھ-۱۸۳۹ء-۱۹۰۸ء)۔

ان میں سے چار سے متعلق کئی سالوں قبل علمائے اہل سنت کفر کا فتویٰ صادر فرما چکے تھے۔ صرف اشرف علی تھانوی پر آپ نے مستقل طور پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا، اور دیابنہ یہ فریب دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ تکفیر صرف امام احمد رضا قادری نے کی ہے اور کسی نے نہیں کی ہے، تاکہ عوام الناس دھوکے میں آ جائیں۔ کم از کم وہ ضرور فریب میں مبتلا ہو جائے گا جسے حقیقت کی خبر نہیں۔

حسام الحرمین میں مکہ معظّمہ کے بیس علمائے کرام اور مدینہ منورہ کے تیرہ علمائے کرام یعنی حرمین طیبین کے تینتیس علمائے عظام کی تصدیقات ہیں۔ ان تمام علمائے کرام کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

علمائے مکہ معظّمہ:

الرسالة السادسة

(۱) مفتی شافعیہ مکہ معظّمہ: شیخ محمد سعید بن محمد سالم بابصیل شافعی (۱۲۴۵ھ-۱۳۳۰ھ-۱۸۲۹ء-۱۹۱۲ء)
(حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ، فتاوی الحرمین، تقدیس الوکیل)

(۲) شیخ الائمۃ والخطبا ونائب مفتی احناف مکہ معظّمہ: شیخ احمد بن عبداللہ ابوالخیر میرداد حنفی (۱۲۵۹ھ-۱۳۳۵ھ-۱۸۴۳ء-۱۹۱۶ء)
(حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ)

(۳) سابق مفتی احناف مکہ معظّمہ: شیخ محمد صالح بن صدیق کمال حنفی (۱۲۶۳ھ-۱۳۳۲ھ-۱۸۴۷ء-۱۹۱۴ء)
(حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ، فتاوی الحرمین، تقدیس الوکیل)

(۴) مدرس مسجد حرم: شیخ علی بن صدیق کمال حنفی (۱۲۵۳ھ-۱۳۳۵ھ-۱۸۳۷ء-۱۸۱۷ء) (حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ)

(۵) شیخ الدلائل مولانا شاہ عبدالحق الٰہ آبادی مہاجر مکی حنفی (۱۲۵۲ھ-۱۳۳۳ھ-۱۸۳۶ء-۱۹۱۵ء)
(حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ، تقدیس الوکیل)

(۶) حافظ مکتبہ حرم مکی: شیخ سید اسماعیل بن سید خلیل حنفی (م۱۳۲۹ھ-۱۹۱۱ء) (حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ، فتاوی الحرمین)

(۷) مدرس مسجد حرم ونائب قاضی مکہ معظّمہ: شیخ سید محمد مرزوقی ابوحسین بن عبدالرحمٰن حسینی حنفی (۱۲۸۴ھ-۱۳۶۵ھ-۱۸۶۷ء-۱۹۴۶ء) (حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ)

(۸) سابق مفتی شافعیہ مکہ معظّمہ: شیخ عمر بن ابوبکر باجنید شافعی (۱۲۷۴ھ-۱۳۵۴ھ-۱۸۵۷ء-۱۹۳۵ء)
(حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ، فتاوی الحرمین)

(۹) سابق مفتی مالکیہ مکہ معظّمہ: شیخ محمد عابد بن حسین مالکی (۱۲۷۵ھ-۱۳۴۱ھ-۱۸۵۹ء-۱۹۲۳ء)
(حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ، تقدیس الوکیل)

(۱۰) مفتی مالکیہ ومدرس مسجد حرم: شیخ محمد علی بن حسین مالکی (۱۲۸۷ھ-۱۳۶۷ھ-۱۸۷۰ء-۱۹۴۸ء)
(حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ)

(۱۱) مدرس مسجد حرم: شیخ محمد جمال بن محمد امیر بن حسین مالکی (۱۲۸۵ھ-۱۳۴۹ھ-۱۸۶۸ء-۱۹۳۰ء)
(حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ)

(۱۲) مدرس مسجد حرم: شیخ اسعد بن احمد دَہان حنفی (۱۲۸۰ھ-۱۳۳۸ھ-۱۸۶۳ء-۱۹۱۹ء) (حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ)

(۱۳) مدرس مسجد حرم ومدرسہ صولتیہ: شیخ عبدالرحمٰن بن احمد دہان حنفی (۱۲۸۳ھ-۱۳۳۷ھ-۱۸۶۶ء-۱۹۱۸ء)
(حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ)

(۱۴) مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ: شیخ محمد یوسف افغانی حنفی (حسام الحرمین)

(۱۵) مولانا احمد مکی حنفی چشتی صابری امدادی (مدرس: مدرسہ احمدیہ مکہ معظّمہ، خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی)

(۱۶) بانی مدرسہ خیاط خیریہ مکہ مکرمہ: شیخ محمد بن یوسف خیاط شافعی (متوفی، بعد ۱۳۳۰ھ-۱۹۱۲ء)
(حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ، فتاوی الحرمین)

(۱۷) مدرس مسجد حرم: شیخ محمد صالح بن محمد بافضل شافعی (۱۲۷۷ھ-۱۳۳۳ھ-۱۸۶۰ء-۱۹۱۴ء) (حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ)

(۱۸) مدرس مسجد حرم و مدرسہ داؤدیہ: شیخ عبد الکریم بن حمزہ داغستانی ہاشمی ناجی شافعی (۱۲۶۷ھ-۱۳۳۸ھ-۱۸۵۱ء-۱۹۲۰ء)
(حسام الحرمین)

(۱۹) مدرس مسجد حرم و امام شوافع: شیخ محمد سعید بن محمد یمانی شافعی (۱۲۷۰ھ-۱۳۵۴ھ-۱۸۵۴ء-۱۹۳۶ء) (حسام الحرمین)

(۲۰) مدرس مسجد حرم: شیخ محمد حامد بن احمد بن عوض جداوی حنفی (۱۲۷۷ھ-۱۳۴۲ھ-۱۸۶۰ء-۱۹۲۳ء) (حسام الحرمین)

علمائے مدینہ منورہ:

(۲۱) مفتی احناف مدینہ منورہ: شیخ محمد تاج الدین بن مصطفٰے الیاس حنفی (وفات قبل ۱۳۲۹ھ-۱۹۱۱ء)
(حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ)

(۲۲) سابق مفتی احناف مدینہ منورہ: شیخ عثمان بن عبد السلام داغستانی حنفی (۱۲۶۹ھ-۱۳۲۵ھ-۱۸۵۳ء-۱۹۰۷ء)
(حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ، فتاوی الحرمین، تقدیس الوکیل)

(۲۳) سابق مفتی مالکیہ مدینہ منورہ: شیخ سید احمد جزائری مالکی (وفات بعد ۱۳۳۰ھ-۱۹۱۲ء) (حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ)

(۲۴) مدرس مسجد نبوی: شیخ خلیل بن ابراہیم خربوتی (حسام الحرمین)

(۲۵) مفتی مالکیہ مدینہ منورہ: شیخ الدلائل سید محمد سعید بن محمد مغربی مالکی (حسام الحرمین)

(۲۶) مدرس مسجد نبوی: شیخ محمد بن احمد عمری واسطی مالکی (۱۲۸۰ھ-۱۳۶۵ھ-۱۸۶۳ء-۱۹۴۶ء) (حسام الحرمین)

(۲۷) مدرس مسجد نبوی: شیخ سید عباس بن سید محمد رضوان شافعی (۱۲۹۳ھ-۱۳۴۶ھ-۱۸۷۷ء-۱۹۲۸ء)
(حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ)

(۲۸) محدث حرمین شریفین: شیخ عمر بن حمدان محرسی مالکی (۱۲۹۱ھ-۱۳۶۸ھ-۱۸۷۵ء-۱۹۴۹ء) (حسام الحرمین- دو تصدیق)

(۲۹) عالم مدینہ منورہ: شیخ سید محمد بن محمد حبیب دیداوی مالکی (حسام الحرمین)

(۳۰) مدرس مسجد نبوی: شیخ محمد بن محمد سوسی خیاری (حسام الحرمین)

(۳۱) مفتی شافعیہ مدینہ منورہ: شیخ سید احمد بن اسماعیل برزنجی شافعی (۱۲۵۹ھ-۱۳۳۵ھ-۱۸۴۳ء-۱۹۱۶ء) (حسام الحرمین)

(۳۲) شیخ محمد عزیز وزیر اندلسی مالکی (حسام الحرمین)

الرسالة السادسة

(۳۳) مدرس مسجد نبوی: شیخ عبدالقادر توفیق شلبی طرابلسی حنفی (۱۲۹۵ھ-۱۳۶۹ھ-۱۸۷۸ء-۱۹۵۰ء) (حسام الحرمین)

توضیح: مدرس مسجد نبوی: شیخ سید عباس بن سید محمد رضوان شافعی (۱۲۹۳ھ-۱۳۴۶ھ-۱۸۷۷ء-۱۹۲۸ء) اور مدرس مسجد نبوی: شیخ محمد بن احمد عمری واسطی مالکی (۱۲۸۰ھ-۱۳۶۵ھ-۱۸۶۳ء-۱۹۴۶ء) کی تصدیق سات ربیع الآخر ۱۳۲۴ھ کو مرقوم ہوئی۔

محدث حرمین شریفین: شیخ عمر بن حمدان محرسی مالکی (۱۲۹۱ھ-۱۳۶۸ھ-۱۸۷۵ء-۱۹۴۹ء) (حسام الحرمین: دو تصدیق) کی تصدیق آٹھ ربیع الآخر کو مرقوم ہوئی۔ ان تاریخوں سے واضح ہوتا ہے کہ آٹھ ربیع الآخر ۱۳۲۴ھ تک حسام الحرمین کی تصدیق جاری رہی۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم :: والصلوٰة والسلام علیٰ رسولہ الکریم :: وآلہ العظیم



الرسالة السادسة

باب ہفتم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

دیابنہ کی کتابوں سے ماخوذ اصول تکفیر

اسماعیل دہلوی نے لکھا: یہ بات محض بیجا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولے،اوراس سے کچھ اور معنی مراد لے کہ معمہ اور پہیلی بولنے کی بہت جگہیں ہیں۔کچھ اللہ کی جناب میں ضرور نہیں۔کوئی شخص اپنے بادشاہ سے یا اپنے باپ سے ٹھٹھا نہیں کرتا اور جگت نہیں بولتا،اس کام کے واسطے دوست آشنا ہیں۔نہ باپ اور نہ بادشاہ‘‘۔(تقویۃ الایمان ص۶۳-جامعہ سلفیہ بنارس)

رشید احمد گنگوہی نے لکھا: جوالفاظ موہم تحقیر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہوں،اگر چہ کہنے والے نے نیت حقارت نہ کی ہو،مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہوجاتا ہے۔(الشہاب الثاقب ص ۵۷)

گنگوہی نے لکھا: کلمہ کفر بولنا عمداً اگر چہ اعتقاد اس پر نہ ہو،کفر ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص۵۴-جسیم بکڈ پودہلی)

گنگوہی نے لکھا: فقہانے لکھا ہے کہ مسلم کے فعل میں اگر ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال ایمان کا ہوتو اس کو ایمان پر حمل کرنا اور مومن ہی کہنا چاہئے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۷-جسیم بکڈ پودہلی)

سوال: کتب عقائد وکلام میں لکھا ہے کہ اگر ایمان وتصدیق قلبی میں خلل نہ ہووے تو کلمات کفریہ سے عنداللہ کافر نہیں ہوتا تو التماس ہے کہ یہ امر کس صورت میں ہے؟

جواب: یہ حالت اکراہ میں ہے،ورنہ باوجود تصدیق قلبی کے،اگر کچھ شرک کرے گا،کافر عنداللہ تعالیٰ بھی ہوجاوے گا۔
(فتاویٰ رشیدیہ ص۴۳-جسیم بکڈ پودہلی)

سوال: شاعر جو اپنے اشعار میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صنم یا بت یا آشوب ترک فتنہ عرب باندھتے ہیں،اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ الفاظ قبیحہ بولنے والا اگر چہ معنی حقیقیہ بمعانی ظاہرہ خود مراد نہیں رکھتا،بلکہ معنی مجازی مقصود لیتا ہے،مگر تاہم ایہام گستاخی واہانت واذیت ذات پاک حق تعالیٰ شانہ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی نہیں.........................الحاصل ان الفاظ میں گستاخی اور اذیت ظاہرہ ہے،پس ان الفاظ کا بکنا کفر ہوگا۔(فتاویٰ رشیدیہ ص۶۲-۶۳-جسیم بکڈ پودہلی)

قال الانبیتھوی:’’وتکفیر اهل القبلة من المبتدعین فلا نکفرهم ما لم ینکروا حُکْمًا ضَرُوْرِیًّا مِنْ ضَرُوْرِیَّاتِ الدِّیْنِ–فاذا ثبت انکار امرضروری من الدین نکفرهم‘‘(المہند علی المفند)

تھانوی نے کہا:’’اگر کسی میں ایک بات بھی کفر کی ہوگی،وہ بالا جماع کافر ہے‘‘۔(الافاضات الیومیہ ج ۷ص ۳۳۴)

الرسالة السادسة

تھانوی نے کہا: ''علما کسی کو کافر نہیں بناتے، اور نہ کوئی کسی کو کافر بنا سکتا ہے۔ کافر تو خود اپنے قول وفعل سے بنتا ہے۔ البتہ علما اس کو یہ بتا دیتے ہیں کہ اس قول وفعل سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ کافر بنانا علما کے اختیار میں نہیں اور کافر بتانا جرم نہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج۴ص۴۹-ادارہ اشرفیہ کراچی)

اکفار الملحدین (انورشاہ کشمیری)

انورشاہ کشمیری (۱۲۹۲ھ-۱۳۵۲ھ) کی کتاب ''اکفار الملحدین'' میں اصول تکفیر کا مفصل بیان ہے۔ اس میں انہی اصولوں کا بیان ہے جو اسلاف کرام نے بیان فرمایا ہے۔ بطور مثال اس کتاب کے چند اقتباسات منقولہ ذیل ہیں:

(۱) {والتاویل فی ضروریات الدین لا یدفع الکفر–علامة عبد الحکیم سیالکوتی علی الخیالی–وھو کذلک فی الخیالی} (اکفار الملحدین ص۷۸-مجلس علمی: کراچی)

(۲) {اجمع العلماء علٰی ان شاتم النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم والمتنقص له کافرٌ– ومن شک فی کفرہ وعذابه فقد کفر} (اکفار الملحدین ص۵۴،۶۴-مجلس علمی: کراچی)

(۳) {لزوم الکفر المعلوم کفر–لان اللزوم اذا کان بینا فھو فی حکم الالتزام} (اکفار الملحدین ص۷۹)

(۴) {إِنَّ الامةَ فَهِمَتْ من هذا اللفظ–اَنَّه اَفْهَمَ عَدَمَ نَبِیٍّ بَعْدَهٗ اَبَدًا–وَعَدَمَ رَسُوْلٍ اَبدًا–وَاَنَّهٗ لَیْسَ فیه تَاوِیْلٌ وَلَا تَخْصِیْصٌ–ومن اوله بتخصیص فکلامه من انواع الھذیان،لا یمنع الحکم بتکفیرہ–لانه مکذب لھذا النص الذی اجمعت الامة علی انه غیرمؤول ولا مخصوص–کتاب الاقتصاد للامام حجة الاسلام محمد الغزالی رحمه اللّٰہ} (اکفار الملحدین ص۶۷-مجلس علمی: کراچی)

(۵) {وَصَحَّ الْاِجْمَاعُ علٰی اَنَّ کُلَّ مَنْ جَحَدَ شَیْئًا،صَحَّ عِنْدَنَا بالاجماع،اَنَّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اَتٰی بِه،فَقَدْ کَفَرَ} (اکفار الملحدین ص۶۴-مجلس علمی: کراچی)

(۶) {وَصَحَّ بِالنَّصِّ اَنَّ کل مَنْ اِسْتَهْزَأَ بِاللّٰهِ تَعَالٰی اَوْ بِمَلَکٍ مِنَ الْمَلَائِکَةِ اَوْنَبِیٍّ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ علیھم السلام اَوْ بِاٰیَةٍ مِنَ الْقُرْاٰن اوبفریضةٍ مِنْ فَرَائِضِ الدِّیْنِ–فَهِیَ کُلُّهَا اٰیَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰی بَعْدَ بُلُوْغِ الحجة الیه فَهُوَ کَافِرٌ}

(اکفار الملحدین ص۶۴-مجلس علمی: کراچی)

(۷) {ومن قال–نَبِیٌّ بَعْدَ النَّبِیِّ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ–اَوْ جَحَدَ شَیْئًا صَحَّ عِنْدَهٗ بِاَنَّ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیه وسلم قاله–فھو کافر} (اکفار الملحدین ص۶۴-مجلس علمی: کراچی)

(۸) {خرق الاجماع القطعی الذی صار من ضروریات الدین کفر} (اکفار الملحدین ص۷۲-مجلس علمی: کراچی)

(۹) {وان من لم یکفر کافرا مقطوعا بکفرہ فھو کذلک} (اکفار الملحدین ص۱۰۰-مجلس علمی: کراچی)

الرسالة السادسة

دربھنگوی کا اقرار وتسلیم

وکیل دیابنہ مرتضیٰ حسن دربھنگوی کی کتاب ''اشد العذاب'' کے چند اقتباسات منقولہ ذیل ہیں۔

(۱) کسی ضروری دین کا انکار قطعی یقینی باتفاق کفر وارتداد ہے۔ صرف توحید اور رسالت ہی کے انکار کرنے سے مسلمان مرتد نہیں ہوتا، بلکہ جو ضروری دین ہے، اس کے انکار سے باتفاق امت مرتد اور کافر ہو جائے گا۔ توحید اور رسالت کا انکار بھی تو موجب ارتداد اسی لیے ہوا ہے کہ وہ ضروریات دین سے ہے۔ (اشد العذاب ص۵- مطبع مجتبائی دہلی)

(۲) جو نماز وروزہ بھی ادا کرتا ہے اور تبلیغ اسلام میں ہندوستان ہی میں نہیں، تمام یورپ کی خاک بھی چھانتا ہو، بلکہ فرض کرو، اس کی سعی اور کوشش سے تمام یورپ کو اللہ تعالیٰ حقیقی ایمان واسلام بھی عنایت فرمادے، مگر اس دعویٰ اسلام وایمان اور سعی بلیغ اور کوشش وسیع کے ساتھ انبیا علیہم السلام کو گالیاں دیتا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیا بمعنی آخر الانبیا نہ جانتا ہو، اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ جھوٹا جانتا ہو، جھوٹ بولنا اس کی عادت بتاتا ہو، اللہ تعالیٰ ایک حتمی اور قطعی خبر دے کہ فلاں دن فلاں وقت یوں ہوگا اور وہ خبر بھی ایسی ہو، جو ایک نبی کے دعویٰ نبوت کا معجزہ ہو، معیار صداقت ہو، مگر پھر باوجود لفظوں میں کچھ نہ ہونے کے، کوئی شرط مضمر رکھ لے، اور وعدہ خلافی کر کے نبی کو معاذ اللہ رسوا کرے، اور اس کی امت کو گمراہ کردے اور یہی خداوند عالم کی عادت مستمرہ بتائے، اور ضروریات دین کا انکار کرے، وہ قطعاً یقیناً تمام مسلمانوں کے نزدیک مرتد ہے کافر ہے۔ (اشد العذاب ص۵- مطبع مجتبائی دہلی)

(۳) جب ایک شخص قطعاً یقیناً ایک ضروریِ دین کا انکار کیا، اور وہ انکار محقق ہوگیا تو اب اس کو کافر نہ کہنا خود بے احتیاطی سے کافر اور مرتد ہونا ہے، مثلاً مرزا جی نے عیسیٰ علیہ السلام کو فحش گالیاں دیں، جو آگے لکھی جاتی ہیں، اس کے بعد بھی کوئی شخص مرزا صاحب کو مسلمان ہی کہے تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم کرنا یا عیسیٰ علیہ السلام کی توہین نہ کرنا اس کے نزدیک ضروریات اسلام سے نہیں، باوجود عیسیٰ علیہ السلام کے گالیاں دینے کے بھی جب آدمی مسلمان ہوسکتا ہے تو حاصل یہی ہے کہ اسلام نے گالیاں دینی اور انبیا علیہم السلام کی توہین کرنے کی اجازت دی ہے، حالاں کہ انبیا علیہم السلام کی تعظیم کرنی اور توہین نہ کرنا ضروریات دین سے ہے تو مرزا صاحب کو کافر اور مرتد نہ کہہ کر خود ایک ضروری دین کا انکار کر کے کافر ہوگیا۔

مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ نماز پنج گانہ اور زکوٰۃ، روزہ، حج کچھ فرض نہیں، اور اس کی کوئی اپنے نزدیک تاویل بھی کرلے تو اب یہ شخص بوجہ ضروریات دین کے منکر ہونے کے کافر ہوگیا، مرتد ہوگیا، پھر بھی باوجود اس کے ایک شخص احتیاط کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسے مسلمان ہی کہو، تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ یہ فرائض اربعہ اس کے نزدیک فرض نہیں۔ ان کی فرضیت کا اقرار ضروریات دین سے نہیں، حالاں کہ ان کو فرض جاننا ضروریات دین سے ہے تو اب اس کی احتیاط کا حاصل یہی ہوا کہ اس نے چار ضروریات دین کا انکار کیا اور خود کافر اور مرتد ہوگیا، ورنہ اس کے معنی کیا کہ یہ چیزیں تو ضروریات دین سے ہوں، مگر منکر کافر نہ ہو، اور مسلمان باقی رہے۔

الرسالة السادسة

(اشدالعذ اب ص۹ - مطبع مجتبائی دہلی)

(۴) اس مسئلہ کو مسلمان خوب اچھی طرح سمجھ لیں۔ اکثر لوگ اس میں احتیاط کرتے ہیں، حالاں کہ احتیاط یہی ہے کہ جو منکر ضروری دین ہو، اسے کافر کہا جائے۔ کیا منافقین توحید و رسالت کا اقرار نہ کرتے تھے؟ پانچوں وقت قبلہ کی طرف نماز نہ پڑھتے تھے؟ مسیلمہ کذاب وغیرہ مدعیان نبوت اہل قبلہ نہ تھے؟ انہیں بھی مسلمان کہو گے؟ (اشدالعذ اب ص۹ - مطبع مجتبائی دہلی)

(۵) بعض علمائے دیوبند کو خان بریلوی یہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں جانتے۔ چوپائے، مجانین کے علم کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علم کے برابر کہتے ہیں۔ شیطان کے علم کو آپ کے (صلی اللہ علیہ وسلم) علم سے زائد کہتے ہیں، لہٰذا وہ کافر ہیں۔ تمام علمائے دیوبند فرماتے ہیں کہ خان صاحب کا یہ حکم بالکل صحیح ہے۔ جو ایسا کہے وہ کافر ہے، مرتد ہے، ملعون ہے۔ لاؤ ہم بھی تمہارے فتوے پر دستخط کرتے ہیں، بلکہ ایسے مرتدین کو جو کافر نہ کہے، وہ خود کافر ہے۔ یہ عقاید بے شک کفریہ عقائد ہیں، مگر خان صاحب کا یہ فرمانا کہ بعض علمائے دیوبند ایسا اعتقاد رکھتے یا کہتے ہیں، یہ غلط ہے، افترا ہے، بہتان ہے۔ جب ہم ان عقائد کو کفر وارتداد کہتے ہیں تو ہم اس کے معتقد کیسے ہو سکتے ہیں۔ نہ یہ کلمات کفریہ ہم نے کہے، نہ ہمارے بزرگوں نے۔ نہ ایسے مضامین خبیثہ ہمارے قلب میں آئے۔ ہم تو ایسے شخص کو جس کا یہ اعتقاد ہو، قطعی کافر جانتے ہیں۔ رہیں وہ عبارات جن کی طرف مضامین خبیثہ کو منسوب کرتے ہیں۔ ان کا مطلب صاف ہے۔ جو ان مضامین کے بالکل مخالف ہے۔ (اشدالعذ اب ص۱۳ - مطبع مجتبائی دہلی)

(۶) اصل بات یہ عرض کرنی تھی کہ بریلوی تکفیر اور علمائے اسلام کا مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر کہنا، اس میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اب پھر کبھی اس کو منہ پر لانا۔ اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے، جیسا انہوں نے سمجھا تو خاں صاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی۔ اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو وہ خود کافر ہو جاتے، جیسے علمائے اسلام نے جب مرزا صاحب کے عقائد کفریہ معلوم کر لیے اور وہ قطعاً ثابت ہو گئے تو اب علمائے اسلام پر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر ومرتد کہنا فرض ہو گیا۔ اگر وہ مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر نہ کہیں، چاہے وہ لاہوری ہوں یا قدنی وغیرہ وغیرہ تو وہ خود کافر ہو جائیں گے، کیوں کہ جو کافر کو کافر نہ کہے، وہ خود کافر ہے۔ (اشدالعذ اب ص۱۳ - مطبع مجتبائی دہلی)

(۷) علمائے دیوبند فرماتے ہیں کہ جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے علمِ شیطان لعین کو زیادہ کہے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے برابر صبیان ومجانین و بہائم کے علم کو کہے، وہ کافر ہے، مرتد ہے، ملعون ہے جہنمی ہے۔ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم اعلم الخلق ہیں۔ زیادہ کیا معنی؟ آپ کے علم کے کوئی برابر بھی نہیں ہو سکتا، بلکہ علم نبی سے کسی کے علم کو نسبت ہی نہیں۔ (اشدالعذ اب ص۱۴ - مطبع مجتبائی دہلی)

(۸) ایک بات اور قابل ذکر ہے۔ مرزائی دھوکہ دینے کی غرض سے وہ عبارات مرزا صاحب کی پیش کر دیتے ہیں، جن میں ختم نبوت کا اقرار ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم اور عظمت شان کا اقرار ہے۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب ماں کے پیٹ سے کافر نہ

الرسالة السادسة

تھے۔ایک مدت تک مسلمان تھے،اور چوں کہ دجال تھے،اس وجہ سے ان کے کلام میں باطل کے ساتھ حق بھی ہے۔تو پہلی عبارت مفید نہیں ،جب تک کوئی ایسی عبارت نہ دکھادیں کہ میں نے جوفلاں معنیٰ ختم نبوت کے غلط بیان کیے تھے،وہ غلط ہیں۔صحیح معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی حقیقی نہ ہوگا،یاعیسیٰ علیہ السلام کوجوفلاں جگہ گالیاں دیکر کافر ہوا تھا،اس سے توبہ کر کے مسلمان ہوتا ہوں،ورنہ ویسے تو مرزاصاحب اورتمام مرزائی الفاظ اسلام ہی کے بولتے ہیں۔اسی وجہ سے مسلمان دھوکہ میں آجاتے ہیں کہ یہ تو ختم نبوت کے بھی قائل ہیں۔عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم بھی کرتے ہیں۔قرآن کوبھی مانتے ہیں۔حشر اجساد پر بھی ایمان لاتے ہیں۔

غرض تمام آمنت باللہ اورایمان مجمل اور مفصل ازبر ہے۔یہ مسلمان کیوں نہ ہوں گے،مگر مسلمانو!یہ ان کے الفاظ ہیں،لیکن معنی وہ نہیں،جوقرآن وحدیث نے بتائے ہیں۔معنی ان کے وہ ہیں جو مرزاصاحب نے تصنیف کر کے کفر کی بنیاد ڈالی ہے،لہٰذا جوعبارت مرزا صاحب اورمرزائیوں کی لکھی جاتی ہیں۔جب تک ان مضامین سے صاف توبہ نہ دکھائیں یاتوبہ نہ کریں توان کا کچھ اعتبار نہیں۔

(اشدالعذاب ص ۱۵-مطبع مجتبائی دہلی)

توضیح: قادیانی کی طرح دیابنہ بھی دجال ہی ہیں،اسی لیے دیوبندیوں کے کلام میں بھی باطل کے ساتھ حق بھی موجود ہے۔

وماتوفیقی الاباللہ العلی العظیم ::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم ::وآلہ العظیم



باب ہشتم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم: :نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم: :وآلہ العظیم

حسام الحرمین علٰی منحر الکفر والمین = المہند علی المفند

ماہ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۰۵ء سے حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ کی تصدیق کا کام مکہ معظّمہ میں شروع ہوا۔امام احمد رضا قادری ۲۴: صفر ۱۳۲۴ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۰۶ء کو مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے ۔عشرۂ اولیٰ ماہ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۰۶ء میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے ۔اکتیس دن بعد عشرۂ اولی ماہ ربیع الآخر ۱۳۲۴ھ مطابق ماہ جون ۱۹۰۶ء میں وطن کے لیے روانہ ہوئے ۔

حسام الحرمین میں جن گمرہوں پر کفر کا فتویٰ عائد کیا گیا،وہ پانچ ہیں ۔قاسم نانوتوی (۱۲۴۸ھ-۱۲۹۷ھ-۱۸۳۳ء- ۱۸۸۰ء)، رشید احمد گنگوہی (۱۲۴۴ھ-۱۳۲۳ھ-۱۸۰۸ء-۱۹۰۵ء)،خلیل احمد انبیٹھوی (۱۲۶۹ھ-۱۳۴۶ھ-۱۸۵۲ء-۱۹۲۷ء)،اشرف علی تھانوی (۱۲۸۰ھ-۱۳۶۲ھ-۱۸۶۳ء-۱۹۴۳ء)وغلام احمد قادیانی (۱۲۵۵ھ-۱۳۲۶ھ-۱۸۳۹ء-۱۹۰۸ء)۔

ان میں سے چار سے متعلق کئی سالوں قبل علمائے اہل سنت کفر کا فتویٰ صادر فرما چکے تھے ۔صرف اشرف علی تھانوی پر آپ نے مستقل طور پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا،اور دیابنہ یہ فریب دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ تکفیر صرف امام احمد رضا قادری نے کی ہے اور کسی نے نہیں کی ہے،تا کہ عوام الناس دھوکے میں آجائیں ۔کم از کم وہ ضرور فریب میں مبتلا ہو جائے گا جسے حقیقت کی خبر نہیں ۔

اسی طرح وہابیہ، دیابنہ اور دیگر گمراہ فرقے امت مسلمہ کو فریب دینے کے واسطے مختلف قسم کے الزامات عائد کرتے رہتے ہیں ۔عوام الناس کا ۹۰: فیصد طبقہ عقائد اہل سنت پر قائم ہے،مگر بے خبری میں دیوبندیوں کے ساتھ ہے ۔اگر ان لوگوں کو دیابنہ کے عقائد بتائے جائیں تو بہت سے لوگ واپس آجائیں ۔ان کو یہی بتایا جاتا ہے کہ سنی حضرات ہم لوگوں پر غلط الزام عائد کرتے ہیں ۔اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جو بے خبر عوام مسلمین بد مذہبوں کے ساتھ رہتے ہیں ،وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ان لوگوں کے عقائد بھی اہل سنت وجماعت کی طرح ہیں ۔ محض فاتحہ، نیاز ،عرس ومیلاد وغیرہ فروعی امور میں اختلاف ہے ۔

امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں ((المعتمد المستند))میں افراد خمسہ سے متعلق شرعی احکام تحریر فرمائے ۔یہ کتاب ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء میں پٹنہ سے چھپ کر شائع ہوئی ۔علمائے حرمین طیبین نے ۱۳۲۳ھ-۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی ۔علمائے حرمین طیبین کی تصدیقات ((حسام الحرمین)) میں موجود ہیں ۔

ایک مدت بعد شیر بیشہ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں (۱۹۰۱ء-۱۹۶۰ء) کے مشورہ کے مطابق سال ۱۳۴۴ھ-۱۳۴۵ھ میں غیر منقسم ہندوستان کے (۲۶۸) دوسو اڑسٹھ اکابر علمائے کرام نے امام احمد رضا قادری کے فتویٰ کی تصدیق کی ۔یہ تمام تصدیقات ((الصوارم

الہندیہ)) میں موجود ہیں۔علمائے عرب وعجم نے مختلف کتابوں میں ان اشخاص خمسہ پر حکم کفر جاری فرمایا ہے۔

علمائے حرمین طیبین کو کفریہ عبارات کا علم

امام احمد رضا قادری سال ۱۳۲۳ھ میں اپنا استفتا حرمین طیبین لے گئے۔اس سے ۳۳: سال قبل ۱۲۹۱ھ میں نانوتوی کی عبارت حرمین طیبین پہنچی۔مفتی احناف مولانا عبداللہ سراج مکی (م ۱۳۰۱ھ-۱۸۸۳ء) (مکہ معظمہ) نے نانوتوی کا ردلکھا اور حرمین طیبین کے علمائے کرام نے اس پر تصدیقات رقم فرمائیں۔امام احمد رضا قادری کے حرمین طیبین جانے سے سترہ سال قبل سال ۱۳۰۷ھ میں علامہ غلام دستگیر قصوری نے گنگوہی وانبیٹھوی کے رد میں تقدیس الوکیل لکھ کر حرمین طیبین کے علمائے کرام کو پیش کیا۔

علامہ قصوری نے تقدیس الوکیل سے قبل قادیانی کا ردلکھ کر علمائے حرمین طیبین کی خدمت میں بھیجا۔حرمین طیبین کے علمائے کرام اور مفتیان مذاہب اربعہ نے اس پر تقریظات رقم فرمائی۔شیخ الہند علامہ رحمت اللہ کیرانوی نے بھی تصدیق رقم فرمائی۔

علامہ قصوری نے تحریر فرمایا:''مرزا قادیانی براہین احمدیہ میں انبیا سے برابری کرنے سے بڑھ کر نبیوں سے اپنے آپ کو اونچا کر رہا ہے۔میاں رشید احمد اس کو مرد صالح سے تعبیر کرتے ہیں اور فقیر نے جب اس کا ردلکھ کر مع اس کی اصل کتاب اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے رسالہ اشاعۃ السنہ کے،جس میں اس نے مرزا کے اقوال کی تائید کی ہے،حرمین معظمین بھیج کر فتویٰ طلب کیا تو اول مولانا و بالفضل والکمال اولینا محی السنہ قامع البدعہ حضرت مولوی محمد رحمت اللہ صاحب مہاجر مکہ معظمہ سلمہ اللہ اور پھر مفتیان اربعہ مذاہب مکہ معظمہ و مدینہ منورہ وغیرہم مدرسین نے اس کی تکفیر وتفسیق فرمائی''۔(تقدیس الوکیل ص ۴۱۸-رضا اکیڈمی ممبئ)

اس طرح نانوتوی،گنگوہی،انبیٹھوی وقادیانی کی عبارتوں کا علم علمائے حرمین طیبین کو امام احمد رضا کے استفتا سے بہت پہلے ہی سے تھا۔اب یہ اعتراض کیسے درست ہوسکتا ہے کہ امام احمد رضا نے اکابر دیوبند کی عبارتوں میں ردوبدل کر دیا جس سے کفری معانی پیدا ہوگئے، جب کہ علمائے حرمین طیبین کو ان عبارتوں کا علم پہلے ہی سے تھا،لہٰذا دیوبندیوں کا یہ سوال مردود وباطل ٹھہرا۔

اگر مجرمین توبہ کر لیتے تو نہ اختلاف ہوتا اور نہ ملت اسلامیہ میں تفریق ہوتی۔شاید بہت سے لوگوں کی گمرہی مقدر تھی۔تحقیق وتفتیش سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بھارت کی برطانوی حکومت بھی مسلمانوں میں تفریق کے لیے کوشاں تھی اور پس پردہ سازشیں کر رہی تھیں۔اسی سازش کا نتیجہ ہے کہ جس کسی سے بھی کفر صادر ہوا،باوجود اطلاع وتنبیہ کے اپنے کفر سے وہ تائب نہ ہوا۔کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

تکفیر کے وقت افراد خمسہ باحیات

امام احمد رضا قادری نے ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں المعتمد المستند تحریر فرمائی۔اس میں نانوتوی،گنگوہی،انبیٹھوی،تھانوی،قادیانی اور سرسید علی گڑھی کے لیے حکم کفر تھا۔یہ کتاب ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء میں پٹنہ سے چھپ کر شائع ہوئی۔اس وقت افراد خمسہ میں سے قاسم نانوتوی (۱۲۴۸ھ-۱۲۹۷ھ-۱۸۳۳ء-۱۸۷۹ء) کے علاوہ چاروں مجرمین زندہ تھے۔رشید احمد گنگوہی (۱۲۴۴ھ-۱۳۲۳ھ-۱۸۰۸ء-

الرسالة السادسة

۱۹۰۵ء) حرمین طیبین سے فتویٰ کفر آنے سے دس ماہ قبل جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ میں اپنے وجود سے اس دنیا کو پاک کیا۔

المعتمد المستند سال ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء میں پٹنہ سے مولانا قاضی عبدالوحید صدیقی فردوسی رئیس پٹنہ (۱۲۸۹ھ-۱۳۲۶ھ) نے شائع کیا تو اس کے بعد گنگوہی قریباً دو سال تک زندہ رہا اور کوئی تاویل پیش نہ کیا، نہ ہی توبہ ورجوع کیا۔

سال ۱۳۰۸ھ میں علامہ قصوری ''تقدیس الوکیل'' میں رشید احمد گنگوہی (۱۲۴۴ھ-۱۳۲۳ھ-۱۸۰۸ء-۱۹۰۵ء) وخلیل احمد انبیٹھوی (۱۲۶۹ھ-۱۳۴۶ھ-۱۸۵۲ء-۱۹۲۷ء) کے لیے حرمین طیبین سے زندیق ہونے کا فتویٰ لے کر آئے تھے۔گنگوہی وانبیٹھوی نے کوئی جواب نہ دیا۔مولانا نذیر احمد رامپوری ثم احمد آبادی نے وقوع کذب ماننے پر ۱۳۰۹ھ میں گنگوہی کو کافر قرار دیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی (۱۲۵۵ھ-۱۳۲۶ھ-۱۸۳۹ء-۱۹۰۸ء) بھی حرمین طیبین سے فتویٰ آنے کے بعد قریباً تین سال زندہ رہا اور ''المعتمد المستند'' کی اشاعت کے بعد چھ سال تک زندہ رہا۔اسی طرح خلیل احمد انبیٹھوی (۱۲۶۹ھ-۱۳۴۶ھ-۱۸۵۲ء-۱۹۲۷ء) اور اشرف علی تھانوی (۱۲۸۰ھ-۱۳۶۲ھ-۱۸۶۳ء-۱۹۴۳ء) بھی فتویٰ کفر کے بعد ایک طویل مدت تک زندہ رہے۔

اگر ان لوگوں کی نظر میں عندالشرع کوئی قابل قبول تاویل ہوتی تو ضرور پیش کرتے،اور اب دیگر دیابنہ تاویل پیش بھی کردیں تو ان مرتدین کا کفر کالعدم نہ ہوگا، کیوں کہ تاویل پیش کرنے کا حق قائل کو ہے، نہ کہ دوسروں کو۔ہاں،اگر ان لوگوں کی زندگی میں کوئی صحیح تاویل پیش کرتا اور یہ قائلین اسے قبول کرلیتے تو حکم کفر ختم ہوجاتا۔اگر قبول نہ کرتے تو یہ تاویل قائلین کے لیے مفید نہ ہوتی۔

یاد رہے کہ علمائے حرمین طیبین کی تصدیقات ربیع الآخر سال ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں بھارت آئیں۔

قاسم نانوتوی پر سال ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں علمائے ہند نے کفر کا فتویٰ ''ابطال اغلاط قاسمیہ'' میں دیا۔اس کے بعد نانوتوی ۷: سال تک زندہ رہ کر سال ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۷۹ء میں بلاتوبہ مر گیا۔یہ لوگ انگریزوں کے اشارہ پر بداعتقادی پھیلا رہے تھے۔

علامہ غلام دستگیر قصوری سال ۱۳۰۸ھ میں گنگوہی اور انبیٹھوی کی گمرہی وزندیقیت کا فتویٰ حرمین طیبین سے لے کر آئے۔

سال ۱۳۰۹ھ میں وقوع کذب باری ماننے پر علامہ نذیر احمد رامپوری احمد آبادی نے گنگوہی کو کافر قرار دیا،اور یہ فتویٰ ۱۳۰۹ھ میں مطبع خیر المطابع میرٹھ سے چھپ کر شائع ہوا۔اس کے بعد گنگوہی پندرہ سال تک زندہ رہا اور کوئی صحیح تاویل پیش نہ کر سکا۔

خلیل احمد انبیٹھوی،تقدیس الوکیل کے بعد ۳۹: سال اور حسام الحرمین کے بعد ۲۲: سال تک زندہ رہا۔کوئی صحیح تاویل نہ دکھا سکا۔

اشرف علی تھانوی حسام الحرمین کے بعد ۳۸: سال تک زندہ رہا۔کوئی صحیح تاویل پیش نہ کر سکا۔

اب ان مرتدین کی موت کے بعد تاویل سے کوئی فائدہ نہیں، کیوں کہ قائل کو اپنے کلام کی تاویل پیش کرنی ہے، یا کوئی دوسرا صحیح تاویل پیش کرے تو قائل اس کو قبول کرے۔اگر کسی غیر کی صحیح تاویل کو قائل نے قبول نہ کیا اور نہ خود ہی کوئی صحیح تاویل پیش کی تو قائل پر حکم کفر باقی رہے گا۔اسی طرح قائل نے یا غیر قائل نے کوئی صحیح تاویل پیش کی،جس سے حکم کفر ختم ہوجاتا ہے،لیکن قول کے وقت قائل کی مراد وہ مفہوم نہیں تھا، بلکہ اس کی مراد ایسا مفہوم تھا جو کفریہ ہے تو قائل عنداللہ کافر ہوگا اور اسے توبہ ورجوع کرنا ہوگا۔گرچہ تاویل صحیح کے سبب مفتی

حکم کفر جاری نہیں کرے گا۔

جو حق پسند ہیں، وہ دیوبندیت سے تائب ہوکر اہل سنت وجماعت میں داخل ہوجائیں یا دیوبندیت پر قائم رہ کر جہنم کا انتظار کریں۔رب تعالیٰ کی جانب سے حکم سجدہ ہوا تو شیطان نے حکم سجدہ کی تغلیط کی اور انکار سجدہ کی تاویل سنائی، لیکن رب تعالیٰ نے اس تاویل کو قبول نہیں فرمایا۔اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ صرف صحیح تاویل قبول کی جاتی ہے۔تاویل باطل سے کوئی فائدہ نہیں۔

((**الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر انا اعتدنا للظلمین نارًا**))(سورہ کہف: آیت ۲۹)

انبیٹھوی نے سال ۱۳۲۵ھ میں ''المہند علی المفند'' لکھا۔جس میں نانوتوی، گنگوہی، قادیانی، تھانوی اور خود پر حکم کفر ثابت کر بیٹھا۔ تھانوی نے ۱۳۲۹ھ میں ''بسط البنان'' لکھی اور اس میں خود پر حکم کفر ثابت کرلیا اور انبیٹھوی وتھانوی نے اپنی کفریہ عبارتوں کا انکار کیا، حالاں کہ وہ عبارتیں تاامروز ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔انکار سے نہ تو کفر کا حکم اٹھ جائے گا، نہ ہی وہ عبارتیں ان کی کتابوں سے محو ہوجائیں گی۔گناہ یا کفر سرزد ہو تو اس سے نجات کا راستہ توبہ ہے، نہ کہ تاویل وانکار۔

افراد خمسہ کو تکفیر کا علم اور توبہ سے انکار

افراد خمسہ میں سے ہر ایک کو اپنی تکفیر کا علم عہد تکفیر ہی میں ہوا، لیکن وہ تائب نہ ہوئے۔کفر پر اصرار کا سبب کیا تھا؟ اللہ کو معلوم۔

نانوتوی کو اپنی تکفیر کا علم

قاسم نانوتوی نے ۱۴؍ ستمبر ۱۸۷۴ء مطابق ۱۲۹۱ھ کو ایک مکتوب میں لکھا: ''دہلی کے اکثر علما نے (مولانا نذیر حسین محدث کے علاوہ) اس ناکارہ کے کفر کا فتویٰ دیا ہے، اور فتویٰ پر مہریں کرا کر علاقے میں ادھر ادھر مزید مہریں لگوانے کے لیے بھیج دیا ہے۔اب خبر یہ ہے کہ وہ فتویٰ عنقریب عرب شریف بھی پہنچے گا۔اس رسالے کے عرب شریف بھیجنے کا مقصد یہ سمجھتے ہیں کہ مولانا رحمت اللہ اس کا مطالعہ فرمائیں اور ان کے ذریعہ سے عرب شریف کے علما کی مہریں بھی اس فتویٰ پر ہوجائیں۔اس علاقے کے احباب جواب کی امید کر رہے ہیں، مگر میں نے اپنے اسلام کو ننگ کفر سمجھ کر خاموشی کے علاوہ کوئی جواب نہیں دیا''۔(قاسم العلوم ص ۳۰۸- از: نور الحسن کاندھلوی)

گنگوہی کو اپنی تکفیر کا علم

ملک العلما علامہ سید ظفر الدین محدث بہاری نے تحریر فرمایا کہ عاشق الٰہی میرٹھی نے تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص ۸۲: پر لکھا:

''بدگوئی وخرافات نویسی کی جتنی ایذائیں آپ کو مولوی احمد رضا خاں بریلوی سے پہنچیں، شاید اتنی نہ دوسرے کو مولوی احمد رضا خاں نے پہنچائی ہوں اور نہ دوسرے سے حضرت امام ربانی کو پہنچی ہوں''۔

ملک العلما علامہ ظفر الدین محدث بہاری (۱۸۸۰ء-۱۹۶۲ء) نے اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم فرمایا:

''میرٹھی صاحب کا دوسرا فقرہ: ''نہ دوسرے سے امام ربانی کو پہنچی ہوں'' بھی غلط اور خلاف واقعہ ہے۔کیا مولوی عاشق الٰہی

الرسالة السادسة

صاحب کو یاد نہیں کہ وقوع کذب باری تعالیٰ ماننے پر اعلیٰ حضرت سے بہت پہلے جناب مولانا نذیر احمد خاں صاحب رامپوری ثم احمد آبادی نے کفر کا فتویٰ دیا جو ۱۳۰۹ھ میں مطبع خیر المطابع میرٹھ میں چھپ کر شائع ہوا تھا، نیز اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کی تصدیق بے شمار علمائے حرمین شریفین واہل ہند نے فرمائی تھی۔ یہ سب مسئلہ کفر میں اعلیٰ حضرت کے ہم خیال تھے تو یہ لکھنا کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے: ''نہ دوسرے سے امام ربانی کو پہنچی ہوں''۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ا ص ۱۴۳، ۱۴۴- امام احمد رضا اکیڈمی بریلی)

انبیٹھوی کو اپنی تکفیر کا علم

انبیٹھوی کو اپنی تکفیر کی خبر ہوئی تو اس نے سال ۱۳۲۵ھ میں ''المہند علی المفند'' لکھی اور علمائے حرمین طیبین سے تصدیق کرائی۔ اس طرح اپنے اور اپنے مولویوں کے کفر پر اپنی، دیوبندی علما اور علمائے حرمین طیبین کی تصدیق کرا ڈالی، اور سمجھ نہ سکا کہ اس تصدیق سے حسام الحرمین کو مزید تقویت ہوگی۔ انبیٹھوی نے المہند میں سنی عقائد لکھا اور اپنے کفری عقائد کا انکار کیا۔ المہند کے اقتباسات درج ذیل ہیں:

(۱) ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے سردار وآقا اور پیارے شفیع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول وخاتم النبیین ہیں، اور ثابت ہے بکثرت حدیثوں سے جو معنًی حد تواتر تک پہنچ گئی، اور نیز اجماع امت سے۔ سوحاشا ہم میں سے کوئی خلاف کہے، کیوں کہ جو اس کا منکر ہے، وہ ہمارے نزدیک کافر ہے، اس لیے کہ منکر ہے نص قطعی کا۔ (المہند علی المفند ص ۱۱- مکتبہ تھانوی کراچی)

(۲) ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں نبی کریم علیہ السلام سے اعلیٰ ہے، وہ کافر ہے۔ ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں۔ جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے۔ (المہند علی المفند ص ۱۳- مکتبہ تھانوی کراچی)

(۳) ہمارے نزدیک متیقن ہے کہ جو شخص نبی علیہ السلام کے علم کو زید وبکر و بہائم ومجانین کے علم کے برابر سمجھے یا کہے، وہ قطعاً کافر ہے۔ (المہند علی المفند ص ۱۵- مکتبہ تھانوی کراچی)

(۴) ہم اور ہمارے مشائخ اس کا یقین رکھتے ہیں کہ جو کلام بھی حق تعالیٰ سے صادر ہوا، یا آئندہ صادر ہوگا۔ وہ یقیناً سچا اور بلا شبہ واقع کے مطابق ہے۔ اس کے کسی کلام میں کذب کا شائبہ اور خلاف کا واہمہ بھی بالکل نہیں اور جو اس کے خلاف عقیدہ رکھے، یا اس کے کسی کلام میں کذب کا وہم بھی کرے۔ وہ کافر، ملحد، زندیق ہے کہ اس میں ایمان کا شائبہ بھی نہیں۔ (المہند ص ۱۹- مکتبہ تھانوی کراچی)

تھانوی کو اپنی تکفیر کا علم

تھانوی نے ۱۳۲۹ھ میں ''بسط البنان'' لکھی اور اپنے او پر حکم کفر ثابت کرلیا۔ رسالہ مذکورہ مرتضیٰ حسن دربھنگوی کے سوالات کے جواب میں لکھا ہے۔ دربھنگوی نے سوال کیا تھا: ''مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی یہ بیان کرتے ہیں اور حسام الحرمین میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں کہ آپ نے حفظ الایمان میں اس کی تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، ایسا

ہر بچہ اور ہر پاگل، بلکہ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے، اس لیے امور ذیل دریافت طلب ہیں:

(۱) آیا آپ نے حفظ الایمان میں یا کسی کتاب میں ایسی تصریح کی ہے؟

(۲) اگر تصریح نہیں تو بطریق لزوم بھی یہ مضمون آپ کی کسی عبارت سے نکل سکتا ہے؟

(۳) آیا ایسا مضمون آپ کی مراد ہے؟

(۴) اگر آپ نے نہ ایسے مضمون کی تصریح فرمائی، نہ اشارۃً مفاد عبارت ہے، نہ آپ کی مراد ہے تو ایسے شخص کو جو یہ اعتقاد رکھے، یا صراحۃً یا اشارۃً کہے، اسے آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟ (بسط البنان ص۹، ۱۰- کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

جواب میں تھانوی نے صریح جھوٹ بولا اور خود کو کافر قرار دیا۔ جواب میں لکھا:

(۱) میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا اور لکھنا تو در کنار، میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا۔

(۲) میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا، چناں چہ اخیر میں عرض کروں گا۔

(۳) جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں اور میرے دل میں بھی کبھی اس کا خطرہ نہیں گزرا، جیسا کہ اوپر معروض ہوا تو میری مراد کیسے ہوسکتا ہے؟

(۴) جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے، میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ (بسط البنان ص۱۰- کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

قادیانی کو اپنی تکفیر کا علم

مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۹ء-۱۹۰۸ء) بھی حسام الحرمین میں حرمین طیبین سے فتویٰ کفر آنے کے بعد قریباً تین سال زندہ رہا اور ''المعتمد المستند'' کی اشاعت کے بعد چھ سال تک زندہ رہا۔

مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۹ء-۱۹۰۸ء) نے ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک براہین احمدیہ کی چار جلدیں شائع کی۔ اس میں قادیانی نے الہامی مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ ۱۸۹۱ء میں مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ ۱۹۰۱ء میں نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا۔

براہین احمدیہ چھپی تو ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۳ء میں محمد لدھیانوی بن عبد القادر لدھیانوی، عبد اللہ بن عبد القادر لدھیانوی اور عبد العزیز بن عبد القادر لدھیانوی نے قادیانی کو ملحد اور زندیق قرار دیا۔

مولانا غلام قادر بھیروی (م ۱۳۲۷ھ-۱۹۰۹ء) نے ''فتویٰ در ابطال نکاح المرتد'' میں مرزا کو مرتد قرار دیا۔

حسام الحرمین اور علمائے حرمین طیبین کی تصدیقات

امام احمد رضا قادری نے ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں ((المعتمد المستند)) رقم فرمائی۔ اس میں مسلک دیوبند کے اشخاص اربعہ:

الرسالة السادسة

نانوتوی، گنگوہی، انبیٹھوی، تھانوی اور قادیانی وسر سید علی گڑھی پر کفر کلامی کا حکم جاری فرمایا۔ ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء میں مطبع تحفہ حنفیہ (پٹنہ) سے المعتمد المستند کی اشاعت ہوئی۔

امام احمد رضا قادری ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء میں جب حج وزیارت حرمین طیبین کو گئے تو المعتمد المستند کا جو حصہ اشخاص اربعہ اور قادیانی کی تکفیر سے متعلق تھا، اسے ساتھ لیتے گئے، تا کہ علمائے حرمین طیبین کی تصدیقات حاصل کی جا سکے۔

علامہ غلام دستگیر قصوری قدس سرہ العزیز کے حرمین طیبین جانے کے سترہ سال بعد امام احمد رضا قادری بھارتی دیو بندیوں سے متعلق ایک تحریر لے کر حرمین طیبین حاضر ہوئے تھے۔ علمائے حرمین طیبین قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی سے واقف تھے اور ان لوگوں کی ضلالت وکفریات کا ردوابطال کر چکے تھے۔ ۳۳: سال قبل ۱۲۹۱ھ میں مفتی احناف مولانا عبداللہ سراج (م ۱۳۰۱ھ-۱۸۸۳ء) (مکہ معظّمہ) نے نانوتوی کے رد میں ایک فتویٰ رقم فرمایا تھا، جس پر علمائے حرمین طیبین نے اپنی تصدیق رقم فرمائی تھی۔ سترہ سال قبل ۱۳۰۷ھ میں تقدیس الوکیل پر علمائے حرمین طیبین نے اپنی تصدیق رقم فرمائی تھی۔

امام احمد رضا قادری نے ''المعتمد المستند'' کے مذکورہ حصے کو استفتا کی شکل میں پیش کیا۔ علمائے حرمین طیبین نے امام احمد رضا کی تحریر پر غور وفکر کیا۔ ان تمام علمائے کرام کی تحقیق امام احمد رضا کی تحقیق کے موافق ثابت ہوئی، پس انہوں نے تصدیق فرمائی، اور اپنی مہریں ثبت فرمائی۔ واضح رہے کہ کفر کلامی کا جب صحیح فتویٰ دیا جائے تو اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی کو اختلاف کی اجازت ہوتی ہے۔

امام احمد رضا سے قبل بھارت کے علمائے کرام نانوتوی، گنگوہی اور انبیٹھوی پر حکم کفر عائد کر چکے تھے۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ سب سے پہلے امام احمد رضا قادری نے ان لوگوں پر کفر کا حکم عائد فرمایا، حالاں کہ ایسا نہیں ہے۔ امام احمد رضا قادری نے علمائے سابقین کے نظریہ کی تائید فرمائی۔ اشخاص اربعہ میں سے صرف تھانوی پر آپ نے سب سے پہلے حکم کفر عائد فرمایا۔ تھانوی نے سب سے اخیر میں رسالہ حفظ الایمان ۱۳۱۹ھ میں لکھا تھا۔ امام احمد رضا قادری نے ۱۳۲۰ھ میں المعتمد المستند تحریر فرمائی اور تھانوی کو کافر قرار دیا۔

بھارت میں وہابیہ کا سب سے پہلے رد کرنے والے علامہ فضل حق خیر آبادی ہیں۔ آپ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔ اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھ کر بھارت میں وہابیت کی بنیاد رکھی۔ علامہ خیر آبادی نے دہلوی کا ناطقہ بند فرما دیا۔

علامہ فضل رسول بدایونی نے علامہ فضل حق خیر آبادی (۱۲۱۲ھ-۱۲۷۸ھ-۱۷۹۷ء-۱۸۶۱ء) سے متعلق رقم فرمایا:

{وهو بارض الهند اول من جرح مبتدعات النجدية وَمَفَاسِدَهُمْ-وَاٰخِرُ مَنْ بَيَّنَ شَرْحَ فَسَادِ عَقَائِدِهِمْ-فَاطْمَاَنَّ قُلُوْبُ اَهْلِ الْيَقِيْنِ-وَحَصَلَ الْيَقِيْنُ لِلشَّاكِّيْنَ وَالْمُتَرَدِّدِيْنَ-وَهَدَى اللّٰهُ به كثيرًا من الضالين-وَلَهُ مِنَّةٌ عَلٰى كَافَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ-وَاَجْرٌ جَزِيْلٌ عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ} (المعتقد المنتقد ص ۱۲۳-المجمع الاسلامی مبارک پور)

علمائے اہل سنت وجماعت کی کوششوں سے بھارت میں وہابیت دم توڑ چکی تھی۔ چند وہابیہ موجود تھے، لیکن عوام مسلمین پر وہابیت کے اثرات ختم ہو چکے تھے۔ ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی میں علمائے اہل سنت وجماعت شریک تھے اور جہاد کا فتویٰ جاری کیے تھے۔

جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد بے شمار علمائے اہل سنت وجماعت قید کیے گئے۔ بہت سے علما کو پھانسی دی گئی۔ چوں کہ وہابیوں نے انگریزوں کی حمایت کی تھی، اس لیے وہابیہ انگریزوں کے ظلم وستم سے محفوظ رہے اور پہلی جنگ آزادی: ۱۸۵۷ء کے بعد ملک بھر میں وہابیت (دیوبندیت وغیر مقلدیت) کو پھلنے پھولنے کا سنہرا موقع میسر آیا۔ بھارت میں فروغ وہابیت کا یہی راز سربستہ ہے۔

علمائے حرمین طیبین کی تصدیقات اور انبیٹھوی وٹانڈوی کی سازش

سال ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں حرمین طیبین سے دیوبندیوں کے لیے حکم کفر آیا۔ علمائے حرمین طیبین کی تصدیقات کا مجموعہ ''حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین'' کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں مسالک اربعہ: حنفی، مالکی، شافعی وحنبلی مسلک کے مفتیان عظام وعلمائے کرام کی تصدیقات ہیں۔ کل ۳۳: علمائے کرام کی تصدیقات ہیں۔ مکہ معظّمہ کے بیس اکابر علمائے کرام اور مدینہ مقدسہ کے تیرہ اکابر علمائے کرام کی تصدیقات ہیں۔ ان تصدیق کنندگان میں حرمین طیبین میں سلطنت عثمانیہ ترکیہ کی جانب سے مقرر کردہ چاروں فقہی مسالک کے مفتیان عظام کی تصدیقات بھی ہیں۔ ان تمام تصدیق کنندگان نے غور وفکر اور تحقیق وتدقیق کے بعد دیوبندیوں کے کفر کا فتویٰ دیا۔

ہر عالم دیگر علمائے کرام کی تصدیقات دیکھتے اور کئی کئی دن تک غور وفکر کے بعد تصدیق رقم فرماتے۔ ایسا ہی نہیں کہ محض امام احمد رضا قادری کی تحریر دیکھ کر علمائے حرمین طیبین نے تصدیق تحریر فرمائی۔ واضح رہے کہ کسی عالم ومفتی نے تصدیق سے انکار نہیں کیا۔ نہ ہی امام احمد رضا پر کوئی اعتراض قائم کیا، حالاں کہ مکہ معظّمہ اور مدینہ طیبہ دونوں جگہ دیوبندیوں کے حامیوں نے غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کی۔

مکہ معظّمہ میں خلیل احمد انبیٹھوی موجود تھا، اس نے تصدیق کنندگان سے رابطہ کیا اور اپنی برأت ظاہر کرنے کی کوشش کی، لیکن حقیقت واقعیہ کے سامنے کذب وفریب کیوں کر کامیاب ہوسکتا ہے، آخر کار انبیٹھوی کو مکہ معظّمہ سے بھاگنا پڑا۔ مدینہ منورہ میں اس وقت حسین احمد ٹانڈوی موجود تھا۔ اس نے بھی بہت ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی، لیکن ناکامیوں نے ہر چہار جانب سے اسے گھیر لیا۔

نامرادیوں کو چھپانے اور اپنے کفریات پر پردہ ڈالنے کے واسطے ٹانڈوی نے ''الشہاب الثاقب'' لکھی، اور انبیٹھوی نے ''المہند علی المفند'' لکھی، لیکن ثابت شدہ حقائق کے سامنے کذب وفریب کو آخر کار شرمسار ہونا ہی پڑتا ہے۔ وہی سب کچھ ہوا۔

جب دیوبندیوں نے ہر طرف راستہ بند دیکھا تو سنی جماعت پر کفر کے فتوے لگانے لگے، یعنی تم ہمیں کافر کہتے ہو تو ہم بھی تم کو کافر کہیں گے، لیکن توبہ نہیں کریں گے۔ انکار توبہ کا نظریہ ابلیس نے تخلیق آدم علیہ السلام کے وقت ہی پیش کر دیا تھا۔ شیطان نے سجدہ بھی نہیں کیا اور توبہ بھی نہیں کیا، بلکہ تاویل کی تھی۔ ابلیسی تاویل بارگاہ الٰہی میں نامقبول ہوئی، اور اسے دربار الٰہی سے نکال دیا گیا۔

اسی طرح دیابنہ ودیگر گمراہ وگمراہ گر بھی توبہ نہیں کرتے ہیں، بلکہ اپنے غلط افکار ونظریات کی تاویل باطل کرتے ہیں۔ شیطان تاویل باطل کے سبب ہی دربار الٰہی میں مردود قرار پایا۔ اب شیطان کے پیروکار بھی اسی راہ پر چل کر سند مردودیت پا رہے ہیں۔ حق کو حق سمجھ کر بھی باطل پر اصرار کرنا ابلیس اور فرماں برداران ابلیس کا قدیم وطیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے: (آمین)

علمائے مکہ معظّمہ کی تصدیقات

امام احمد رضا قادری نے مکہ معظّمہ میں حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ کی تصدیقات کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''دولت مکیہ کے ساتھ ساتھ، بلکہ اس سے کچھ پہلے سے بفضلہٖ تعالیٰ حسام الحرمین کی کاروائی جاری کی۔ اکابر نے جو عالی شان تقریظات اس پر لکھیں۔ آپ حضرات کے پیش نظر ہیں۔ ابتدا ہی میں یہ فتویٰ حضرت مولانا شیخ صالح کے پاس تقریظ کو گیا تھا۔ ادھر حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے کتاب (دولت مکیہ) سنانے کے ضمن میں حضرت شریف سے خلیل احمد کے عقائد ضالہ اور اس کی کتاب براہین قاطعہ کا بھی ذکر کردیا تھا۔

انبیٹھوی صاحب کو خبر ہوئی۔ مولانا کے پاس کچھ اشرفیاں نذرانہ لے کر پہنچے اور عرض کی کہ حضرت مجھ پر کیوں ناراض ہیں؟ فرمایا: کیا تم خلیل احمد ہو؟ کہا۔ ''ہاں''۔ مولانا نے فرمایا: تجھ پر افسوس! تو نے براہین قاطعہ میں وہ شنیع باتیں کیسے لکھیں؟ میں تو تجھے زندیق لکھ چکا ہوں۔ اس سے پہلے مولانا غلام دستگیر قصوری مرحوم کتاب (تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل) لکھ کر علمائے مکہ سے تقریظیں لے چکے تھے۔ اس پر مولانا شیخ صالح کمال کی بھی تقریظ ہے، اور اس میں انبیٹھوی صاحب اور ان کے استاذ گنگوہی صاحب کو زندیق لکھا ہے۔

انبیٹھوی صاحب نے کہا: حضرت جو باتیں میری طرف نسبت کی گئی ہیں، افترا ہیں۔ میری کتاب میں نہیں ہیں۔ فرمایا: تمہاری کتاب براہین قاطعہ چھپ کر شائع ہوچکی ہے اور میرے پاس موجود ہے۔

انبیٹھوی صاحب نے کہا: حضرت! کیا کفر سے توبہ قبول نہیں ہوتی؟ فرمایا: ہوتی ہے۔ مولانا نے چاہا کہ کسی مترجم کو بلائیں اور براہین قاطعہ انبیٹھوی صاحب کو دکھا کر ان کلمات کا اقرار کرا کر توبہ لیں، مگر انبیٹھوی صاحب رات ہی کو جدہ فرار ہوگئے۔

حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے حضرت مولانا سید اسماعیل کو اس واقعہ کی اطلاع کا خط بھیجا اور انہوں نے بعینہٖ اپنے خط میں رکھ کر مجھے بھیج دیا۔ وہ اب تک میرے پاس موجود ہے۔ صبح کو حضرت مولانا شیخ کمال فقیر کے پاس تشریف لائے اور خود یہ واقعہ بیان کیا اور فرمایا: میں نے سنا کہ وہ رات ہی میں بھاگ گیا۔ میں نے کہا: مولانا! آپ نے بھگا دیا۔ فرمایا: میں نے؟ میں نے کہا: ہاں، آپ نے۔ فرمایا: یہ کیوں کر؟ میں نے عرض کیا۔ جب اس نے آپ سے پوچھا کہ کیا کافر کی توبہ قبول نہیں ہوتی؟ آپ نے کیا فرمایا؟ فرمایا: میں نے کہا: ''ہوتی ہے''۔ میں نے کہا: اسی نے اسے بھگا دیا۔ آپ کو یہ فرمانا تھا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے، اس کی توبہ قبول نہیں۔ فرمایا: واللہ یہ مجھ سے رہ گئی۔ میں نے کہا: تو آپ ہی نے بھگایا''۔ (الملفوظ ج۲ص۱۵۰-حیات اعلیٰ حضرت ج۱ص۴۳۳)

مفتی محمد صالح کمال کا مکتوب گرامی

صاحب الفضیلة والاخلاق والمحبة الجمیلة حضرۃالسید اسماعیل افندی حافظ الکتب

حَضَرَ عِنْدَنَا قَبْلَ تَارِیْخِہٖ رَجُلٌ من اھل الھند،یقال له خلیل احمد مع بعض علماء الھند المجاورین بمکة -یستعطف خَاطِرَنَا عَلَیْہِ لِاَنَّهٗ قَدْ بَلَغَهٗ اَنِّیْ شَدِیْدُ الْغَیْظِ عَلَیْہِ-وَاَنَا لَا اَعْرِفُهٗ شَخْصًا.

فَقَالَ:يا سيدى! بَلَغَنِیْ اَنَّکُمْ وَاجِدُوْنَ عَلَیَّ وَذٰلِکَ بِسَبَبِ اَنِّیْ ذَکَرْتُ مَا وَقَعَ مِنْهُ فِی الْبَرَاهِیْنِ الْقَاطِعَةِ لَدَیْ حَضْرَةِ الْاَمِیْرِ حَفِظَهُ اللّٰهُ–فَقُلْتُ لَهٗ:لَعَلَّکَ خَلِیل احمد الانبیتهی؟ فقال:نعم–فَقُلْتُ لَهٗ:وَیْحَکَ،کَیْفَ تَقُوْلُ فِی الْبَرَاهِیْنِ الْقَاطِعَةِ تِلْکَ الْمَقَالَاتِ الشَّنِیْعَةَ–وَتُجَوِّزُ الْکِذْبَ عَلَی اللّٰهِ جَلَّ جَلَالُهٗ–کَیْفَ لَا اَغْتَاظُ عَلَیْکَ–ولقد کَتَبْتُ عَلَیْهَا بِاَنَّکَ رَجُلٌ زِنْدِیْقٌ–وکیف تعتذر وتنکر وهی قد طُبِعَتْ وَشَاعَتْ عَنْکَ.

فَقَالَ:یاسیدی! هِیَ لِیْ وَلٰکِنْ لَیْسَ فِیْهَا تَجْوِیْزُ الْکِذْبِ عَلَی اللّٰهِ–وَلَئِنْ کَانَ فِیْهَا فَاَنَا تَائِبٌ وَرَاجِعٌ عَمَّا فِیْهَا مِمَّا یُخَالِفُ اَهْلَ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ–فَقُلْتُ لَهٗ:اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّائِبِیْنَ وَالْبَرَاهِیْنُ مَوْجُوْدَةٌ وَسَاُخْرِجُ لَکَ مِنْهَا هٰذَا الَّذِیْ اَنْکَرْتَهٗ وَتَجَاسَرْتَهٗ بِهٖ عَلَی اللّٰهِ جَلَّ شَانُهٗ–فَصَارَ یَنْتَصِلُ وَیَعْتَذِرُ وَیَقُوْلُ:اِنْ کَانَ فَهُوَ مَکْذُوْبٌ عَلَیَّ وَاَنَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ مُوَحِّدٌ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ–مَا قُلْتُ فِیْهَا هٰذَا،لَا غَیْرَهٗ مِمَّا یُخالف مَذْهَبَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ–فَتَعَجَّبْتُ مِنْهُ–کَیْفَ یُنْکِرُ مَا هُوَ مَطْبُوْعٌ فِیْ رِسَالَتِهٖ(البراهین القاطعة)المطبوعة فی اللغة الاردویة.

وَظَهَرَ لِیْ اَنَّهٗ اِنَّمَا قَالَ ذٰلِکَ تَقِیَّةً کَاَنَّهُمْ مِثْلُ الرَّافِضَةِ–یَرُوْنَ التَّقِیَّةَ وَاجِبَةً–وَاَرَدْتُ اَنْ اُحْضِرَهَا وَاُحْضِرُ مَنْ یَفْهَمُ ذٰلِکَ اللِّسَانَ لِاُقَرِّرَهٗ وَمَا فِیْهَا وَاَسْتَتِیْبُهٗ–لٰکِنَّهٗ فِیْ ثَانِی یومٍ مِنْ مجیئه عِنْدَنَا هَرَبَ اِلٰی جَدَّةَ–ولاحول ولاقوة الاباللّٰه–اَحْبَبْنَا اِعْلَامَکُمْ بِذٰلِکَ وَدُمْتُمْ–محمد صالح کمال–۲۸:ذی الحجة ۱۳۲۳ھ.

(الملفوظ ج۲ص۱۵۰)

توضیح:منقولہ بالامکتوب سے واضح ہوگیا کہ علمائے حرمین کو براہین قاطعہ کا علم تھا۔علامہ صالح کمال کے پاس براہین قاطعہ موجود بھی تھی۔خلیل احمد انبیٹھوی کا نام بھی یاد تھا۔شریف مکہ کے پاس انبیٹھوی کی گمرہی کا ذکر کرنے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ علمائے حرمین طیبین اپنی مجلسوں میں بھارت کے دیوبندیوں کا تذکرہ بھی فرماتے تھے۔الحاصل بھارت کے دیوبندیوں سے وہ بہت حدتک آشنا تھے۔

علمائے مدینہ منورہ کی تصدیقات

امام احمد رضا قادری مکہ معظّمہ سے ۲۴:صفر المظفر ۱۳۲۴ھ کو مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے،اور ماہ ربیع الاول کے عشرۂ اولیٰ میں (۶یا۷ ربیع الاول کو) مدینہ مقدسہ پہنچے۔زیارت نبوی سے فراغت کے بعد حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ کی تصدیقات جاری رہیں۔

امام احمد رضا قادری نے فرمایا:''مکہ معظّمہ کی طرح زیادہ اہم حسام الحرمین کی تصدیقات تھیں،جو بحمد اللہ تعالیٰ بہت خیر وخوبی کے ساتھ ہوئیں۔زیادہ زمانہ قیام انہیں میں گزر گیا کہ ہر صاحب پوری کتاب مع تقریظات مکہ معظّمہ دیکھتے،اور کئی کئی روز میں تقریظ لکھ کر دیتے۔مفتی شافعیہ حضرت سید احمد برزنجی نے حسام الحرمین پر چند ورق کی تقریظ لکھی اور فرمایا کہ اس کتاب کی تائید میں اسے ہمارا مستقل رسالہ کرکے شائع کرنا،ایساہی کیا گیا''۔(حیات اعلیٰ حضرت ج۱ص۴۵۱)

الرسالة السادسة

امام احمد رضا نے فرمایا:''بیرون باب مجیدی مولانا کریم اللہ علیہ رحمۃ اللہ تلمیذ حضرت مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی رہتے تھے۔ان کے خلوص کی تو کوئی حد ہی نہیں۔حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ پر تقریظات میں انہوں نے بڑی سعی جمیل فرمائی: جزاہ اللہ خیراً کثیراً''۔

(حیات اعلیٰ حضرت ج ا ص ۴۵۰-الملفوظ ج ۲ص ۱۷۰)

امام احمد رضا قادری ماہ ربیع الآخر کے عشرۂ اولیٰ میں مدینہ منورہ سے اپنے وطن واپس ہوئے۔آپ مدینہ طیبہ میں اکتیس (۳۱) دن تک قیام پذیر رہے۔بارہ ربیع الاول کو مدینہ منورہ کی مجلس میلا دنبوی میں آپ حاضر تھے۔اب حرم خداوندی اور حرم نبوی سے بھی دیابنہ کے کفر کی سند آ گئی۔تنقیص شان الٰہی وتنقیص شان نبوی کی جرأت بیجا پر ایک مہلک تازیانہ لگا اور دیابنہ تلملا اٹھے۔

المہند علی المفند (التحقیقات لدفع التصدیقات)

حرمین طیبین سے حکم کفر آنے کے بعد وہابیہ بھارت میں منہ دکھانے کے لائق نہ رہے۔کل تک جولوگ تنقیص شان الٰہی وتوہین شان رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جری تھے،اپنا انجام دیکھ کر شرم سے منہ چھپائے پھرتے۔تب انہوں نے ایک چال چلی۔

ماہ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ تا ماہ صفر ۱۳۲۴ھ مکہ معظّمہ میں الدولۃ المکیہ اور حسام الحرمین کی تصدیق جاری رہی۔اسی سال خلیل احمد انبیٹھوی بھی حج کو گیا تھا۔انبیٹھوی نے مکہ معظّمہ کے علمائے کرام کو اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی،لیکن کامیابی نہ ملی۔

ماہ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ میں تکفیر دیابنہ وقادیانی کے فتویٰ پر علمائے مدینہ منورہ اپنی تصدیقات رقم فرمارہے تھے۔اس وقت حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی (۱۸۷۹ء-۱۹۵۷ء) مدینہ منورہ میں موجود تھا۔اس نے مدینہ منورہ کے علمائے کرام کو فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کی ،تاکہ یہ حضرات تصدیق رقم نہ فرمائیں،لیکن ٹانڈوی بھی سخت ناکام ہوا۔ماہ ذی الحجہ تا ماہ ربیع الآخر قریباً پانچ ماہ تک حرمین طیبین میں الدولۃ المکیہ اور حسام الحرمین کی تصدیق ہوتی رہی۔

اس کے بعد ٹانڈوی،انبیٹھوی اور بھارت کے دیابنہ نے بہت غور وفکر کے بعد اپنی صفائی پیش کرنے کے واسطے ۲۶: سوالات تیار کیے،اور خلیل احمد انبیٹھوی نے ان سوالوں کا جواب لکھا۔سوالات وجوابات کا مجموعہ''المہند علی المفند''کے نام سے موسوم ہے۔اسی رسالے کا دوسرا نام''التحقیقات لدفع التصدیقات''ہے۔انبیٹھوی نے ۱۸: شوال ۱۳۲۵ھ کو یہ رسالہ مکمل کیا تھا۔انبیٹھوی نے اکابر دیوبند سے اس رسالے پر تصدیق لکھوائی،پھر اس رسالے کو حرمین طیبین بھیجا۔حرمین طیبین میں جو دیوبندی اور ان کے حامی وطرفدار موجود تھے،ان لوگوں نے فریب کاری سے حرمین طیبین کے بعض علما کی تصدیق لکھوائی۔جس کا مفصل حال مابعد میں مرقوم ہے۔

المہند میں انبیٹھوی نے اہل سنت وجماعت کے عقائد لکھا۔اپنے دیوبندی مولویوں سے اس رسالے کی تصدیق کرائی،پھر بعض علمائے حرمین طیبین سے تصدیقات حاصل کی،تاکہ بھارت میں یہ ظاہر کیا جائے کہ علمائے حرمین طیبین ہمیں سنی سمجھتے ہیں۔

اگر کوئی عیسائی یا یہودی اہل سنت وجماعت کے عقائد لکھ کر کسی عالم سے یہ تصدیق حاصل کرلے کہ ان عقائد کا ماننے والا سنی ہے تو

اس تصدیق سے وہ عیسائی یا یہودی سنی نہیں ہو جائے گا، بلکہ اس تصدیق کا صرف یہ مفہوم ہوگا کہ یہ عقائد اہل سنت کے ہیں اور عیسائی یا یہودی اسی وقت سنی یا مسلمان ہوگا، جب ان عقائد پر قائم ہو، بس یہی حال المہند کا ہے۔

اگر انبیٹھوی ان عقائد کو لکھتا جن پر علمائے حرمین طیبین نے کفر کا فتویٰ دیا تھا، پھر ان عقائد کو علمائے حرمین طیبین اہل سنت کے عقائد بتاتے، تب یہ ثابت ہوتا کہ دیابنہ کافر نہیں ہیں، لیکن ایسا نہیں کیا گیا، پھر ان تلبیسات وفریب کاریوں کا کیا فائدہ؟

المہند سے اہل سنت کو فائدہ ہوا کہ اہل سنت کے عقائد ومعمولات مثلاً عقیدۂ ختم نبوت، نبی کو اپنے بڑے بھائی کے برابر نہ سمجھنا، رب تعالیٰ کو جہت وزمان ومکان سے منزہ ماننا، عقیدۂ علم غیب نبوی، زیارت روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مولود، فاتحہ وغیرہا امور کی تصدیق علمائے حرمین طیبین سے بھی ہوگئی۔اب وہابیہ کو انکار کی گنجائش نہ رہی، کیوں کہ وہ خود تصدیق لا چکے ہیں، لیکن وہابیہ شیعوں کی طرح تقیہ بازی کے عادی ہیں۔دیابنہ جب عرب ممالک جاتے ہیں تو سنیوں کے پاس سنی اور وہابیوں کے پاس وہابی بن جاتے ہیں۔

حسام الحرمین کی تصدیق ثانی

دراصل رسالہ ''المہند علی المفند'' پر علمائے حرمین طیبین کی تصدیق سے وہابیہ کے کفر پر علمائے حرمین کی دوبارہ تصدیق ہوگئی۔

اسی طرح انجانے میں دیابنہ نے بھی اپنے کفر کی تصدیق کر ڈالی، کیوں کہ دیوبندیوں نے بھی ان امور کو کفر ثابت کیا۔المہند پر بہت سے دیوبندیوں کی بھی تصدیق ہے۔مقولہ بالکل سچ ہے: ع/ خدا جب دین لیتا ہے تو عقل چھین لیتا ہے

تابع ومتبوع سب مسلوب العقل ہیں۔سوال یہ ہے کہ آج تک ظاہر نہ ہو سکا کہ یہ سوالنامہ کس نے بھیجا۔حسین احمد ٹانڈوی ان دنوں مدینہ منورہ میں مقیم تھا۔شاید اسی نے بھیجا ہو، یا بھارت کے دیوبندیوں نے خود ہی یہ سوالات قائم کیے اور جواب پر دیوبندیوں کی تصدیق لکھوا کر دنیا کو فریب دینے کی کوشش کی ہو، کیوں کہ یہ بات بالکل ثابت ومتحقق ہے کہ علمائے حرمین طیبین کو ان عبارتوں کا علم بہت سالوں قبل سے تھا۔علمائے حرمین کریمین بہت پہلے دیوبندیوں کا رد لکھ چکے تھے اور ان کے کفر وگمرہی وزندیقیت کا فتویٰ دے چکے تھے۔

ایسی صورت میں علمائے حرمین طیبین دیوبندی عبارتوں کی تحقیق کے لیے دیوبندیوں کے پاس سوالنامہ کیوں بھیجیں گے؟

دیوبندیوں کی کتابیں بھی علمائے حرمین طیبین کے پاس موجود تھیں، جیسا کہ مفتی احناف مکہ معظّمہ مولانا صالح کمال قدس سرہ القوی کے مکتوب سے واضح ہے۔جب علمائے حرمین کے پاس دیوبندیوں کی کتابیں بھی موجود تھیں تو دیوبندیوں سے سوال کی کیا ضرورت تھی؟

حسام الحرمین اور تقدیس الوکیل کے تصدیق کنندگان میں بھارت کے سنی علما بھی تھے۔تقدیس الوکیل میں تیرہ بھارتی علما کی تصدیق ہے۔حسام الحرمین میں شیخ الدلائل حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی کی بھی تصدیق ہے۔کیا یہ بھارتی علما بھی دیوبندیوں کے عقائد سے ناآشنا تھے؟ یا بھارتی علما بھی اردو سے ناآشنا تھے؟

الرسالة السادسة

فتویٰ مفتی احناف (مکہ معظّمہ):۱۲۹۱ھ

سال۱۲۹۱ھ میں قاسم نانوتوی کے نظریہ انکار ختم نبوت کے خلاف مفتی احناف شیخ عبدالرحمٰن بن عبداللہ سراج حنفی مکی (مکہ معظّمہ) (۱۲۴۹ھ-۱۳۱۴ھ) نے فتویٰ تحریر فرمایا اور علمائے حرمین طیبین نے تصدیق فرمائی ۔اس طرح امام احمد رضا کے سفر حرمین طیبین سے ۳۳: سال قبل ہی علمائے حرمین وطیبین نانوتوی کے کفریہ کلام سے واقف وآشنا تھے۔

اگر علمائے حرمین طیبین کو نانوتوی کی عبارت کی تحقیق کی ضرورت ہوتی تو اس وقت نانوتوی اور اکابر دیوبند کے شیخ طریقت حاجی امداداللہ مہاجر مکی ،شیخ الہند علامہ رحمت اللہ عثمانی کیرانوی (۱۸۱۷ء-۱۸۹۱ء) اور شیخ الدلائل علامہ عبدالحق الٰہ آبادی مہاجر مکی (۱۲۵۲ھ-۱۳۳۳ھ-۱۸۳٦ء-۱۹۱۵ء) بھی مکہ معظّمہ میں مقیم تھے۔حاجی امداداللہ مہاجر مکی ۱۲۷٦ھ مطابق ۱۸۵۹ء میں ہجرت کرکے مکہ مقدسہ چلے گئے تھے۔علامہ رحمت اللہ کیرانوی جنگ غدر: ۱۸۵۷ء کے بعد مکہ معظّمہ چلے گئے تھے،کیوں کہ انگریزی فوج آپ کو گرفتار کرنا چاہتی تھی۔

تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل: ۱۳۰۷ھ

سال ۱۳۰۷ھ میں علمائے حرمین طیبین نے تقدیس الوکیل کی تصدیق میں انبیٹھوی کے لیے شرعی حکم بیان فرمایا تو اس وقت انہوں نے ضروری حد تک تحقیق کی ہوگی۔تقدیس الوکیل کی تصدیق کے وقت اکابر دیوبند کے شیخ طریقت حاجی امداداللہ مہاجر مکی،شیخ الہند علامہ رحمت اللہ کیرانوی،شیخ الدلائل علامہ عبدالحق الٰہ آبادی مہاجر مکی،شیخ الاسلام علامہ انواراللہ فاروقی حیدرآبادی اور دیگر اکابر علمائے ہند مکہ معظّمہ میں موجود تھے۔علمائے حرمین ان بھارتی علما سے تحقیق کر سکتے تھے۔

تقدیس الوکیل میں براہین قاطعہ اور تحذیرالناس کی کفری عبارتوں کا ذکر ہے۔مفتی احناف شیخ عبدالرحمٰن سراج حنفی مکی (مکہ معظّمہ) کے اس فتویٰ کا ذکر ہے،جو نانوتوی کے نظریہ انکار ختم نبوت کے خلاف لکھا گیا،اور جس پر علمائے حرمین طیبین کی تصدیقات ہیں۔

فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین: ۱۳۱۷ھ

سال ۱۳۱۷ھ میں امام احمد رضا قادری (فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین) تصنیف فرمائی ۔اس میں نانوتوی کی تحذیرالناس کی کفری عبارت کا ذکر ہے۔اس میں امام احمد رضا نے انکار ختم نبوت کو کفر قرار دیا۔(فتاوی الحرمین سوال نمبر۱۱ص۲۴-استنبول ترکی)

(فتاوی الحرمین)) کے سوال اول میں نیچریوں کے عقائد کا ذکر ہے۔امام احمد رضا قادری نے اس کا جواب تحریر فرمایا،اور نیچریوں کے عقائد کو کفر اور ضروریات دین کا انکار قرار دیا۔(فتاوی الحرمین سوال نمبر اص ۷-استنبول ترکی)

فتاویٰ الحرمین میں امام احمد رضا قادری نے اٹھائیس سوالوں کے جواب رقم فرمائے۔اس پر سولہ علمائے کرام کی تصدیقات ہیں۔

امام احمد رضا قادری نے علمائے حرمین طیبین کے نام ایک سوال بھی ارسال فرمایا تھا۔علمائے حرمین طیبین نے اس کا جوب رقم فرمایا۔

امام احمد رضا قادری کے جواب پر مندرجہ ذیل علمائے کرام کی تصدیقات ہیں:

(۱) شیخ محمد سعید بن محمد سالم باصیل شافعی (مفتی شوافع: مکہ معظّمہ)
(۲) شیخ محمد صالح بن صدیق کمال حنفی (مفتی احناف: مکہ معظّمہ)
(۳) مدرس مسجد حرم: شیخ سید عمر بن سالم بن عمر عطاس (مکہ معظّمہ)
(۴) مدرس مسجد حرم: شیخ عمر بن ابوبکر باجنید شافعی (سابق مفتی شافعیہ مکہ معظّمہ)
(۵) شیخ سید حسین بن محمد حبشی باعلوی حضرمی (م ۱۳۳۰ھ) (مفتی شافعیہ: مکہ معظّمہ)
(۶) شیخ تفضّل الحق (مکہ معظّمہ)
(۷) شیخ محمد سعید بن محمد سلیمان (مدرس مسجد حرم)
(۸) شیخ سید اسماعیل بن سید خلیل حنفی (حافظ کتب الحرم المکی)
(۹) شیخ غلام مصطفٰے مہاجر مکی (مکہ معظّمہ)
(۱۰) مدرس مسجد حرم: شیخ اخوند جان بخاری بن مفتی محمد ہادی بن محمد مراد بن ادریس بخاری (م ۱۳۲۰ھ)
(۱۱) شیخ آدم بن جبیری۔
(۱۲) شیخ عبدالرزاق قادری حنفی بن عبدالصمد قادری (خادم مشعر حرام)
(۱۳) شیخ عبدالوہاب بن عبدالصمد حنفی قادری مکی (مکہ معظّمہ)
(۱۴) شیخ حافظ عبداللطیف قادری مکی (مدرس مسجد حرم)
(۱۵) شیخ سعید بن محمد مکی (مدرس مسجد حرم)
(۱۶) مولانا احمد مکی حنفی چشتی صابری امدادی (مدرس: مدرسہ احمدیہ مکہ معظّمہ، خلیفہ حاجی امداداللہ مہاجر مکی)

امام احمد رضا قادری کے سوال کا جواب مندرجہ ذیل علمائے کرام نے رقم فرمایا:
شیخ سید اسماعیل بن سید خلیل حنفی (حافظ کتب حرم مکی) کا جواب طویل ہے۔

(۱) مولانا عثمان بن عبدالسلام داغستانی (مفتی احناف: مدینہ منورہ)
(۲) بانی مدرسہ خیاط خیریہ مکہ مکرمہ: شیخ محمد بن یوسف خیاط شافعی مکی (وفات بعد ۱۳۳۰ھ)
(۳) شیخ سید اسماعیل بن سید خلیل حنفی (حافظ کتب الحرم المکی)
(۴) شیخ محمد سعید بن محمد سلیمان (مدرس مسجد حرم)
(۵) شیخ محمد ابوحسین (مدرس مسجد حرم)
(۶) شیخ محمد یوسف

(۷) شیخ محمد سعید ادیب

اگر حسام الحرمین کی تصدیق کے بعد علمائے حرمین طیبین کو کسی قسم کا شبہہ ہوتا تو شیخ الدلائل حضرت علامہ عبد الحق الہٰ آبادی مہاجر مکی (۱۲۵۲ھ-۱۳۳۳ھ-۱۸۳۶ء-۱۹۱۵ء) سے تحقیق کر سکتے تھے۔ وہ حسام الحرمین کے مصدقین میں تھے اور وہ ایک مشہور زمانہ عالم دین تھے۔ بہت سے عرب کے بے شمار علما ان کے شاگرد تھے۔ وہ مکہ معظمہ میں قریباً پچاس سال تک تدریسی خدمات انجام دیئے۔

سوالنامہ: المہند علی المفند

اے علمائے کرام اور سرداران عظام! تمہاری جانب چند لوگوں نے وہابی عقائد کی نسبت کی ہے اور چند اوراق ورسالے ایسے لائے، جن کا مطلب غیر زبان ہونے کے سبب ہم نہیں سمجھ سکے، اس لیے امید کرتے ہیں کہ ہمیں حقیقت حال اور قول کی مراد سے مطلع کرو گے، اور ہم تم سے چند امور ایسے دریافت کرتے ہیں جن میں وہابیہ کا اہل السنۃ والجماعت سے خلاف مشہور ہے۔

(المہند ص۴ - مکتبہ تھانوی کراچی)

المہند پر سوالات

میرے چند سوالات محررہ ذیل ہیں۔ ان شاءاللہ تعالیٰ ان کا جواب دیابنہ پر تا قیامت قرض رہ جائے گا۔

(۱) اگر علمائے حرمین طیبین کو دیابنہ کے عقائد کا علم نہ تھا اور انہیں تحقیق کرنی تھی تو تحقیق تصدیق کے بعد ہوتی ہے یا پہلے ہوتی ہے؟

(۲) جو سائل ہے، وہ ان جوابات کو علمائے حرمین طیبین کے پاس لے جائے گا، یا خود مجیب کی یہ ذمہ داری ہوگی؟

(۳) حسام الحرمین کے تصدیق کنندگان میں سے صرف ایک مولانا سعید بابصیل کی تصدیق المہند پر ہے، اور ان کی تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی جانب سے تحقیق حال کے لیے کوئی تحریر نہیں بھیجی گئی، پھر آخر کس کو یہ تحقیق درکار تھی؟

(۴) اگر تحقیق حال کے لیے سوال بھیجا گیا تھا تو حسام الحرمین کے مصدقین میں سے مفتی مالکیہ مولانا محمد عابد بن حسین مالکی اور ان کے بھائی مولانا مفتی محمد علی بن حسین مالکی نے المہند پر اپنی تحریر لکھ کر واپس کیوں لے لی؟

مفتی مالکیہ کا اپنی تحریر واپس لینا صاف ظاہر کر رہا ہے کہ دیوبندیوں کے فریب کو وہ سمجھ گئے تھے اور حقیقت میں یہ فریب ہی تھا۔

(۵) مفتی شوافع مولانا سعید بابصیل یا مفتی مالکیہ مولانا محمد عابد حسین مالکی نے المہند پر اپنی تصدیقات میں حسام الحرمین میں ان حضرات کی تکفیر سے رجوع کیوں نہ کیا؟ کیوں کہ تحقیق کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ بعد تحقیق حکم ماقبل اگر خلاف حقیقت ہو تو اس سے رجوع کیا جاتا ہے، بلکہ مفتی مالکیہ کا اپنی تصدیق واپس لینا حسام الحرمین کی دوبارہ عملی تصدیق ہے، کیوں کہ جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ کاروائی حسام الحرمین کی مخالفت میں ہو رہی ہے تو انہوں نے اپنی تصدیق واپس لے لی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ جن کو حقیقت کا علم ہو گیا، انہوں نے تصدیق واپس لے لی۔ ایسی صورت میں فریب بازی سے حاصل کردہ تصدیق کو کیوں کر تصدیق کہا جائے؟

الرسالة السادسة

(۶) حسام الحرمین سے سترہ سال قبل مولانا سعید باصیل نے انبیٹھوی وگنگوہی کو شیطان، اہل زیغ اور زندیق لکھا (تقدیس الوکیل ص۳۹۳-رضااکیڈمی ممبئی) تصدیق حسام الحرمین میں انہیں اسفل الکافرین کہا (حسام الحرمین ص۳۵-قادری بکڈپو بریلی)، پھرانہوں نے ایک ہی سال بعد انبیٹھوی کوالمہند کی تصدیق میں عزیز، بھائی اور شیخ خلیل احمد کیسے تحریر فرمادیا؟ (المہند ص۲۶)

(۷) مفتی مالکیہ مولانا محمد عابد بن حسین نے تقدیس الوکیل پر تصدیق فرمائی، پھرحسام الحرمین پروہ اوران کے بھائی مولانا محمد علی نے تصدیق تحریر فرمائی اوردونوں نے خلیل احمد انبیٹھوی ودیگر مرتدین کا نام لے کر کافر قرار دیا، پھرایک سال بعد ہی خلیل احمد انبیٹھوی کے لیے بزرگ، حاجی، عالم، محقق وغیرہ القاب کیسے لکھ ڈالے؟ (المہند ص۲۷)

قصیدہ: مولانا مفتی محمد علی برادر مفتی مالکیہ مولانا محمد عابد بن حسین نے امام احمد رضا قادری کی شان میں ایک طویل قصیدہ بھی تحریر فرمایا جوحسام الحرمین میں ان کی تصدیق کے ساتھ منسلک ہے۔

(الف) مفتی شافعیہ مکہ معظمہ: شیخ محمد سعید بن محمد سالم باصیل شافعی (۱۲۴۵ھ-۱۳۳۰ھ-۱۸۲۹ء-۱۹۱۲ء) نے چار کتابوں حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ، فتاوی الحرمین، تقدیس الوکیل پر تصدیق رقم فرمائی ہے۔ وہ دیوبندیوں کے حالات سے واقف وآشنا تھے۔ ان کو کسی تحقیق کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ سترہ سال قبل ہی ۱۳۰۷ھ میں تقدیس الوکیل کی تصدیق فرما چکے تھے، پھر۱۳۱۷ھ میں فتاوی الحرمین کی تصدیق فرما چکے تھے۔

مفتی شافعیہ شیخ محمد سعید باصیل شافعی نے تقدیس الوکیل کی تصدیق میں رقم فرمایا:

(**واما صاحب البراهين والمؤيدين له فهم اشبه بالشيطن واهل الزيغ والزندقة**)(تقدیس الوکیل)

مفتی شافعیہ شیخ محمد سعید باصیل شافعی نے حسام الحرمین کی تصدیق میں رقم فرمایا:

(**"المعتمد المستند" الذى رد فيه علىٰ رؤوس اهل البدع والزندقة الخبثاء-بل هم اشر من كل خبيث ومفسد ومعاندوبين فى هذه الرسالة مختصر ما الفه من الكتاب المذكوروبين فيها اسماء جملة من الفجرة الذين كادوا ان يكونوا بضلالهم من اسفل الكافرين**)(حسام الحرمین)

(ب) سابق مفتی مالکیہ مکہ معظمہ: شیخ محمد عابد بن حسین مالکی (۱۲۷۵ھ-۱۳۴۱ھ-۱۸۵۹ء-۱۹۲۳ء) بھی سترہ سال قبل ۱۳۰۷ھ میں تقدیس الوکیل کی تصدیق فرما چکے تھے، پھرحسام الحرمین اورالدولۃ المکیہ کی تصدیق رقم فرمائی۔

مفتی شیخ عابد مالکی نے تقدیس الوکیل میں انبیٹھوی کوفتنہ پرور (مفتن) کہا۔ان کی تصدیق کاایک حصہ مرقوم ذیل ہے۔

(**فانى قد تصفحت غالب ما فى هذا الرد فوجدت قائله قد اجاد ولزم الحد فللّٰه دره من محسن حيث تصدى للرد علىٰ هذا المفتن فجزاه اللّٰه احسن الجزاء واكثر من امثاله مدة نزول الغيث من السماء**)

(تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل)

الرسالة السادسة

مفتی مالکیہ شیخ محمد عابد بن حسین مالکی نے حسام الحرمین کی تصدیق میں رقم فرمایا:(**وھم غلام احمد القادیانی ،ورشید احمد وخلیل احمد واشرف علی وخلافھم من اھل الضلال والکفر الجلی**)(حسام الحرمین)

مفتی مالکیہ کے بھائی شیخ محمد علی بن حسین مالکی نے حسام الحرمین کی تصدیق میں تحریر فرمایا:(**وھم غلام احمد القادیانی ،ورشید احمد وخلیل احمد واشرف علی وخلافھم من ذوی الضلال والکفر الجلی**)(حسام الحرمین)

(۸)علامہ سید احمد برزنجی مفتی شوافع مدینہ منورہ نے حسام الحرمین کی تصدیق میں ایک رسالہ تحریر فرمایا۔اس میں افراد خمسہ کا تفصیلی رد کیا اور انہیں خارج از اسلام قرار دیا۔اسی طرح رسالہ غایۃ المعمول میں بھی ان افراد خمسہ کو کافر قرار دیا(غایۃ المعمول مع الشہاب الثاقب ص ۲۹۸،۲۹۹-دار الکتاب لاہور)،پھروہ خلیل احمد و دیگر مرتدین کو مومن کیسے لکھ سکتے ہیں؟نیز خلیل احمد کو بلاتوبہ ورجوع ''مولانا،شیخ'' کیسے لکھ سکتے ہیں؟(المہند ص ۲۸)

رسالہ علامہ برزنجی:المہند کی تصریح کے مطابق مولانا سید احمد برزنجی نے المہند پر تصدیق نہیں لکھی،بلکہ اس میں جو سوالات تھے، ان میں سے بعض کے جواب کے لیے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا۔(المہند ص ۲۸)

علامہ برزنجی کے رسالہ پر جن علما کی تصدیقات تھیں،انبیٹھوی ان تمام مصدقین کے اسما نقل کر دیا۔ان مصدقین وتصدیقات کا المہند سے کیا تعلق؟اور اس سے کیا فائدہ؟

دہلوی نے تقویۃ الایمان میں اور گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں حضور اقدس سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عطائی علم غیب کی بھی نفی کی ہے،اور علامہ برزنجی کا رسالہ علم غیب نبوی کو ثابت کررہا ہے:''عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد'' کا مقولہ صادق آتا ہے۔

(۹)بلاتوبہ کسی جرم کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا،پھر انبیٹھوی کی توبہ بھی نہ ہوئی،تو علمائے حرمین طیبین اسے مومن کیوں قرار دے سکتے ہیں؟نیز کسی بھی عالم نے حسام الحرمین کی تصدیق سے رجوع یا اس کے مندرجات کے بطلان سے متعلق کوئی بات نہیں لکھی،پھر احکام حسام الحرمین پر ان تصدیقات کا کیا اثر پڑ سکتا ہے؟

(۱۰)جب فاسق کی خبر کا اعتبار نہیں تو مرتد کی خبر کا کیوں کر اعتبار ہو سکتا ہے؟

(۱۱)جن حضرات نے حسام الحرمین پر تصدیق رقم فرمائی تھی،ان سے المہند پر تصدیق لی جانی چاہئے تھی،نہ کہ دیگر حضرات سے۔ اسی طرح جن عبارات پر حکم کفر آیا تھا،انہی عبارات کو پیش کرنا چاہئے تھا۔ان عبارتوں کا تحریف شدہ خلاصہ کیوں پیش کیا گیا؟

(۱۲)دیگر امور جو المہند میں رقم کیے گئے ہیں،ان امور پر تو حکم کفر تھا ہی نہیں،پھر ان کو رقم کرنے سے کیا فائدہ؟

المہند علی المفند کی حقیقت

المہند علی المفند میں خلیل احمد انبیٹھوی نے اہل سنت وجماعت کے عقائد لکھا اور جن کفریہ عبارتوں پر حسام الحرمین میں حکم کفر آیا تھا،

ان کفری عبارتوں کا خلاصہ اس طرح تیار کیا کہ اس پر حکم کفر نہ آ سکے۔حسام الحرمین میں حکم کفر اصل عبارتوں پر ہے، نہ کہ خلاصوں پر۔

ان خلاصوں میں ان امور کا ذکر ہی نہیں کیا کہ جن پر حکم کفر ہوتا ہے، مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبی جدید کی آمد کا قول کرنا کفر ہے۔نانوتوی پر اسی سبب سے حکم کفر آیا۔انبیٹھوی نے جب نانوتوی کی عبارت کا خلاصہ پیش کیا تو اس میں نبی جدید کی آمد کا انکار کر دیا گیا۔جب اسی امر کا انکار ہو گیا جس سبب سے حکم کفر تھا تو اب حکم کفر یقینی طور پر نہیں آئے گا۔خلاصوں میں تحریف وخیانت کا تفصیلی تذکرہ شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں لکھنوی نے ''رادالمہند'' میں رقم فرمادیا ہے۔

دیابنہ امام احمد رضا پر الزام عائد کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے اکابر کی اردو عبارتوں کا ایسا عربی ترجمہ کر دیا جس سے کفری معانی پیدا ہو گئے، اسی لیے علمائے حرمین طیبین نے کفر کا فتویٰ دیا۔انجام کار دیوبندیوں نے اپنی عبارتوں کے خلاصوں میں ایسی تحریف کی کہ حکم کفر اٹھ گیا۔جو الزام امام احمد رضا پر دیتے تھے، اسی عیب میں مبتلا ہوئے۔عبارتوں کے غلط خلاصوں سے حکم کفر حقیقی طور پر ختم نہیں ہوتا ہے۔

اس تحریف سے صرف ناآشنا لوگوں کو دھوکہ دیا جا سکتا ہے۔حکم کفر کو ختم کرنے کے واسطے توبہ کی ضرورت ہوتی ہے، جو گمرہوں کی قسمت میں نہیں۔اس سے یہ حقیقت واضح تر ہو جاتی ہے کہ توفیق توبہ رب تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ہے۔

جوابات صدرالافاضل

المہند علی المفند میں دیابنہ نے جو حرکات مذبوحیہ کی ہیں، وہ قابل دید ہیں۔صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی (۱۳۰۰ھ-۱۳۶۷ھ) نے دیوبندیوں کی فریب کاریوں کو ''التحقیقات لدفع التلبیسات'' میں طشت ازبام کر دیا ہے۔چند اقتباسات مرقوم ہیں:

(۱) اب دوسرا انداز فریب ملاحظہ فرمائیے۔خود سوالات لکھے، اور خود ان کے جوابات دیئے۔اپنے ہی گھر کے لوگوں سے تصدیقیں کرائیں۔جوابوں میں وہ فریب کاریاں کیں، جو اوپر بیان ہوئیں۔اب اس مجموعہ فریب کو حرمین شریفین لے کر پہنچے، تاکہ وہاں کے علما کو دھوکہ دیں اور ان سے کسی طرح تصدیق کرالیں تو کہنے کو ہو جائے کہ حسام الحرمین میں علمائے حرمین شریفین نے جن بدلگامیوں پر کفر کا حکم دیا تھا، انہوں نے ہی ان کا اسلام تسلیم کر لیا، مگر اللہ تعالیٰ ربانی علما کا محافظ ہے۔مکاروں کا کید نہ چلا اور علمائے حرمین طیبین کی تصدیقیں حاصل نہ ہوئیں۔گرچہ بعید نہ تھا کہ وہ حضرات ان پرفریب جوابوں سے دھوکہ کھاتے، جن میں فریب کاروں نے اپنے آپ کو پکا سنی ظاہر کیا تھا، مگر الحمد للہ کہ حرمین طیبین کے علمائے کرام اس دام فریب میں نہ آئے۔(التحقیقات لدفع التلبیسات ص۴۲-نعیمی کتب خانہ لاہور)

(۲) علمائے حرمین کی تصدیق کا حال:

''علمائے حرمین طیبین کی تصدیقات تو حسام الحرمین میں دیکھیے۔التلبیسات کی جعلی کارروائی محض فریب کاری ہے۔عنوان میں تو لکھا:

((هذه خلاصة تصديقات السادة العلماء بمكة المكرمة))

اور اس کے ذیل میں صرف مولانا محمد سعید بابصیل کی ایک تحریر ہے۔اس تحریر میں کہیں ذکر نہیں کہ براہین قاطعہ وحفظ الایمان وتحذیر

الناس وفتویٰ گنگوہی پر جو حکم حسام الحرمین میں دیا گیا ہے، وہ غلط ہے۔

نہ یہ تحریر ہے کہ ان کتابوں کی کوئی عبارت کفری نہیں۔ تصدیق کس بات کی ہے؟ اور اس تحریر سے دیو بندیوں کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟

التلبیسات میں جوانہوں نے اپنے آپ کو سنی ظاہر کیا اور ابن عبدالوہاب نجدی کو وہابی وخارجی بتایا۔ مولود شریف کو جائز کہا۔ اس کی مولانا نے تصدیق فرمادی تو یہ سنت کی تائید ہوئی۔ وہابیہ کی حیاداری کہ وہ اس تحریر کو اپنی تائید میں پیش کریں۔ علاوہ بریں جو تحریر انہوں نے لکھی تھی۔ بعینہ درج کرنا تھی۔ اس کا خلاصہ کیوں کیا گیا؟ وہ کیا مضمون تھا جس کو چھپانے کے لیے ان تحریروں میں کانٹ چھانٹ کی؟

اور اس التلبیسات میں خود اقرار ہے: چنانچہ صفحہ ۵۰: کے اول میں لکھا ہے:

''یہ علمائے مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفاً وتعظیماً کی تصدیقات کا خلاصہ ہے''۔

جن علما کی تحریریں اپنی بریت کے ثبوت کے لیے پیش کی جاتی ہیں۔ اس میں قطع وبرید کیوں کی گئی؟ اس سے اہل فہم سمجھ سکتے ہیں کہ وہ تحریر ان کے موافق نہ تھی۔ جو باتیں خلاف اور صریح خلاف تھیں، وہ نکال دیں۔ یہ حال دیانت کا ہے۔

(التحقیقات لدفع التلبیسات ص۴۳۔ نعیمی کتب خانہ لاہور)

(۳) اس کے بعد ایک تصدیق شیخ احمد رشید کے نام سے لکھی ہے، تا کہ لوگ سمجھ لیں کہ یہ بھی کوئی عرب اور علمائے مکہ میں سے ہوں گے، مگر آخر میں جہاں دستخط ہے۔ وہاں ''بندہ احمد رشید خاں نواب'' لکھا ہے (دیکھو التلبیسات ص۵۳) یہ نواب اور خان بتارہا ہے کہ یہ عرب نہیں ہیں، اسی لیے اول میں ان کے نام کے ساتھ نواب اور خان نہیں لکھا گیا۔ (التحقیقات لدفع التلبیسات ص۴۳)

(۴) تیسری تصدیق شیخ محبّ الدین کی ہے، جن کو مہاجر لکھا ہے۔ لفظ مہاجر سے ظاہر ہے کہ وہ عرب اور علمائے مکہ میں سے نہیں۔ ان کی تحریر کو علمائے مکہ کی تحریر قرار دینا دُنیا کو فریب دینا ہے۔ یہ جرأت ہے کہ ہندوستانیوں کی تحریریں علمائے مکہ کے نام سے پیش کر کے دنیا کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔ (التحقیقات لدفع التلبیسات ص۴۳۔ نعیمی کتب خانہ لاہور)

(۵) چوتھی تحریر شیخ محمد صدیق افغانی کی ہے۔ اس کو بھی علمائے مکہ کے سلسلے میں داخل کیا ہے۔ ہندی وافغانی علمائے مکہ بن گئے۔ اس دھوکہ دہی کی کچھ انتہا ہے۔ ایسے تو جتنے حاجی ہندوستان سے گئے تھے، سب کے نشان، انگوٹھے لے کر علمائے مکہ میں شمار کر دیتے تو کوئی کیا کرتا۔ (التحقیقات لدفع التلبیسات ص۴۳۔ نعیمی کتب خانہ لاہور)

(۶) ایک اور بڑا مکر:

''اسی سلسلہ میں پانچویں اور چھٹی تحریریں شیخ محمد عابد صاحب مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی شیخ علی بن حسین مدرس حرم شریف کی بھی درج ہیں۔ یہ حضرات بے شک علمائے مکہ سے ہیں، مگر ان کے نام سے جو تحریریں تلبیسات میں درج ہیں۔ وہ جعلی ہیں۔

چناں چہ خود التلبیسات صفحہ ۵۵: میں لکھا ہے کہ:

''جناب مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی صاحب نے بعد اس کے کہ تصدیق کر دی تھی، مخالفین کی سعی کی وجہ سے اپنی تقریظ کو بحیلہ

تقویت کلمات لے لیا اور پھر واپس نہ کیا۔ اتفاق سے اس کی نقل کر لی گئی تھی۔ سو ہدیہ ناظرین ہے‘‘۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کی تحریر وہابیہ کے پاس موجود نہیں، پھر ان کے نام سے تحریر چھاپنا کس قدر بے باکی اور مخادعت ہے۔ فرض کرو، یہ سچ ہی سہی۔ اگر ان صاحبوں نے اپنی تحریر واپس لے لی اور پھر نہ دی تو وہ تحریر ان کو مقبول نہ ہوئی۔ اس کو آپ کے سر تھوپنا کتنا بڑا مکر ہے، اور اگر مخالفین کی رعایت کی وجہ سے حق کو چھپایا تو وہ اس قابل ہی کب رہے کہ ان کی تحریر قابل اعتبار ہو۔ غرض کسی طرح سے ان کی تحریر چھاپنا اور ان کی طرف نسبت کرنا درست نہیں۔ (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴۴۔ نعیمی کتب خانہ لاہور)

(۷) التلبیسات میں علمائے مکہ کے نام سے صرف اتنی ہی تحریریں درج ہیں۔ ان میں قطع و برید بھی ہے۔ ہندیوں اور افغانیوں کو مکی بنایا گیا ہے۔ جعلی تحریریں بھی ہیں۔ ایک بھی تحریر قابل اعتبار نہیں۔ کل کا کل کارخانہ دھوکے اور فریب کا ہے، اور اس سے ظاہر ہے کہ تمام علمائے کرام مکہ مکرمہ ان کے کفر پر متفق تھے، اور کسی طرح سے ان کی فریب کاری نہ چل سکی، اس لیے انہوں نے جعلی تحریریں بنائیں اور ہندوستانیوں اور افغانیوں کو علمائے مکہ ظاہر کر کے ان سے کچھ لکھ لیا۔ ایسا نہ کرتے تو تائید باطل کے لیے اور کچھ کر ہی کیا سکتے تھے۔

(التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴۴۔ نعیمی کتب خانہ لاہور)

(۸) علمائے مدینہ کی تصدیقات کا حال:

علمائے مدینہ کے نام سے التلبیسات میں عجب چال کھیلی ہے۔ مولانا سید احمد صاحب برزنجی کے کسی رسالہ کے چند مقاموں کی تھوڑی تھوڑی عبارتیں نقل کر کے اس پر جن چوبیس پچیس صاحبوں کے دستخط تھے، سب نقل کر دیئے۔ وہ دستخط التلبیسات پر نہ تھے۔ برزنجی صاحب کے رسالہ پر تھے، مگر التلبیسات میں سب نقل کر دیئے، تاکہ عوام دھوکا کھائیں کہ مدینہ طیبہ کے اس قدر علما اس سے متفق ہیں۔

چنانچہ التلبیسات کے صفحہ ۶۰: میں اس کا اقرار بھی کیا ہے۔ برونجی صاحب کا پورا رسالہ بھی نقل نہ کیا۔ جس کو لوگ دیکھتے کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔ تین مقاموں کی کچھ عبارتیں لکھ ڈالیں۔ یہ کہاں کی دیانت ہے۔ اہل عقل سمجھ سکتے ہیں کہ اس رسالہ کو بالکل نظر انداز کر دینا ضرور کسی مطلب سے ہے۔ اگر وہ موافق ہوتا تو اس کا حرف حرف لکھا جاتا۔ (التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴۵۔ نعیمی کتب خانہ لاہور)

(۹) علمائے مدینہ کی تحریرات کے سلسلے میں سب سے آخر مولانا شیخ احمد بن محمد شنقیطی کی تحریر ہے۔ اس تحریر میں مولانا نے یہ تو نہیں فرمایا کہ تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان وغیرہ کی وہ عبارات جن پر حسام الحرمین میں کفر کا حکم دیا گیا ہے، درست ہیں یا کفر نہیں ہیں، یا ان کے مصنف مومن رہے، کافر نہ ہوئے، بلکہ وہابیہ کا رد کیا ہے، اور ان کی ناک کاٹ دی ہے کہ مولود شریف اور قیام وقت ذکر ولادت کو جائز و مستحب اور شرعاً محمود اور اکابر علما کا قرناً بعد قرنٍ معمول اور مسلمانوں کا شعار بتایا ہے۔ (دیکھو: التلبیسات ص ۶۱، ۶۲)

اور اس سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کی تشریف آوری کو امر ممکن اور اس کے معتقد کو غیر خاطی بتایا ہے، اور یہ تصریح کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور وہابی دین پر خاک ڈالنے کے لیے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ حضور باذنہ تعالیٰ جہاں میں جیسا چاہتے ہیں، تصرف فرماتے ہیں۔ (دیکھو التلبیسات ص ۶۲)

یہ وہابیہ کا رد،اوران کے دین کا ابطال ہے۔اس نے تقویۃ الایمان کوجہنم رسید کیا۔اس کے علاوہ التلبیسات کی نقل کی ہوئی اور تحریرات بھی وہابیہ کے کھلم کھلا رد ہیں۔یہ ایک نہایت مختصر نقشہ التلبیسات کا پیش کیا گیا،جس سے ہر عاقل منصف اس دجالی کتاب کی فریب کاری پر نفرت کرے گا۔اب بحمد اللہ تعالی روز روشن کی طرح ظاہر ہوگیا کہ ''حسام الحرمین'' حق وصحیح اور ''التلبیسات'' کذب وزور وباطل ومردود ہے۔(التحقیقات لدفع التلبیسات ص ۴۵،۴۶-نعیمی کتب خانہ لاہور)

المہند کی تصدیقات کی حقیقت

شیر بیشہ اہل سنت حضرت علامہ حشمت علی خاں لکھنوی(۱۹۰۱ء-۱۹۶۰ء) نے ((رادالمہند)) میں المہند کی تحریفات پر تفصیلی بحث رقم فرمائی ہے۔جن کفریہ عبارتوں پر حرمین طیبین سے حکم کفر آیا تھا،ان عبارتوں میں ہونے والی تحریفات کو تفصیل کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔

علمائے حرمین طیبین کی تصدیقات سے متعلق چند اقتباسات مرقومہ ذیل ہیں:

(۱) شیر بیشہ اہل سنت نے تحریر فرمایا:''المہند پر مکہ معظّمہ ومدینہ طیبہ کی کل اکتیس مہریں ہیں۔ان میں دو تو مفتی مالکیہ اوران کے بھائی صاحب کی مہریں فرضی ثابت ہوئیں اورایک مہر مفتی برزنجی کی،ان کے رسالہ سے اتاری گئی ہے۔تیئس اس کے ساتھ کی المہند پر نہیں۔علامہ برزنجی کے رسالہ پر ہیں،اورایک محمد صدیق افغانی کی ہے۔ایک کسی محبّ الدین مہاجر کی ہے تو المہند پر حرمین شریفین کی نہ رہیں،مگر تین مہریں''۔(رادالمہند ص ۱۱۷،۱۱۸-میلاد پبلی کیشنز لاہور)

(۲) حاشیہ میں ان تین مہروں کے بارے میں تحریر فرمایا:''ان تین کا حال بھی یہ ہے کہ علامہ شنقیطی نے تو المہند ہی کا رد لکھا،اور احمد رشید خاں نواب ہیں۔نواب اور خان بتارہا ہے کہ یہ بھی کوئی ''المہند'' ہی ہیں۔انبیٹھی جی کی تلبیس ہے کہ نواب کو نام کے بعد ڈال دیا۔

اب رہے علامہ محمد سعید بابصیل تو ان کی تقریظ پوری نقل نہیں کی،بلکہ کتر بیونت،کانٹ چھانٹ کر کے خلاصہ لکھا،جس کا صفحہ ۶۰: پر اقرار بھی ہے تو المہند کے پاس ایک(مہر) بھی قابل اعتماد نہیں رہی۔۱۲: منہ''۔(رادالمہند،حاشیہ ص ۱۱۸-میلاد پبلی کیشنز لاہور)

(۳)'' مکہ معظّمہ کے مفتی حنفیہ کے دستخط((المہند)) پر نہیں ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر انبیٹھی جی کی مکاری کھل گئی،اور انہوں نے اس کی تصدیق نہیں فرمائی،حالاں کہ حسام الحرمین میں ان کی تقریظ موجود ہے''۔(رادالمہند،حاشیہ ص ۱۱۶)

(۴)''حضرت شیخ الدلائل مولانا مولوی شاہ عبدالحق صاحب الہ آبادی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ شریف حسام الحرمین میں موجود ہے،اورالمہند پران کے دستخط بھی نہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت شیخ الدلائل رحمۃ اللہ علیہ اردو،عربی دونوں زبانیں جانتے،اور دیوبندیوں کے عقائد کفریہ سے بخوبی واقف تھے۔اگر انبیٹھی جی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ان کی ساری دجالی کا لفافہ حضرت ہی کھول ڈالتے،اس لیے ان کے دستخط بھی نہیں لیے گئے۔یہ بھی کذابی کی دلیل ہے۔

مدرسہ صولتیہ جو مکہ مکرمہ میں تھا،اس کے مدرسین اکثر دیوبندیوں کے عقائد سے واقف تھے۔ان میں سے بعض حضرات نے حسام

الحرمین پر تقریظ لکھی، مگر المہند میں ان میں سے کسی کے دستخط بھی نہیں۔ یہ بھی کذابی کی دلیل ہے۔

اسی المہند ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور کے صفحہ ۱۱۴: پر ہے۔

''جناب مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی صاحب نے بعد اس کے کہ تصدیق کر دی تھی، مخالفین کی سعی کی وجہ سے اپنی تقریظ کو بحیلہ تقویت کلمات لے لیا اور پھر واپس نہ کیا۔ اتفاق سے ان کی نقل کر لی گئی تھی، سو ہدیہ ناظرین ہے''۔

اول تو مسلمانو! یوں جو شخص چاہے، ہزار عالموں کی مہریں چھاپ دے، اور کہہ دے، ان کی اصل ہمارے پاس نہیں۔ ان عالموں نے مہریں کر کے ہم سے واپس لے لی ہیں، مان کر مکر گئے ہیں۔ دوسرے اگر یہ سچ بھی ہو تو جب ان عالموں نے رجوع کر لیا، اور تمہارے فریب پر مطلع ہو کر اپنی مہریں تم سے واپس لے لیں، اب تمہیں ان کے چھاپنے کا کیا اختیار رہا، مگر بے ایمانی، دجالی، کذابی کا کیا علاج۔

اسی المہند کے صفحہ ۱۱۷: سے صفحہ ۱۲۳: تک مفتی برزنجی سید احمد شافعی کے رسالہ: کمال التثقیف والتقویم کے شروع کا کچھ کلام نقل کیا، اور کچھ اخیر کا، اور بیچ سے ذرا زیادہ لمبا پکڑ لیا، اور سارا رسالہ ہضم کر گئے۔ غرض تین جگہ سے تین کلام نقل کر لائے، اور اس طرح ظاہر کیا کہ برزنجی صاحب نے المہند کی تصدیق لکھی ہے۔ برزنجی کے رسالہ: کمال التثقیف والتقویم پر تئیس مہریں تھیں۔ انیٹھی جی وہ سب المہند پر اتار لائے کہ جاہل لوگ سمجھیں کہ یہ سب لوگ ''المہند'' کی تصدیق کر رہے ہیں''۔ (رادالمہند ص ۱۱۶، ۱۱۷- میلاد پبلی کیشنز لاہور)

(۵) ''اس کے علاوہ یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ انیٹھی جی ''المہند'' کے ساتھ رد وہابیہ میں بھی کوئی رسالہ لکھ کر لے گئے تھے۔

جن پر المہند کا جادو چل گیا، ان سے المہند پر تقریظ لکھوائی، اور جہاں فریب و مکر سے کام بنتا نہ دیکھا، وہاں رد وہابیہ کا رسالہ پیش کر کے اس پر تقریظ لکھوائی، اور ہندوستان میں آ کر وہ سب مہریں المہند پر چھاپ دیں، چنانچہ دمشق کے علامہ شیخ مصطفٰی بن احمد شطی حنبلی کی تقریظ میں یہ عبارت موجود ہے۔

''خاصان خدا میں سے جناب عالم فاضل فہیم عقیل کامل اس رسالہ کے مؤلف بھی ہیں، جو چند شرعی مسئلوں اور شریف علمی بحثوں پر مشتمل ہے۔ وہابی فرقہ کی تردید کے لیے''۔

اسی طرح علامہ شیخ محمود رشید عطار کی تقریظ میں یہ عبارت موجود ہے۔

''میں مطلع ہوا اس تالیف جلیل پر، پس پایا اس کو جامع ہر باریک و باعظمت مضمون کا، جس میں رد ہے بدعتی وہابیوں کے گروہ پر''۔

ان دونوں عبارتوں سے صاف ثابت ہو گیا کہ ان دونوں صاحبوں نے کسی ایسے رسالہ پر دستخط کیے تھے، جو وہابیوں کے رد میں تھا، اور ظاہر ہے کہ المہند وہابیوں کے رد میں نہیں، بلکہ دیوبندیوں کے اوپر سے وہابیت کا الزام دور کرنے میں ہے تو ظاہر ہوا کہ ان دونوں صاحبوں نے المہند پر مہریں نہیں کیں، بلکہ انیٹھی جی نے رد وہابیہ کے رسالہ پر حاصل کیں اور اس پر سے المہند پر اتار لیں''۔

(رادالمہند ص ۱۱۸، ۱۱۹- میلاد پبلی کیشنز لاہور)

مذکورہ بالا اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ چند لوگوں سے فریب کاری کر کے تصدیق حاصل کر لی گئی۔ جن علمائے حرمین طیبین کو یہ

معلوم ہو گیا کہ یہ کارروائی حسام الحرمین کے خلاف ہے، تو انہوں نے تصدیق نامہ واپس لے لیا۔ بعض علما کو حقیقت معلوم نہ ہو سکی تو انہوں نے تصدیق فرما دی، کیوں کہ المہند کے جوابات مذہب اہل سنت و جماعت کے موافق تھے۔ بظاہر اس میں کچھ عیب نہیں تھا۔

فریب کاری سے فتویٰ امکان کذب پر تصدیق حاصل کرنا

دیابنہ فریب کاری کے ذریعہ "المہند" سے قبل بھی تصدیق لے چکے تھے۔ دیابنہ جب حرمین طیبین جاتے تو خود کو سنی صحیح العقیدہ بتاتے۔ اپنی وہابیت کو چھپاتے۔ حقیقت سے ناآشنائی کے سبب علمائے حرمین طیبین بھی ان فریب کاروں کو سنی صحیح العقیدہ سمجھتے تھے، اسی لیے علمائے حرمین طیبین ان لوگوں کے لیے عمدہ القاب بھی لکھتے تھے۔ انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ وہی آدمی ہے، جس کی ضلالت و گمرہی یا جس کے کفر کے فتویٰ پر ہماری تصدیق ہو چکی ہے۔ مفتی احناف مکہ معظمہ نے چند ماہ قبل گنگوہی وانبیٹھوی کو تصدیق الوکیل کی تصدیق میں زندیق لکھا تھا، پھر گنگوہی کو "علامہ" لکھا۔ جب گنگوہی کی فریب کاری کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے اس کا رد تحریر فرمایا۔

علامہ غلام دستگیر قصوری نے تحریر فرمایا: "فقیر کان اللہ لہ چار مہینہ تک مکہ معظمہ میں رہا، اور یہ رسالہ شریفہ بھی تصدیق علمائے کبار سے مکمل ہوا۔ تب بعد ادائے حج کے فقیر اخیر ذی حجہ میں مدینہ منورہ کو روانہ ہوا۔ تیسری منزل اثنائے راہ میں بعالم رویا دیکھتا ہوں کہ مدینہ منورہ پہنچ گیا ہوں، اور ایک شخص گندم گوں نے دو میٹھی روٹی دے کر کہا کہ یہ تیرے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجی ہیں۔ فقیر نے چند لقمہ اس کے کھائے، اور حظ وافر اٹھائے، اور شکر بے حد بجالایا، جس سے دریافت ہوا کہ یہ جلد رخصت کا نشان ہے۔

ویسا ہی ہوا کہ ارادہ تھا کہ دو ماہ تک مدینہ منورہ میں قیام کروں گا۔ سو بعد ایک جمعہ کے بہ سبب ممانعت رہائش کے کہ قریش کے قافلہ میں مرض، وبا تھی۔ قافلہ واپس مکہ معظمہ ہوا۔ فقیر مکہ معظمہ میں جب واپس آیا تو حضرت مولانا صاحب پایہ حرمین شریفین سے دریافت ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایک فتویٰ امتناع کذب باری تعالیٰ کا بھیجا ہے، جس کے اخیر میں درج ہے کہ: "حق تعالیٰ مغفرت کفار پر قادر ہے، اور یہ عقیدہ جمیع امت سعیدہ کا ہے": الخ۔ ہم نے تو اس پر تصدیق نہیں کی کہ اس دھوکے سے وہ اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں، مگر سنا گیا ہے کہ مفتی صاحب حنفی مکہ معظمہ سے ان کے بعض دوستوں نے اس فتوے پر کچھ لکھوالیا ہے۔ اس کا حال معلوم کرنا لازم ہے، تب فقیر نے مفتی صاحب موصوف سے دریافت کیا تو انہوں نے یہ فتویٰ اور اپنی تصدیق دکھلائی۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

سئل فی ان اللّٰہ تعالیٰ هل یتصف بصفة الکذب ام لا؟ومن یعتقد انه یکذب کیف حکمه؟افتونا ماجورین.

الجواب: ان اللّٰہ تعالیٰ منزه من ان یتصف بصفة الکذب ولیست فی کلامه شائبة الکذب ابدًا کماقال : ((وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا))ومن یعتقد اویتفوه بانه تعالیٰ یکذب فهو کافر وملعون قطعًاومخالف بالکتاب والسنة واجماع الامة–تعالی اللّٰہ عما یقول الظٰلمون علوًّا کبیرًا.

الرسالة السادسة

نعم–اعتقاد اهل الایمان ان ما قال اللّٰہ تعالیٰ فی القراٰن فی حق فرعون وهامان وابی لهب انهم جهنمیون فهو حکم قطعی،لایفعل خلافه ابدًا–لکنه تعالیٰ قادر علیٰ ان یدخلهم الجنة ولیس بعاجز عن ذلک ولا یفعل هذا مع اختیاره–قال تعالیٰ :

((وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰ يهَاوَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ))

فتبین من هذه الاٰیة انه تعالیٰ لوشاء لجعل کلهم مومنین ولکنه لایخالف ما قال–وکل ذلک بالاختیار،لا بالاضطرار–وهوفاعل مختار،فعال لما یرید–هذا عقیدة جمیع علماء الامة–قال البیضاوی تحت تفسیر قوله تعالیٰ:ان تغفرلهم–الخ،وعد غفران الشرک مقتضی الوعید فلا امتناع فیه لذاته–واللّٰہ اعلم بالصواب.

کتبه:الاحقر رشید احمد گنگوهی

(مکہ معظّمہ کے مفتی احناف کا جواب اول)

الحمد لمن هوبه حقیق–ومنه استمد العون والتوفیق–ما اجاب به العلامة رشید احمد المذکور هو الحق الذی لا محیص عنه–لان الکذب نقص وکل نقص مستحیل علیه تعالیٰ ومعتقد اتصافه بالکذب کافر قطعًا–الا لعنة اللّٰہ علی الکافرین.

وفی الفتاوی الهند یة عن البحر:یکفراذا وصف اللّٰہ تعالیٰ بما لا یلیق به او سخر باسم من اسمائه او بامر من او امره او انکروعده او وعیده او جعل له شریکًا اوولدًا او زوجةً اونسبةً الی الجهل او النقص–الخ

والکفر تکذیب محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم فی شیء مما جاء به من الدین ضرورة وقد جاء صلی اللّٰہ علیه وسلم بقوله جل وعلا:((وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا))وبقوله:((وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا))ای لا احد اصدق من اللّٰہ قولًا–وفی نسبة الکذب الی اللّٰہ جل شانه تکذیب له علیه الصلوٰة والسلام فیما جاء به ضرورة.

وفی شیخ زاده فی شرح تفسیر قوله تعالیٰ:((وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰ يهَا–الخ))روی عن الحسن انه قال:خطبنا ابوهریرة رضی اللّٰہ عنه علیٰ منبر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم وقال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول:لیعتذرن اللّٰہ الیٰ اٰدم علیٰ نبینا وعلیه الصلوٰة والسلام–ثلث معاذیر–یقول اللّٰہ تعالیٰ:یا اٰدم ! لولا انی لعنت الکذابین وابغضت الکذب والخلف واعذب لهم،لرحمت الیوم ولدک اجمعین من شدة ما اعددت لهم من العذاب–الحدیث

وفی هذ ا القدر کفایة لمن حلت قلبه الهدایة واللّٰہ الهادی الیٰ سواء السبیل–لارب غیره ولاخیر الا خیره وصلی اللّٰہ علی النبی وعلیٰ آله وصحبه وسلم.

الرسالة السادسة

امر برقمه خادم الشريعة راجی اللطف الخفی—محمد صالح ابن المرحوم صدیق کمال الحنفی مفتی مکة المکرمة حالًا—کان اللّٰه لهما—حامدًا و مصلیًا و مسلمًا.

اس فتوے کو دیکھ کر فقیر نے مغفرت کفار کے امکان کے رد میں چند صفحہ کی تحریر مرتب کر کے حضرت مولانا صاحب پایہ حرمین شریفین کی خدمت میں پیش کی، جس پر انہوں نے یہ تقریظ لکھوائی:

{قد اجاد فیما افاد فللّٰه دره:—محمد رحمت اللّٰه عفی عنه}

چوں کہ اس تحریر کے دلائل رسالہ عربیہ میں موجود تھے، اس لیے اس کا اندراج ضروری نہ جان کر وہ تحریر لکھتا ہوں جو حضرت مفتی حنفی مکہ معظّمہ کی خدمت میں تحریر پیش کی تھی: وہو ہذا۔

لا شک فی ان حضرة مفتی الحنفیة انما صدق جواب رشید احمد فی امتناع اتصافه تعالٰی بالکذب لعدم الاختلاف فیه بین المسلمین—لکن لا یخفی ان غرض رشید احمد من ازدیاد قوله:"نعم اعتقاد اهل الایمان ان ما قال اللّٰه تعالٰی فی القران—الخ"—اثبات امکان الکذب له،تعالٰی عما یقوله الظلمون علوًّا کبیرًا—لان خلیل احمد تلمیذه قال فی قوله الاول من البراهین القاطعة علٰی ظلام الانوار الساطعة: ان خلف الوعید جائز عند الاشاعرة—وامکان کذبه تعالٰی فرع خلف الوعید—انتهٰی مترجمًا وملخصًا

وایضًا قال فی الجواب التفصیلی عن الاعتراض علٰی هذا القول:"ان امکان کذبه تعالٰی شعبة عموم قدرته تعالٰی—الخ وهذا اعتقاد اهل السنة ومخالفه خارج عن دائرة اهل السنة"—انتهٰی

وهذا رشید احمد قد قرظ علی البراهین القاطعة وصدقه بکمال التصدیق ولقبه ب"الدلائل الواضحة علٰی کراهة المروج من المولود والفاتحة"—وامر بطبع ذلک واشتهاره غایة التشهیر.

فلما رد اقوالهم فی مناظرة بهاولفور وصار استیصالهم واشتهر ان تردیدهم زین بتصحیح علماء الحرمین المحترمین فالأن اراد رشید احمد ان یثبت مسئلة امکان کذبه تعالی بالخداع والاختراع فلهٰذا یستفتی من حضرات مفاتی مکة المکرمة دام فضلهم ورشدهم—ان یبینوا حکم مسئلة مغفرة الکفار—وان رشید احمد مع کونه حنفیًّا ماتریدیًّا یثبت قول الاشاعرة ویدعی ان هذه عقیدة جمیع علماء الامة—کیف حکمه؟

افتونا ماجورین وعلٰی اعداء الدین منصورین.

جواب حضرت مفتی حنفی مکہ معظّمہ

الحمد لمن هو به حقیق ومنه استمد العون والتوفیق—اعلم رحمک اللّٰه:انی لما سودت الجواب علی السوال الذی اجاب علیه رشید احمد کان فی عزمی التکلم علٰی ما استدرک به رشید المذکور بقوله:نعم—

الـخ بـانه مخالف لما عليه الماتريدية وهو الصحيح الذى عليه المعول–وعند امرى بتبييضه وكان السائل يعجل عَلَيَّ في الجواب،انسيت ذلک وكتب الجواب مقتصرًا علىٰ ما فی السوال.

واقـول الأن:ان الـحـنـفية لا يـجوزون غفران الكفر عقلًا كما لا يجوز سمعًا–لان تعذيب الكفار واقع لا مـحـالة فيكون وقوعه علىٰ وجه الحكمة–فالعفوعنهم علىٰ خلاف الحكمة–فيجب تنزيه افعاله تعالىٰ عنه–كذا قاله ابو البقاء فی كلياته فی مبحث الوعد–فانظره

وفـی مـعيـن الـمـفتـی علىٰ جواب المستفتی للعلامة محمد بن عبد اللّٰه التمرتاشی الحنفی صاحب تنوير الابـصار–''العفو عن الكفر لايجوز عقلًا خلافًا للاشعری–و تخليد المومنين فی النار والكافرين فی الجنة يجوز عـقلًا عـنـدهـم الا ان السـمـع ورد بـخـلافـه–وعـنـد نا لايجوز ولايوصف اللّٰه تعالىٰ بالقدرة على الظلم والسفه والكذب لان المحال لايدخل تحت القدرة وعند المعتزلة يقدرولايفعل–انتهٰى

وقـال صـاحـب الـعمدة من الحنفية وهو العلامة ابوالبركات النسفی–تخليد المومن فی النار والكافرفی الجنة يجوزعقلا عندهم يعنی الاشاعرة الا ان السمع ورد بخلافه وعندنا معشرالحنفية لا يجوز–انتهی

وفی حا شية شرح العقائد لرمضان اٰفندی:

وزعم بعضهم من اهل السنة ای فی الجواب عن تمسک المعتزلة وهوليس بمرضی عند الشافعی رحمه الـلّٰـه تـعـالـٰی ان الخلف كرم فيجوزمن اللّٰه تعالىٰ والمحققون علىٰ خلافه–كيف(ای كيف يجوزالخلف من اللّٰه تعالىٰ فی الوعيد)وهو(ای الخلف)تبديل للقول وقد قال اللّٰه تعالىٰ:((مَا يُبَدَّ لُ الْقَوْلُ لَدَیَّ))انتهٰى.

وفـی رد الـمحتار:وصرح التفتازانی وغيره بان المحققين علىٰ عدم جواز خلف الوعيد–وصرح النسفی بـانـه الـصـحـيـح لاسـتـحـالته عليه تعالىٰ لقوله تعالىٰ:((مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ))وقوله:((ولن يخلف اللّٰه وعده))ای وعيده–وانما يمدح به العباد خاصة–انتهٰى

وحيث كان هذا هوالصحيح الذى عليه المحققون فاستدراک رشيد احمد المجيب المذكور بقوله نعم –الـخ وهـو مـاتـريدی العقيدة قبيح جدًا–وعبارة البيضاوی التی اوردها المجيب فی الاستدلال علىٰ ذلک لم يـعـرج عـليهـا صاحب الجلالين ولا محشيه الجمل ولا صاحب الدر المنثورمع كونهم اشعريين–وما ذلک الا لـكـونها خلاف الصحيح حتی عندهم بد ليل ما فسروا به الأية–وهی ((ان تعذبهم))ای من اقام على الكفر منهم –فانهم عبادک–وان تغفرلهم ای لمن اٰمن منهم–الخ

وامـا مـا تـفـوه به صاحب البراهين القاطعة له مما لم يسبقه عليه احد من اهل السنة فهو شعبة عموم جهله

الرسالة السادسة

المركب–وان قرظ عليه من برشيد تلقب–اذ لايرضى بان يسمعه اشعرى ولا ماتريدى فضلًا عن كونه به يتمذهب–والله الموفق للرشاد–واعاذنا وجميع المسلمين عن سوء الاعتقاد والافساد–وصلى الله علىٰ سيدنا محمد وعلىٰ اٰله وصحبه الامجاد.

امربرقمه خادم الشريعة راجى اللطف الخفى محمد صالح كمال ابن المرحوم صديق كمال الحنفى مفتى مكة المكرمة حالًا–كان الله لهما–حامدًا ومصليًا ومسلمًا

جب مفتی صاحب نے اس قول بے عول کی بخوبی تردید کردی تو فقیر نے گنگوہی صاحب کے دوستوں کو بخوبی واقف کرادیا، اور حضرت مولانا وبالفضل اولانا حضرت حاجی مہاجر مکہ معظّمہ پایہ حرمین شریفین نے بھی اس باب میں بہت تائید فرمائی، بلکہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے بھی ان کی ترک مدد کے واسطے بہت گفتگو درمیان میں آئی۔ چناں چہ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ میں حضرت حاجی صاحب موصوف نے فقیر کی دومرتبہ دعوت فرمائی، اورارشاد کیا کہ آپ کسی کا نام نہ لکھو، صرف مسائل متنازعہ لکھ دو، ہم بھی اس پر دستخط ومہر کردیں گے، تب فقیر نے یہ تحریر ان کی خدمت میں پیش کی''۔ (تصدیق الوکیل عن توہین الرشید والخلیل ص۴۳۱ تا ۴۳۸ -نوری کتب خانہ لاہور)

الصوارم الہندیۃ فی ردمکرالدیوبندیہ

دیوبندیوں نے بھارت میں یہ مشہور کرنا شروع کیا کہ امام احمد رضا قادری نے ہماری عبارتوں میں تبدیلی اورقطع وبرید کرکے علمائے حرمین طیبین کوپیش کیں جس کی وجہ سے ان عبارتوں میں کفری معانی پیدا ہوگئے، اورعلمائے حرمین طیبین نے کفر کا فتویٰ صادر فرمادیا۔

جب اس الزام واتہام اورعیاریوں کی گرم بازاری ہوئی تو شیر بیشہ اہل سنت علامہ حشمت علی خاں لکھنوی (۱۹۰۱ء-۱۹۶۰ء) نے سال ۱۳۴۴ھ/ ۱۳۴۵ھ میں غیرمنقسم بھارت کے اکابر علمائے کرام سے حسام الحرمین کی تصدیق کرائی۔ ہندوسندھ کے علمائے کرام کی تصدیقات کا مجموعہ ((الصوارم الہندیۃ فی ردمکرالدیوبندیہ)) ہے۔اس میں دوسواڑسٹھ اکابر علمائے کرام کی تصدیقات ہیں۔

اس وقت خلیل احمد انبیٹھوی (م۱۳۴۶ھ) اوراشرف علی تھانوی (م۱۳۶۲ھ) زندہ تھے، لیکن علمائے ہند کی تصدیق کے بعد بھی ان لوگوں نے اپنے قول سے توبہ ورجوع نہ کیا اورفتنہ باقی رہ گیا۔ان لوگوں نے توبہ کی بجائے تاویل کی راہ اختیار کی اور ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء سے ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۰۲۰ء تک تاویل میں مبتلا ہیں۔ جولوگ جاچکے، وہ گئے۔ جوزندہ ہیں، انہیں آج بھی غوروفکر کا موقع ہے۔

حسام الحرمین کی تصدیق جدید

بعض مذبذبین کا قیل وقال درپیش ہوا، اورمیرے ذہن میں حسام الحرمین کی تصدیق جدید کا خیال آیا۔اس کے بعد میں نے بھارت میں اہل سنت وجماعت کی مندرجہ ذیل مرکزی شخصیات سے اجازت وتائید طلب کی۔الحمدللہ تمام حضرات نے ہماری تائید فرمائی۔

یہ سلسلہ دوماہ: فروری ومارچ ۲۰۱۲ء میں مکمل ہوا۔ بھارت کے بہت سے علمائے متوسطین سے بھی رائے لی، سبھوں نے حمایت کی۔

الرسالة السادسة

ضلالت وارتداد

جب کوئی گمرہی ،کفرفقہی یا کفر کلامی کا مرتکب ہو،اور بعد اطلاع اس سے تائب نہ ہوتو حسب جرم اس پر حکم عائد کرنا واجب۔ہاں، تاویل صحیح کی گنجائش رہتے ہوئے کسی قول کو کفری مفہوم پر ہی محمول کرنا غلط، بلکہ قائل کی اصلاح کی جائے۔بعض لوگوں کا نظریہ ہے کہ چاہے وہ بت پوج لے،وہ اسلام وسنیت سے خارج نہیں ہوگا۔انسان کا غلط اعتقاد وعمل اسے اسلام وسنیت سے خارج کرتا ہے، نہ کہ مفتی وعالم۔ضروریات دین کا منکر اسلامی قانون کے مطابق خود اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔علمائے دین اسی حکم خروج کا اظہار کرتے ہیں، نہ کہ اخراج۔اظہار واخراج میں فرق ہے۔

البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ

عہد حاضر میں قلت علم اوراصل حقائق سے لاعلمی کے سبب مختلف قسم کے سوالات دیکھنے کو ملتے ہیں۔حسام الحرمین کے احکام سے متعلق بھی سوالات سر اٹھاتے رہتے ہیں۔کبھی ایک خلیل بجنوری اور ایک ظفرادیبی تھا۔اب تو بجنوری وادیبی کے افکار وخیالات سے متاثرین میں فرقہ طاہریہ، اہل پھلواری اور بعض وہ ہیں جن کا اظہار خدا ہی فرمائے ،اگر منظور ہو۔بایں سبب تکفیر فقہی وتکفیر کلامی سے متعلق تفصیلی احکام ہم نے اپنی کتاب((البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ))میں رقم کر دی ہے۔

یہ کتاب دس رسالوں پر مشتمل عربی زبان میں ہے۔دیابنہ اور بجنوری،ادیبی اوران کے مقلدین کا قاہر رد ہم نے آغاز تصدیق سے قبل((البرکات النبویہ))میں تحریر کردیا تھا۔دیگرایرادات کے جوابات بھی اسی میں مرقوم ہیں۔ان شاءاللہ تعالیٰ نو پید قابل التفات سوال کا جواب بھی دیا جائے گا۔کوئی سوال ایسا نہیں جولاینحل ہو۔ان شاءاللہ تعالیٰ ہر اشکال بھارت ہی میں حل ہوجائے گا:

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

منکر تکفیر کے ساتھ ہمارا سلوک

ادیب شہیر مولانا یٰسین اختر مصباحی (دہلی) نے رقم فرمایا:

”اہل سنت کی مرکزی درسگاہ:الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپوراعظم گڈھ کی تاسیسی کانفرنس ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء کے موقع پر دارالعلوم اشرفیہ کی قدیم عمارت میں جہاں حضور مفتی اعظم ہند کا قیام تھا۔خانوادہ اشرفیہ کی شاخ بسکھاری (ضلع فیض آباد یوپی) کے سجادہ نشیں سید ظفرالدین اشرف المعروف بہ بابومیاں کانفرنس میں شرکت کی غرض سے مدعو تھے۔وہ حضور مفتی اعظم سے ملنے پہنچے۔چوں کہ ان کے بعض آبا واجداد دیوبندیوں سے رسم وراہ رکھتے تھے،اس لیے ان سے حکم حدیث کے مطابق آپ نے سلام وکلام سے انکار فرمادیا۔اب اس کے بعد کی سرگذشت بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی سابق شیخ الحدیث:الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی زبانی سماعت فرمائیے۔

الرسالة السادسة

’’بابومیاں نے کہا: حضور! میں کبرائے دیوبند کی تکفیر میں ساری دنیا کے اہل اسلام کا ساتھی ہوں۔

چناں چہ اسی وقت انہوں نے اس مضمون کی اپنی دستخطی تحریر مفتی اعظم کے حضور پیش کی۔ اس وقت لوگوں نے ایک عجیب وغریب منظر دیکھا۔ حضور مفتی اعظم ہند نے بابومیاں سے فرمایا: صاحبزادے! آپ ذرا کھڑے ہوجائیں۔ نہ تو بابومیاں سمجھے کہ یہ حکم کیوں ہو رہا ہے؟ نہ مجلس میں بیٹھنے والوں نے ہی، مگر جب حکم پاکر بابومیاں کھڑے ہوئے تو حضور مفتی اعظم ہند نے بآں شان وجلال وبآں عظمت وتقدس وبآں ریش سفید ورفعت پیری ایک سبزہ آغاز نوجوان (بابومیاں) کا پیر دونوں ہاتھ سے پکڑ لیا۔ ڈبڈبائی آنکھیں ان کے چہرہ کی طرف اٹھاکر فرمایا: صاحبزادے! ہم تو آپ کے غلام وخانہ زادے ہیں۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے۔ آپ کے جد کریم ہی کا دیا ہوا ہے۔ ہم نے شروع میں جو کیا، آپ ہی کے جد کریم کے حکم کی بجا آوری اور انہیں کے دین کا پرچم بلند کرنے کے لیے کیا‘‘۔

(تین برگزیدہ شخصیتیں ص۴۲ - دارالقلم دہلی)

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم :: والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم :: وآلہ العظیم



باب نہم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم: :نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم: :وآلہ العظیم

فرنگیوں کی حمایت وچاپلوسی

اسماعیل دہلوی فرنگیوں کا دلدادہ تھا۔ وہ انگریزی حکومت کو اپنی حکومت تصور کرتا تھا۔ اسی نہج پر اس کے متبعین یعنی مقلد وہابیہ اور غیر مقلد وہابیہ چلے، اور آج تک وہابیوں کا طریقہ کار رہے کہ ارباب حکومت کی چاپلوسی اور اپنی مطلب برآری وغرض دنیاوی کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ غدر جودراصل بھارت کی پہلی جنگ آزادی تھی، اس وقت بھی مقلد وغیر مقلد وہابیوں نے دل کھول کر انگریزوں کی حمایت کی، اور جب انگریز ہندوستان سے چلے گئے تو اب تاریخ میں تحریف کاری اور جدید کہانیاں اختراع کی گئیں، اور یہ بتانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اسماعیل دہلوی اصل میں انگریزوں سے جنگ کرنا چاہتا تھا۔

اسی طرح جنگ آزادی میں وہابیہ اپنا مجاہدانہ کردار ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ واضح رہے کہ پہلی جنگ آزادی: ۱۸۵۷ھ جو ’’جنگ غدر‘‘ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے روح رواں اور قائد ورہنما رئیس الاحرار علامہ فضل حق خیرآبادی تھے۔

علامہ خیرآبادی نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ بھی صادر فرمایا اور بعض مواقع پر جنگ کی قیادت بھی فرمائی۔

اسماعیل دہلوی، اس کے پیرمغاں اور دہلوی کے پیروکار اہل حکومت کی خوشنودی کی خاطر دین اسلام کو پامال کرتے رہے۔ یہ لوگ حرص دنیا میں عوام الناس سے چارقدم آگے ہیں۔ جب تک انگریزوں کا چراغ جلتا رہا، تب تک یہ لوگ انگریزوں کے ساتھ رہے۔

جب آزادی کی آندھی تیز ہوئی، اور دیکھا کہ اب انگریز زیادہ دنوں تک بھارت پر قابض نہیں رہ پائیں گے تو گاندھی اور کانگریس کے تملق وچاپلوسی میں لگے رہے، اور آج تک وہابیوں کی جمعیۃ العلما کانگریس کی کاسہ لیسی میں مبتلا ہے۔

دیابنہ کانگریس کا دامن پکڑکرخوش وخرم اور اسے اپنے لیے ایک اعزاز وفخر سمجھتے ہیں، بلکہ گاندھی کو لیڈر بنانے میں بھی دیوبندیوں نے اہم رول ادا کیا اور ہمیشہ اس کی پیروی پر فخر کرتے رہے۔ اسلامی اصول وقوانین سے بھی سرتابی کرتے رہے۔

(۱) سیداحمد رائے بریلوی کے بارے میں اس کے ایک پیروکار عبدالرحیم صادق پوری نے لکھا:

’’سیداحمد صاحب کی برابر یہ روش رہی ہے کہ ایک طرف لوگوں کو سکھوں کے مقابل آمادۂ جہاد کرتے اور دوسری جانب حکومت برطانیہ کی امن پسندی جتا کر لوگوں کو اس کے مقابلے سے روکتے تھے‘‘۔ (الدرالمنثور ص۲۵۲)

(۲) جعفر تھانیسری نے لکھا: ’’یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب ایک روز مولانا محمد اسماعیل شہید وعظ فرمارہے تھے کہ ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی

بے رور یا اور غیر متعصب سرکار سے کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں''۔(سوانح احمدی ص ۱۷۱)

(۳) مرزا حیرت دہلوی نے لکھا: ''کلکتہ میں جب مولانا اسماعیل صاحب نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا ہے، اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی ہے تو ایک شخص نے دریافت کیا: آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے جواب دیا: ان پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں۔ ایک تو ان کی رعیت ہیں، دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے، بلکہ ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں''۔(حیات طیبہ ص ۴۲۳)

(۴) شیخ محمد اکرام نے لکھا: ''جب آپ سکھوں سے جہاد کو تشریف لے جاتے تھے۔ کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ اتنے دور سکھوں سے جہاد کرنے کیوں جاتے ہو۔ انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں، وہ دین اسلام کے کیا منکر نہیں ہیں؟ گھر کے گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان لے لو۔ یہاں لاکھوں آدمی آپ کا شریک اور مددگار ہو جائے گا۔..........سید صاحب نے جواب دیا: سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے، مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں کرتی، اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے''۔

(موج کوثر ص ۲۰)

(۵) جعفر تھانیسری نے لکھا: ''سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہر گز رادہ نہیں تھا۔ وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے، اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی، مگر سرکار انگریز اس وقت دل سے یہ چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو''۔(سوانح احمدی ص ۱۳۹)

(۶) حسین احمد ٹانڈوی شیخ الحدیث دیوبند نے لکھا: ''جب سید احمد صاحب کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا، اور جنگی ضرورتوں کو مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی''۔(نقش حیات ج ۲ ص ۱۲)

جنگ آزادی: ۱۸۵۷ء اور وہابیہ کی مخالفت

(۱) غیر مقلدین کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی (۱۲۲۰ھ-۱۳۲۰ھ-۱۸۰۵ء-۱۹۰۲ء) کے سوانح نگار فضل حسین بہاری نے لکھا:

''حج کو جاتے وقت بھی جو چٹھی کمشنر دہلی وغیرہ نے میاں صاحب کو دی تھی، اس کی نقل سفر حج کے بیان میں ہدیہ ناظرین کی جائے گی، مگر اسی کے ساتھ یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ میاں صاحب بھی گورنمنٹ انگلشیہ کے کیسے وفادار تھے۔ زمانہ غدر ۱۸۵۷ء میں جب کہ دہلی کے بعض مقتدر اور بیشتر معمولی مولویوں نے انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ دیا تو میاں صاحب نے نہ اس پر دستخط کیا، نہ مہر۔

وہ خود فرماتے تھے کہ میاں، وہ ہلڑ تھا، بہادر شاہی نہ تھی۔ وہ بیچارہ بوڑھا بہادر شاہ کیا کرتا؟ حشرات الارض خانہ برانداز وں نے تمام دہلی کو خراب کیا۔ ویران، تباہ اور برباد کر دیا۔ شرائط امارت و جہاد بالکل مفقود تھے۔ ہم نے تو اس فتوے پر دستخط نہیں کیا۔ مہر کیا کرتے اور کیا

لکھتے ؟ مفتی صدر الدین صاحب چکر میں آ گئے ۔ بہادر شاہ کو بھی بہت سمجھایا کہ انگریزوں سے لڑنا مناسب نہیں ہے، مگر وہ باغیوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی ہور ہے تھے ۔ کرتے تو کیا کرتے''۔(الحیاۃ بعد الممات ص ۱۲۴)

(۲) نواب صدیق حسن خاں بھوپالی (۱۲۴۸ھ-۱۳۰۷ھ-۱۸۳۲ء-۱۸۹۰ء) نے لکھا:

''علمائے اسلام کا اسی مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ملک ہند میں جب سے حکام والا مقام فرنگ فرماں روا ہیں، اس وقت سے یہ ملک دار الحرب ہے یا دار الاسلام؟ حنفیہ جن سے یہ ملک بھرا ہوا ہے، ان کے عالموں او مجتہدوں کا تو یہی فتویٰ ہے کہ یہ دار الاسلام ہے، اور جب یہ ملک دار الاسلام ہو تو پھر یہاں جہاد کرنا چہ معنی؟ بلکہ عزم جہاد ایسی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے، اور جن لوگوں کے نزدیک یہ دار الحرب ہے جیسے بعض علمائے دہلی وغیرہ۔ ان کے نزدیک بھی اس ملک میں رہ کر اور یہاں کے حکام کی رعایا اور امن وامان میں داخل ہو کر کسی سے جہاد کرنا ہرگز روا نہیں، جب تک کہ یہاں سے ہجرت کر کے کسی دوسرے ملک اسلام میں جا کر مقیم نہ ہو۔ غرض یہ کہ دار الحرب میں رہ کر جہاد کرنا اگلے پچھلے مسلمانوں میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں''۔(ترجمان وہابیہ ص ۱۵)

(۳) نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے لکھا:

''اسی طرح زمانہ غدر میں جو لوگ سرکار انگریزی سے لڑے اور عہد شکنی کی، وہ جہاد نہ تھا، فساد تھا''۔(ترجمان وہابیہ ص ۵۴)

(۴) ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی نے لکھا کہ ڈپٹی نذیر احمد بجنوری دہلوی (۱۸۳۶ء-۱۹۱۲ء) نے ایک لیکچر میں کہا: ''۱۸۵۷ء کے غدر میں، میں اپنے دل ہی دل میں کہا کرتا تھا کہ انگریز بھلے ہوں تو سمٹ کر تھوڑے دنوں کے لیے سمندر میں ہو رہیں۔ یہی باغیان ناعاقبت اندیش برخود غلط، جو عملداری کے تنزل سے خوش ہیں، چند روز میں عاجز آ کر بہ منت انگریزوں کو منالائیں تو سہی۔ میرا اس وقت فیصلہ یہ تھا کہ انگریز ہی سلطنت ہندوستان کے اہل ہیں''۔(مولوی نذیر احمد دہلوی، از: ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی ص ۱۵۶)

(۵) ایک لیکچر میں ڈپٹی نذیر احمد بجنوری نے کہا: ''ہماری سلطنت جاتی رہی تو خدا نے برٹش گورنمنٹ میں ہم کو اس کا نعم البدل عطا فرمایا ہے''۔(مولوی نذیر احمد دہلوی، از: ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی ص ۱۶۰)

(۶) محمد حسین بٹالوی (۱۲۵۲ھ-۱۳۳۸ھ-۱۸۴۱ء-۱۹۲۰ء) نے ۱۸۷۶ء میں رسالہ ''الاقتصاد فی مسائل الجہاد'' لکھا۔

اس کی وجہ تالیف سے متعلق مرقوم ہے: ''حکام نے مولوی محمد حسین صاحب سے پوچھا کہ تمہارے مذہب میں سرکار سے جہاد درست ہے یا نہیں؟ تب انہوں نے ایک کتاب لکھی اور بہت علما سے دستخط کرا کے بھیجی کہ ہم لوگ اہل حدیث کے مذہب میں بادشاہ سے جس کے امن میں رہتے ہیں، جہاد حرام ہے''۔(اشاعۃ السنہ ج ۱۰ شمارہ ۲ ص ۳۶)

(۷) محمد حسین بٹالوی نے لکھا: ''مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے، وہ سخت گنہگار اور بحکم قرآن وحدیث وہ مفسد وباغی، بدکردار تھے۔ اکثر ان میں عوام کالانعام تھے۔ بعض جو خواص وعلما کہلاتے تھے۔ وہ بھی اصل علوم دین سے بے بہرہ تھے، یا نافہم وبے سمجھ۔ باخبر وسمجھدار علما اس میں ہرگز شریک نہیں ہوئے، اور نہ اس فتویٰ پر جو اس غدر کو جہاد بنانے کے لیے مفسد لیے پھرتے تھے،

انہوں نے خوشی سے دستخط کیے۔ یہی وجہ تھی کہ مولوی اسماعیل دہلوی جو حدیث وقرآن سے باخبر اور اس کے پابند تھے، اپنے ملک ہندوستان میں انگریزوں سے نہیں لڑے، اور نہ اس ملک کی ریاستوں سے لڑے ہیں۔ اس ملک سے باہر ہو کر قوم سکھوں سے لڑے''۔

(الاقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۵۰)

(۸) مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے لکھا: ''جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی، انہوں نے کمپنی (انگریزی حکومت) کے امن وعافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا، اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا''۔ (تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۷۳)

(۹) عاشق الٰہی میرٹھی نے لکھا: ''جیسا کہ آپ حضرات (گنگوہی ونانوتوی) اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے، تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے''۔ (تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۷۹)

(۱۰) عاشق الٰہی میرٹھی نے جنگ غدر کے موقع پر گنگوہی، نانوتوی ودیگر دیوبندیوں کی انگریزوں کی حمایت میں ایک کی ہلاکت کا واقعہ لکھا: ''ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی (گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی (امداداللہ) صاحب ونیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے والا یا ہٹ جانے والا نہ تھا، اس لیے پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جاں نثاری کے لیے تیار ہو گیا۔

اللہ رے شجاعت وجواں مردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے۔ وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواریں لیے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے، گویا زمین نے پاؤں پکڑ لیے ہیں، چناں چہ آپ (گنگوہی) پر فیریں ہوئیں، اور حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیر ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے''۔ (تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۷۴، ۷۵)

(الف) یہ ایسے غداران اسلام تھے کہ مجاہدین آزادی کو بھی ان کی غداری کا علم تھا۔

(ب) انہیں اپنی غداری کے سبب مجاہدین کے حملے کا خطرہ بھی رہتا تھا، اسی لیے تلوار ساتھ لیے پھرتے تھے۔

(ج) جان پر آ بنی، پھر بھی انگریزوں کی حمایت کا زبانی انکار بھی نہ کیا، بلکہ مجاہدین سے آمادۂ پیکار ہوئے۔

(د) جو انگریزوں کا مخالف ہو۔ یہ لوگ انہیں اپنا مخالف گردانتے تھے۔

(ہ) انگریز نوازی میں وہابیوں نے اپنی جان بھی گنوائی۔ اسی جھڑپ میں ایک کی موت بھی ہو گئی۔

(و) ذیل میں دیکھیں کہ جو لوگ حضور اقدس مالک کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا مالک تصور نہیں کرتے، وہ انگریزوں کو اپنا مالک ومختار اعتقاد کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اپنی جان کا بھی انہیں مالک ومختار سمجھتے ہیں۔

(۱۱) عاشق الٰہی میرٹھی نے لکھا: ''شروع ۱۲۷۶ہجری نبوی ۱۸۵۹ء وہ سال تھا، جس میں حضرت امام ربانی قدس سرہ (یعنی گنگوہی) پر اپنی سرکار سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا''۔ (تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۷۳)

(۱۲) عاشق الٰہی میرٹھی نے الزام بغاوت کے بعد گنگوہی کی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھا:

''اور (گنگوہی) سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرماں بردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا، اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے۔اسے اختیار ہے۔جو چاہے، کرے''۔(تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۸۰)

(۱۳)وہابیوں کے اخبار''مدینہ بجنور'' جلد ۴۹:شمارہ ۷۵/ ۲۸:اکتوبر ۱۹۶۰ء میں ہے:

''۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں سرسید نے انگریزوں کی جان بچائی تھی۔اس کے عوض میں انگریز انہیں گنگا کے کنارے ایک بڑا علاقہ دینا چاہتے تھے۔جس کا مالک ایک حریت پسند مسلمان زمیندار تھا''۔

(۱۴)الطاف حسین حالی نے سرسید کا ایک بیان یوں لکھا:''وہابی وہ ہے جو خالصاً خدا کی عبادت کرتا ہو،موحد ہو،اور اس کا اسلام ہوائے نفسانی اور بدعت کی آمیزش سے پاک ہو۔اس کو یہ کہنا کہ وہ ہمیشہ در پردہ تخریب سلطنت (انگریزی حکومت) کی فکر میں رہتا ہے، اور چپکے چپکے منصوبے باندھا کرتا ہے،اور غدر وبغاوت کی تحریک کرتا ہے،محض تہمت ہے۔ہم اس وقت بہت سے ایسے آدمی کا نشان دے سکتے ہیں جو سرکار کے ایسے ملازم ہیں کہ ان سے زیادہ سرکار کا خیر خواہ اور معتمد کوئی نہیں۔بایں ہمہ وہ اپنے تئیں علی الاعلان اور بے تأمل فخریہ طور پر وہابی کہتے ہیں اور (انگریزی) سرکار نے بے سوچے سمجھے ان کو معتمد علیہ نہیں گردانا، بلکہ غدر(جنگ آزادی:۱۸۵۷ء) کے زمانے میں جب کہ فتنہ کی آگ ہر طرف مشتعل تھی،ان کی وفاداری کا سونا اچھی طرح تاپا گیا،اور وہ خیر خواہی سرکار میں ثابت قدم رہے۔اگر وہ جہاد کا وعظ کہتے ہوتے،اور بغاوت وہابیت کی اصل ہوتی تو جو کچھ ان سے ظہور میں آیا۔یہ کیوں کر ظہور میں آتا''؟(حیات جاوید ص ۱۸۴)

وہابیت کی اصل بغاوت ہی ہے،لیکن نصاریٰ کی بغاوت نہیں، بلکہ اہل اسلام سے بغاوت اور ارباب حکومت سے محبت، جیسے عرب میں وہابیوں کے اصل الاصول ابن عبد الوہاب نجدی نے سلطنت عثمانیہ اسلامیہ سے مخالفت،اور نصاریٰ سے محبت کی۔اسی طرح بھارت میں وہابیوں نے انگریزوں سے محبت کی اور سلطنت مغلیہ اسلامیہ سے بغاوت کی۔

حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''**یقتلون اھل الاسلام–ویدعون اھل الاوثان**''

یعنی یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور غیر مسلموں کو نظر انداز کریں گے۔فرمان نبوی کے بعد کسی شہادت کی ضرورت نہیں۔

برہمنوں کی کاسہ لیسی

جب دیوبندیوں کو اندازہ ہو گیا کہ اب بھارت میں انگریزوں کا اقتدار چراغ سحری کی مثل ٹمٹمارہا ہے،تب انہوں نے ہندؤں کی کثرت تعداد کے سبب اندازہ لگالیا کہ انگریزوں کے بعد ہنود کا نمبر ہے۔وہابیہ نے ہندؤوں کی کاسہ لیسی شروع کردی۔اگر آزادی کی کوشش انفرادی طور پر ہوتی تو مسلمانوں سے لی گئی حکومت مسلمانوں کو ملنے کی بہت امید تھی۔انگریز بھی کہہ چکے تھے کہ جب مسلمان پڑھ لکھ کر حکومت کے لائق ہو جائیں گے تو حکومت ان کے سپرد کردی جائے گی،مگر وہابیہ کو اہل اسلام سے ازلی عداوت ہے۔

دیوبندی جماعت انگریزوں کو کمزور ہوتا دیکھ کر ہندؤں کی چاپلوسی کرنے لگی۔اگر آزادی کے بعد مسلمانوں کو حکومت نہ بھی ملتی تو حکومت میں مسلمانوں کو مضبوط شراکت حاصل ہوتی، جیسے مسلمانوں کو جداگانہ انتخاب کا حق ملا تھا۔ملک کی تقسیم کا اصل سبب مسلمانوں کے

ساتھ برہمنوں کی ناانصافی تھی کہ برہمنوں نے آزادی کے بعد مسلمانوں کو محض غلاموں کی طرح رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔

مسلمانوں نے بار بار اپنے حقوق کے لیے کانگریس سے جواب کا مطالبہ کیا، لیکن برہمنوں نے ناانصافی کی راہ متعین کی اور کانگریس نے قوم مسلم کو ان کے حقوق سے متعلق اطمینان بخش جواب نہیں دیا۔ دیابنہ کانگریس کی تائید میں لگے رہے۔

دیوبندی شیخ الہند محمود حسن عثمانی دیوبندی (۱۲۶۸ھ-۱۳۳۹ھ-۱۸۵۱ء-۱۹۲۰ء) نے اپنے ہم خیالوں اور شاگردوں کی مدد سے ۹؍نومبر ۱۹۱۹ء کو جمعیۃ العلما کی تشکیل کی اور دیابنہ تن من دھن کے ساتھ کانگریس کی چاپلوسی میں مبتلا ہو گئے۔ آج بھی دیوبندی جمعیۃ العلما بھارت کے برہمنوں اور آر ایس ایس کی تائید میں مصروف ہے۔ دراصل یہ لوگ ارباب قوت وحکومت کی چاپلوسی کے عادی ہیں، تاکہ ان کے ذاتی مفادات کا حصول ہو سکے۔ آزادی کے بعد جمعیۃ العلما نے مسلمانوں کو کانگریس کے سپرد کر دیا۔ کانگریس مسلمانوں پر مسلسل ظلم وستم کرتی رہی۔ گر آزادی کے وقت مسلمان تنہا آزادی کی جنگ لڑتے اور کامیاب ہوتے تو آج بھارت میں مسلمانوں کا یہ حال نہ ہوتا۔

مسلمانوں کو حکومت میں یک مضبوط حصہ ملتا، لیکن دیوبندیوں نے کانگریس کی حمایت کی اور مسلم لیگ مسلمانوں کے حقوق کے لیے لڑتی رہی۔ دیوبندیوں کے سبب مسلمان دو حصوں میں تقسیم ہو چکے تھے، اس کمزوری اور تفریق کو دیکھ کر قوم مسلم کو آزادی کے بعد ملنے والے حقوق کی نشاندہی کانگریس نے نہیں کی۔ نتیجہ کے طور پر مسلم لیگ نے تقسیم کا مطالبہ کر دیا اور انگریزوں نے ملک کو تقسیم کر دیا۔ انگریزوں نے بھارتیوں کو ہندو مسلمان میں تقسیم کر دیا تھا۔ دیوبندیوں کے سبب مسلمان سیاسی سطح پر کانگریسی اور مسلم لیگی دو گروپ میں تقسیم ہو گئے۔ برہمنوں کی کاسہ لیسی کرنے والے مسلمان کانگریسی ہوئے اور مسلمانوں کے حقوق کی آواز بلند کرنے والے مسلم لیگ سے منسلک ہو گئے۔

انگریزی حکومت اور مسلمانان ہند کی فرقہ بندیاں

انگریزوں نے محمد بن عبدالوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) کے ذریعہ خطہ عرب میں ایک جدید مذہب کو پروان چڑھا کر مسلمانوں کو گمرہی کے دلدل میں دھکیل دیا تھا۔ اب بھارت میں بھی انہوں نے یہی روش اپنانی چاہی۔ چند دنیادار، حریص الطبع، مریض الفکر اور گمراہ قلب مسلمان نما شیاطین بھی مل گئے۔ شہر ناسک مہاراشٹر کے عالم دین مولانا مفتی سید عبدالفتاح حسینی قادری عرف سید اشرف گلشن آبادی (م ۱۳۲۳ھ) نے ۱۲۶۵ھ مطابق ۱۸۴۸ء میں ایک کتاب بنام "تحفہ محمدیہ فی رد الوہابیہ" تصنیف کی، جس میں آپ نے وہابیوں کی تردید فرمائی اور انگریزوں کے مکر وفریب اور خطرناک سازش کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم فرمایا:

"ایک معتبر عالم دیندار ساکن اکبرآباد فرماتے ہیں کہ جب میں دہلی سے کچھ علم عربی تحصیل کر کے کلکتہ میں گیا اور وہاں بھی کچھ حدیث وتفسیر کا فائدہ علمائے دیندار سے حاصل کیا، تب ایک انگریز پادری صاحب نے جو بہت عربی فارسی میں قابل ہیں اور بہت سے لکھنوی وغیرہ مولوی ان کے نوکر ہیں، مجھے بلایا اور پچاس روپیہ میرا ماہوار مقرر کر کے ایک مہینہ پیشگی دیا اور ایسا کہا کہ جس شہر میں تمہاری طبیعت چاہے، جا رہو، اور ہندی ترجمہ حدیث وتفسیر کا لوگوں کو پڑھایا کرو، اور ایسا مشہور کرو کہ محدثوں کا مذہب حق اور میں اسی کا تابعدار

ہوں، مگر ہرگز علم صرف ونحو اور فقہ، عقائد وکلام وغیرہ مت پڑھائیو، اور یہ (پچاس روپیہ) ماہوار تم کو ہمیشہ ملا کرے گا اور تمہاری نیک خدمتی اور محنت کے موافق زیادہ ماہوار بھی ہو جائے گا اور چند قاعدے اس کے کل فلانے مولوی کے ہاتھ سے ہم تم کو بھیج دیں گے، تب دوسرے دن وہ (فلانے) مولوی میرے گھر آئے، اور کہا کہ تم بھی ہمارے (انگریز) پادری صاحب کے نوکر ہوئے۔ الحمدللہ، بہت اچھا ہوا۔ قریب چالیس اچھے نامدار مولوی اطراف ہندوستان، عربستان وغیرہ میں ان کے مخفی نوکر ہیں اور کئی عربستان میں پہنچے ہیں، اور دس، پندرہ روپیہ ماہوار سے پچاس روپے تک ہر ایک کی تنخواہ مقرر ہے۔ جہاں رہیں، ماہ بماہ ان کو ملتی ہے، اور بڑا قاعدہ یہ ہے کہ ہمیشہ نئی باتیں اور ضعیف حدیثیں اور روایتیں لوگوں میں ظاہر کرنا اور (اپنے) شاگردوں کو سکھانا کہ چار مذہبوں (مذہب حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) سے پھریں اور مسلمانوں کا اجماع واتفاق دینی بالکل ٹوٹ جاوے، اور انبیا واولیا سے بے اعتقاد ہو جاویں اور ان کی نیاز فاتحہ چھوڑ دیں۔

میں نے کہا ''استغفر اللّٰہ'' یہ شیطانی کام مجھ سے نہ ہوگا۔ (انگریز کے نوکر) اس مولوی نے کہا کہ بیس برس سے پادری صاحب یہاں آئے ہیں، میں تب سے ان کا نوکر ہوں۔ ہزاروں روپیہ دے کر (انہوں نے) ترجمہ کی کتابیں چھپوائیں اور ان کے طفیل سے بہت بے علم مولوی قابل بن گئے۔ یہ تو اپنے دل سے محمدی ہیں اور بدعتی لوگوں کے بڑے دشمن ہیں۔ تفسیر وحدیث کا علم میں نے ان کو پڑھایا ہے۔ تم بے فکر یہ پچاس روپیہ کا ماہوار قبول کرلو، اور تمہارے وطن میں خواہ اور کوئی شہر میں جار ہو۔ ساری عمر فراغت سے گذارو، مگر کتنے آدمی تمہاری طرف پھرے، اور (تمہارے) مرید وشاگرد بنے، اس کی رپورٹ ہر برس لکھ بھیجا کرو۔ اچھے اچھے نامی مولوی، پادری صاحب کا ماہوار کھاتے ہیں اور اکثر ہندوستان، عربستان کے نامی شہروں میں موجود ہیں اور یہ ان کے اسامی (ناموں) کی فہرست ہے۔

میں نے دیکھا تو اچھے اچھے نامور خاندانی خود کو سید احمد صاحب کا جھوٹا خلیفہ مشہور کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں اور (اپنا) مرید وشاگرد بناتے ہیں، مگر بیشتر لکھنوی، بنگالی، بنارسی وغیرہ رافضی اور خارجی لوگ ماہوار کی طمع سے نائب دجال کا پیشہ اختیار کیے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس وقت ہدایت کیا۔ وہ پیشگی رقم اسے پیچھے دیا اور کہا کہ اگر پادری صاحب ہزار روپیہ ماہوار دیں گے تو یہ کام اور ایسی نوکری مجھ سے نہ ہو سکے گی، اگرچہ اس وقت میرا دل بہت نرم ہو گیا تھا کہ بے محنت پچاس روپئے ملتے ہیں، قبول کرلوں، مگر اللہ پاک نے اس وقت مجھے بچایا''۔ (تحفہ محمدیہ: مطبوعہ لیتھو برقی پریس نئی سڑک کانپور ص ۳۱، ۳۲ - سوانح اعلیٰ حضرت ص ۳۷، ۳۸، ۳۹)

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے سونے والو! جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

نصاریٰ جو انگلینڈ سے آکر بھارت کی مسلم حکومت یعنی مغلیہ سلطنت پر قابض ہو چکے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کے لیے کسی کو امام مہدی اور کسی کو نبی بنا دیا۔ عظمت الٰہی اور ناموس رسالت پر بھی حملے کیے گئے۔ قادیانی ایک عام فرد تھا، وہ کوئی عالم وفاضل نہیں تھا، لیکن اس نے انگریزوں سے نبوت کا رتبہ پایا اور بعض لوگ نبوت ورسالت کی تمنا لیے دنیا سے چل بسے۔

انگریزوں کو چند ایمان فروش بھی مل گئے، ورنہ یہ مرحلہ بڑا ہی مشکل تھا۔ ہمفرے نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کو گمراہ کیا۔ لارنس آف عربیہ نے عرب کے سرداروں کو قومی برتری کا سبق پڑھا کر سلطنت عثمانیہ سے بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ انجام کار عثمانی حکومت کا خاتمہ ہو

گیا اور مسلمانوں کو اپنے زوال کے ساتھ مذہب بچانا بھی مشکل نظر آنے لگا۔ سارے عالم اسلام میں جدید نظریات کا شور اٹھا۔ علمائے حق نے کفن بردوش ہو کر مذہبی محاذ آرائی کی قیادت فرمائی۔ وہ بہت سے مسلمانوں کے دین وایمان کے بچانے میں کامیاب ہوئے۔

شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی کی تحریر مرقومہ ذیل ہے۔ اس سے نصاریٰ کی فریب کاری روز روشن کے مثل عیاں ہو جائے گی۔

''پروفیسر محمد شجاع الدین صدر شعبہ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور نے جن کی وفات ۱۹۶۵ء میں ہوئی ہے۔ اپنے ایک خط میں پروفیسر خالد بزمی کو لاہور لکھا ہے، اور اس کا اعتراف کیا ہے کہ انگریزوں نے کتاب تقویۃ الایمان بغیر قیمت کے تقسیم کی ہے''۔

انگریزوں نے وہ ہنگامے دیکھے جو ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء میں دلی کی جامع مسجد میں ہوئے، اور پھر دیکھا کہ کس طرح مسلمان فرقوں میں اور ٹولیوں میں بٹے، اور یہ سب کچھ اس کتاب کی وجہ سے ہوا، لہٰذا اس کتاب کو ہندوستان کے گوشے گوشے تک پہنچایا جائے، تاکہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہوں، وہ آپس میں لڑیں اور انگریز سکون سے حکومت کرے۔

لاہور پاکستان میں ''بیس بڑے مسلمان'' کے نام سے ایک کتاب چھپی ہے۔ اس کا پیش لفظ علامہ خالد محمود ایم اے نے لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں: ۱۸۷۰ء وائٹ ہاؤس لندن میں کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں کمیشن مذکور کے نمائندگان کے علاوہ ہندوستان میں متعین مشنری کے پادری بھی دعوت خاص پر شریک ہوئے، جس میں دونوں نے علیٰحدہ علیٰحدہ رپورٹ پیش کی جو کہ ''دی ارائیول آف برٹش ایمپائر ان انڈیا'' کے نام سے شائع کی گئی ہے جس کے دو اقتباس پیش کیے جاتے ہیں۔

رپورٹ سربراہ کمیشن سر ولیم ہنٹر:

مسلمانوں کا مذہباً عقیدہ یہ ہے کہ وہ کسی غیر ملکی حکومت کے زیر سایہ نہیں رہ سکتے، اور ان کے لیے غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے۔ جہاد کے اس تصور سے مسلمانوں میں ایک جوش اور ولولہ ہے، اور جہاد کے لیے ہر لمحہ تیار ہیں۔ ان کی کیفیت کسی وقت بھی انہیں حکومت کے خلاف ابھار سکتی ہے۔

رپورٹ پادری صاحبان:

یہاں کے باشندوں کی ایک بہت بڑی اکثریت پیری مریدی کے رجحانات کی حامل ہے۔ اگر اس وقت ہم کسی ایسے غدار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جائیں جو ظل نبوت کا دعویٰ کرنے کو تیار ہو جائے تو اس کے حلقہ نبوت میں ہزاروں لوگ جوق در جوق شامل ہو جائیں گے، لیکن مسلمانوں میں اس قسم کے دعویٰ کے لیے کسی کو تیار کرنا ہی بنیادی کام ہے۔ یہ کام ہو جائے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کے زیر سایہ پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔

ہم اس سے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں۔ وہ مرحلہ اور تھا۔ اس وقت فوجی نقطہ نظر سے غداروں کی تلاش کی گئی تھی، لیکن اب جب کہ ہم برصغیر کے چپہ چپہ پر حکمراں ہو چکے ہیں، اور ہر طرف امن وامان بھی بحال ہو گیا

ہے توان حالات میں ہمیں کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنا چاہئے، جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو''۔

(مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص۵۱، ۵۲-شاہ ابوالخیر اکیڈمی دہلی)

آخر کار انگریزوں کو غلام احمد قادیانی کی شکل میں ایک غدار مل گیا جو نبوت کے دعویٰ کے لیے تیار ہو گیا۔

اس کے علاوہ بھی کئی ایک ایمان فروش ملتے گئے۔ بھارت کی حالت یہ ہوگئی کہ لوگوں کا ایمان بچانا مشکل نظر آنے لگا۔

ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی پاکستانی نے لکھا:''۱۸۶۹ء میں انگریز مفکرین پادریوں کی ایک جماعت ایک خاص مقصد کے لیے ہندوستان آئی۔۱۸۷۰ء میں واپس لندن پہنچ کر اجلاس ہوا۔ایک رپورٹ تیار ہوئی جس میں ایک ایسا آدمی تلاش کرنے پر زور دیا گیا جو اپنے ظلی نبی ہونے کا اعلان کرے''۔(پیش لفظ: بیس بڑے مسلمان،از: ڈاکٹر خالد محمود: مطبوعہ لاہور ص۶)

دوسال بعد ہی ۱۸۷۲ء میں کتاب تحذیر الناس وجود میں آئی،جس میں خاتم النبیین کے مسنون،متواتر اور اجماعی معنی کو ٹھکرا کر نیا معنی ایجاد کیا گیا،مگر سات سال بعد ۱۸۷۹ء میں تحذیر الناس کا مصنف مرکز مٹی میں مل گیا تو متبادل ڈھونڈھا گیا،چناں چہ اسی سال مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ نامی کتاب لکھنے کا اعلان کیا۔۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک اس کتاب کی چار جلدیں وجود میں آئیں۔اس کتاب میں الہامات ایجاد کر کے مقامات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈاکہ ڈالا اور تحریف قرآن کا ارتکاب کیا،مگر غیر مقلد مولوی محمد حسین بٹالوی (متوفی: ۱۳۳۸ھ) نے اپنے رسالہ''اشاعۃ السنۃ''میں اسے اسلام کی تاریخ میں بے نظیر کتاب قرار دیا۔۱۸۸۴ء میں ہی غیر مقلدین کے شیخ الکل مولوی نذیر حسین دہلوی (متوفی:۱۳۲۰ھ) نے ۱۷: نومبر ۱۸۸۴ء کو مرزا قادیانی کا نکاح پڑھایا''۔

(مطرقۃ الحدید،از: مولوی یحییٰ گوندلوی غیر مقلد ص۱۴)(حسام الحرمین کے سوسال ص۸:تحریک فکر رضا)

یکم محرم الحرام ۱۳۶۵ھ مطابق ۷: دسمبر ۱۹۴۵ء کو شبیر احمد عثمانی صدر مدرس مدرسہ دیوبند نے اپنے گھر پر منعقد ایک خاص مجلس میں کہا:

مولوی اشرف علی تھانوی (م۱۳۶۲ھ-۱۹۴۳ء) کو انگریزی حکومت کی طرف سے چھ سو(۶۰۰) روپیہ ماہانہ ملا کرتا تھا۔

(مکالمۃ الصدرین ص۱۶)

طاہر احمد قاسمی نے لکھا کہ مولوی حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے اسی مجلس میں کہا کہ:

تبلیغی جماعت کو انگریزی حکومت کی جانب سے کچھ روپئے ملا کرتے تھے۔(مکالمۃ الصدرین ص۱۳)

توضیح: انگریزوں سے مالی امداد ملنے کا سبب یہی ہے کہ یہ لوگ انگریزوں کے اشارے پر دین میں فتنہ انگیزی کر رہے تھے۔

تصانیف وہابیہ اور اختلاف بین المسلمین

عاشق الٰہی میرٹھی نے رشید احمد گنگوہی (۱۲۴۴ھ-۱۳۲۳ھ-۱۸۲۸ء-۱۹۰۵ء) کی پیدائش کے وقت بھارت کے دینی وسماجی ماحول کی منظر کشی کرتے ہوئے جو کچھ رقم کیا ہے،وہ دراصل بھارت میں فروغ ضلالت کے راز کو اجاگر کرنے والا ہے۔

الرسالة السادسة

عاشق الٰہی میرٹھی نے لکھا:''حب جاہ وحب مال اور طمع نفسانی وحرص حیوانی جہاں دوسرے مسلمانوں میں سرایت کیے ہوئے تھی، اسی طرح، بلکہ کچھ زیادہ ان اصحاب میں بھی گھسی ہوئی تھی جو پیشوااور مقتدا سمجھے جاتے تھے۔آٹھ آنے پیسوں پر جس مضمون کا چاہو،ان سے وعظ کہلا لو،اور پچیس ٹکوں پر جس فتویٰ اور جس مسئلہ پر چاہو،وعظ کرالواور منشا موافق سے لکھوالو''۔(تذکرۃ الرشید ص۱۰)

اقول:عاشق الٰہی میرٹھی نے اپنے مولویوں کی یہی حالت دیکھی،اور حقیقت اگل دیا۔علمائے اہل سنت اس الزام سے بری ہیں۔

اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان

محمد بن عبدالوہاب نجدی نے بھی برطانوی جاسوس ہمفرے کے اشارے پر ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی تھی،جو آج وہابیت کے نام سے مشہور ہے۔اس کی کئی ایک شاخیں بھارت میں ہیں،مثلاً دیوبندیت،غیر مقلدیت،مودودیت،نیچریت وغیرہا۔

محرم الحرام ۱۲۴۰ھ میں تقویۃ الایمان لکھی گئی۔اس کتاب کی پہلی اشاعت بھی انگریزوں نے ہی کی۔

۱۵:محرم ۱۲۴۰ھ مطابق ۱۸۲۵ء کو اسماعیل دہلوی (۱۱۹۳ھ-۱۲۴۶ھ-۱۷۷۹ء-۱۸۳۱ء) نے''تقویۃ الایمان'' کی تکمیل کی۔

بروز منگل بوقت صبح ۲۹:ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو دہلی جامع مسجد میں عبدالحئ بڈھانوی (م ۱۲۴۳ھ-۱۸۲۸ء) سے علمائے اہل سنت نے مناظرہ کیا۔اسماعیل دہلوی درمیان بحث مسجد سے نکل گیا۔اس مناظرہ میں اہل سنت وجماعت کی جانب سے علامہ رشیدالدین خاں دہلوی ،مولانا مخصوص اللہ،مولانا موسیٰ،مولانا شریف،مفتی شجاع الدین علی خاں ومولانا رحمت اللہ وغیرہم شریک تھے۔

مولانا رشیدالدین خاں اور عبدالحئ بڈھانوی کے درمیان بدعت سے متعلق چودہ (۱۴) مسائل پر بحث ہوئی۔اسماعیل دہلوی شروع سے ہی خاموش تھا،اور اول مسئلہ سے ہی فرار ہونے کا ارادہ کیا،پھر مولانا رحمت اللہ کے کہنے پر کچھ دیر بیٹھا اور آخرکار چلتے بنا۔

تقویۃ الایمان اعتقادی فتنوں کا سرچشمہ

تقویۃ الایمان سے متعلق خود دہلوی کا عندیہ ہے کہ یہ کتاب فساد کی جڑ ہے۔ ع/ اہل خانہ داند کہ در خانہ چیست

اشرف علی تھانوی (۱۲۸۰ھ-۱۳۶۲ھ) نے لکھا کہ اسماعیل دہلوی نے شروع میں تقویۃ الایمان عربی زبان میں لکھی تھی، پھر بعد میں دہلوی نے اسے اردو زبان میں لکھا۔اردو میں لکھنے کی وجہ یہ تھی کہ عام لوگ بھی اسے پڑھ کر گمرہی میں مبتلا ہوسکیں۔

تھانوی نے لکھا:''مولوی اسماعیل صاحب نے تقویۃ الایمان اول عربی میں لکھی تھی۔چناں چہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس اور ایک نسخہ مولانا گنگوہی کے پاس اور ایک نسخہ مولوی نصراللہ خاں خورجوی کے کتب خانہ میں بھی تھا۔اس کے بعد مولانا نے اس کو اردو میں لکھا اور لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا،جن میں سید صاحب،مولوی عبدالحئ صاحب،شاہ اسحاق صاحب،مولانا محمد یعقوب صاحب،مولوی فریدالدین صاحب مرادآبادی،مومن خان،عبداللہ خان علوی (استاذ امام بخش صہبائی ومملوک علی صاحب) بھی تھے، اور ان کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا کہ:

میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے، مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے، شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔

اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو میں آٹھ، دس برس میں بتدریج بیان کرتا، لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے، اس لیے اس کام سے معذور ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں، اس لیے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے۔ گو اس سے شورش ہوگی، مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ میرا خیال ہے۔

اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جائے، ورنہ اسے چاک کر دیا جائے۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ اشاعت تو ضرور ہونی چاہئے، مگر فلاں فلاں مقام پر ترمیم ہونی چاہئے۔ اس پر مولوی عبدالحئ صاحب، شاہ اسحاق صاحب اور عبداللہ خاں علوی و مومن خاں نے مخالفت کی، اور کہا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں۔ اس پر آپس میں گفتگو کے بعد بالاتفاق یہ طے ہوا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں ہے، اور اسی طرح شائع ہونی چاہئے۔ چناں چہ اس کی اشاعت اسی طرح ہوگئی''۔ (ارواح ثلاثہ ص ۶۱، ۶۲ - سہارنپور)

توضیح: مذکورہ بالا اقتباس سے معلوم ہوا کہ دہلوی نے تقویۃ الایمان کا اردو نسخہ حج میں جانے سے کچھ قبل لکھا ہے۔ محرم الحرام ۱۲۴۰ھ میں تقویۃ الایمان کی تصنیف ہوئی۔ اسی سال ۲۹: ربیع الثانی کو دہلی جامع مسجد میں مناظرہ ہوا، اسی سال اسماعیل دہلوی حج کو گیا اور اسی سال ماہ رمضان میں تحقیق الفتویٰ میں علامہ خیر آبادی نے دہلوی کے کفر فقہی کا حکم صادر فرمایا۔ تھانوی کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ محرم الحرام میں جو تقویۃ الایمان لکھی گئی، وہ عربی زبان میں تھی، پھر اسی سال دہلوی نے اس کو اردو زبان میں منتقل کیا۔

سال ۱۲۴۰ھ سے قبل تقویۃ الایمان کی تحریر کا ثبوت نہیں، بلکہ نجدی کی کتاب التوحید پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کی ناراضگی دیکھ کر دہلوی نے وقتی طور پر خموشی اختیار کر لی تھی۔ ۷: شوال المکرم ۱۲۳۹ھ کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی وفات ہوئی، اس کے بعد اسماعیل دہلوی نے اعلانیہ طور پر اپنی گمرہی کی تبلیغ واشاعت شروع کر دی تھی، اور نجدی کی کتاب التوحید کا خلاصہ بھی تقویۃ الایمان کے نام سے لکھا۔ اپنے وعظ میں بھی معمولات اہل سنت و جماعت کو شرک و بدعت بتانا شروع کیا۔

(۲) شاہ ابوالحسن زید فاروقی نے اسماعیل دہلوی کے بارے میں لکھا: ''تقویۃ الایمان کے متعلق وہ خود کہتے ہیں: ''اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے''۔ اور کہتے ہیں: ''گو اس سے شورش ہوگی، مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائے گا''۔ تعجب ہے کہ دین کے نام پر شورش برپا کی جائے اور وہ ٹھیک ہو جائے۔ تقویۃ الایمان کی وجہ سے مسلمانوں کا شیرازہ بکھرا۔ اختلافات پیدا ہوئے۔ گھر گھر میں فساد برپا ہوا۔ بھائی، بھائی کا دشمن بنا۔ اللہ اپنا رحم فرمائے''۔ (مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۵۰)

(۳) علامہ فضل رسول بدایونی (۱۲۱۳ھ، ۱۷۹۷ء - ۱۲۸۹ھ، ۱۸۷۲ء) نے رقم فرمایا:

''مولوی اسماعیل کی فکر میں حد سے اور طبعیت میں مذہب سے بے قیدی کی رغبت پہلے ہی سے تھی۔ بزرگ ان کے اس سبب سے ان سے ناراض تھے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے آخر عمر میں اپنا تمام مملوکہ منقولہ، غیر منقولہ کہ ہر جنس سے کثرت سے تھی، حرم اور نواسوں

وغیرہ کو ہبہ کر کے قابض کرادیا،مگر مولوی اسماعیل کو کچھ نہ دیا۔جب شاہ صاحب نے انتقال کیا۔کوئی بزرگوں میں نہ رہا۔مولوی اسماعیل نے کھلے بندوں کھیل کھیلے۔تین چشمے فساد کے دین میں ان کی ذات سے جاری ہوئے۔ایک فتنہ ظاہر یہ کا کہ قیاس وتقلید حرام ہیں۔دوسرا فتنہ سیداحمد کو نبی بنانے کا۔تیسرا فتنہ تفویۃ الایمان لکھنے کا''۔(سیف الجبار ص۴۹)

تقویۃ الایمان کی اشاعت کب ہوئی؟

جب علامہ فضل حق خیرآبادی نے تحقیق الفتویٰ تحریر فرمائی تھی،اس وقت تقویۃ الایمان شائع نہیں ہوئی تھی۔سائل کو کسی طرح اس رسالے پر اطلاع ہوئی،اوراس نے تقویۃ الایمان کی بحث شفاعت کی عبارت نقل کر کے علامہ خیرآبادی سے سوال کیا۔

علامہ موصوف نے تقویۃ الایمان کی منقولہ عبارتوں کے رد میں چند سوالات رقم فرمائے۔سوالات کا مجموعہ''تقریر اعتراضات بر تقویۃ الایمان''کے نام سے معروف ومشہور ہے۔اسماعیل دہلوی نے ((تقریر اعتراضات)) کے جواب میں رسالہ''یک روزہ''لکھا۔اس کے بعد علامہ خیرآبادی نے تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ تحریر فرمائی،اوراسماعیل دہلوی کا حکم شرعی بیان فرمایا۔

علامہ عبدالحکیم شرف قادری پاکستانی(۱۳۶۳ھ-۱۴۲۸ھ) نے تحریر فرمایا:''مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے''تقویۃ الایمان''میں مسئلہ شفاعت پر گفتگو کرتے ہوئے ایک قبیح عبارت لکھی۔علامہ محمد فضل حق خیرآبادی نے اس پر رد کرتے ہوئے چند صفحات تحریر کیے۔ان کا ترجمہ آئندہ صفحات میں پیش کیا جارہا ہے۔مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے اس کے جواب میں ایک رسالہ''یک روزہ''لکھا۔حضرت علامہ نے اسی کے رد میں''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ''لکھی،اور جب مولوی محمد اسماعیل دہلوی کے شاگرد مولوی حیدرعلی ٹونکی نے اس کے جواب میں ایک کتاب لکھی تو علامہ نے اس کے جواب میں''امتناع النظیر''لکھی،اوروہ کتاب خود بےنظیر واقع وثابت ہوئی۔آج تک کسی کو اس کے جواب میں زبان کھولنے کی جرأت نہیں ہوسکی''۔(مقدمہ:تقریر اعتراضات برتقویۃ الایمان)

علامہ عبدالحکیم شرف قادری پاکستانی(۱۳۶۳ھ-۱۴۲۸ھ) نے تحریر فرمایا:''مولوی اسماعیل دہلوی نے ۱۵:محرم ۱۲۴۰ھ کو''تقویۃ الایمان''لکھی۔کسی شخص نے اس کی ایک عبارت نقل کر کے شاہ فضل حق خیرآبادی کی خدمت میں پیش کی،جس میں شفاعت کا انکار کیا گیا تھا۔علامہ نے ۱۸:رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء میں''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ''لکھی اور جواب کا حق ادا کردیا''۔

(مقدمہ:تحقیق الفتوی ص۵۴-المتاز پبلی کیشنز لاہور)

(۱)مولانا سید شاہ فخر الدین قادری نقشبندی المعروف بہ حکیم بادشاہ سجادہ نشیں دائرہ حضرت شاہ محمد رفیع الزماں قدس سرہ نے سال ۱۲۹۷ھ میں تقویۃ الایمان کا رد بنام''ازالۃ الشکوک والاوہام فی العقائد الحقۃ لاہل الاسلام''تحریر فرمایا۔موصوف نے اس میں رقم فرمایا:

''ان دنوں رسالہ تقویۃ الایمان مؤلفہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی مطبوعہ ۱۲۵۷ہجری مطبع کلکتہ کا فقیر کی نظر سے گذرا''۔

(ازالۃ الشکوک والاوہام ص۱-مطبع قیصری الہ آباد)

الرسالة السادسة

مذکورہ بالا اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسماعیل دہلوی کی موت کے گیارہ سال بعد ۱۲۵۷ھ میں یہ کتاب کلکتہ میں طبع ہوئی۔

مناظرۂ جامع مسجد (دہلی) کے بعد ایک سائل نے علامہ فضل حق خیرآبادی (۱۲۱۲ھ-۱۲۷۸ھ-۱۷۹۷ء-۱۸۶۱ء) کو تقویۃ الایمان سے شفاعت سے متعلق مباحث نقل کر کے سوال کیا۔علامہ خیرآبادی نے اس سوال کے بعد ''تقریر اعتراضات بر تقویۃ الایمان'' رقم فرمائی۔اس کے جواب میں اسماعیل دہلوی نے ''رسالہ یکروزی'' لکھا۔

علامہ فضل حق خیرآبادی نے ۱۸:رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ مطابق ۵:مئی ۱۸۲۵ء کو ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' رقم فرمائی۔ جس میں اسماعیل دہلوی پر کفر فقہی کا حکم صادر فرمایا۔علمائے اہل سنت وجماعت نے اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی۔

(۲) ایک غیر مقلد محمد خالد سیف نے لکھا:''تقویۃ الایمان ۱۸۲۲ء کو تصنیف کی گئی،اور ۱۸۲۶ء میں غالباً سید عبداللہ بن سید بہادر علی کے اہتمام سے پہلی مرتبہ زیور طباعت سے آراستہ ہوئی،جب کہ امام صاحب (اسماعیل دہلوی) اپنے رفقا سمیت وطن مالوف سے ہجرت کر کے پنجتار تشریف لے جاچکے تھے،اور سکھوں کے خلاف باقاعدہ محاذ جنگ قائم کر چکے تھے''۔

(تذکرۂ شہید ص ۲۵۶-مکتبہ غزنویہ شیش محل روڈ لاہور:اشاعت:مئی ۱۹۸۳)

علامہ فضل حق خیرآبادی نے ۵:مئی ۱۸۲۵ء کو فتویٰ کفر جاری فرمایا تھا۔اس وقت تقویۃ الایمان کی اشاعت نہ ہوئی تھی۔خالد سیف نے بھی تحقیق الفتویٰ کے ایک سال بعد طباعت کی بات کہی ہے۔مزید متعدد روایتیں یہی ثابت کرتی ہیں کہ علامہ خیرآبادی کے فتویٰ کے وقت یہ کتاب شائع نہیں ہوئی تھی۔جب دہلوی جہاد کے لیے پنجاب چلا گیا،تب انگریزوں کے اشارہ پر دہلوی کے معتقدین نے شائع کیا۔

(۳) مشہور وہابی مؤرخ غلام رسول مہر نے لکھا:''تقویۃ الایمان جس کے نئے ایڈیشن کے تعارف میں یہ سطریں لکھی جارہی ہیں، پہلی مرتبہ ۱۲۴۳ھ/۲۷،۱۸۲۶ء میں چھپی تھی۔جب شاہ شہید،امیر المؤمنین سید احمد بریلوی اور جماعت مجاہدین کے ہمراہ وطن مالوف سے ہجرت کر کے جاچکے تھے،اور ہندوستان کی آزادی وتطہیر کے لیے جہاد بالسیف کا آغاز ہو چکا تھا''۔

(مقدمہ:تقویۃ الایمان ص ۱۶-اشرف پریس لاہور-برطانوی مظام کی کہانی ص ۲۳۰-فرید بک اسٹال لاہور)

(۴) علامہ اختر شاہجہاں پوری نے تحریر فرمایا:''مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی حکمت عملی بھی دیدنی ہے کہ جب تک دہلی میں رہے تو وہابیت کے لیے میدان ہموار کرتے رہے،اور جب جہاد کے نام سے مغربی ہند کی سرحد پر پہنچ گئے،اس وقت تقویۃ الایمان کو شائع کروایا گیا،تاکہ اس کی اشاعت سے جو آگ بھڑکتی ہے،وہ عدم موجودگی میں بھڑکے،اور مصنف مواخذے سے محفوظ رہے''۔

(برطانوی مظالم کی کہانی ص ۲۳۰-فرید بک اسٹال لاہور)

(۵) مفتی سید عبد الفتاح حسینی قادری گلشن آبادی (م ۱۳۲۳ھ) نے تقویۃ الایمان کے رد میں دو کتابیں ((تحفہ محمدیہ فی رد الوہابیہ)) اور ((تائید حق)) تحریر فرمائیں۔انہوں نے تقویت الایمان کی پہلی اشاعت کے بارے میں تحریر فرمایا:

''کتاب تقویۃ الایمان مؤلفہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی،شہر کلکتہ میں مطبع احمدی باہتمام سید عبداللہ بن سید بہادر علی ۱۲۴۲ھ میں مطبوع

ہوئی ہے''۔ (جامع الفتاویٰ جلد دوم ص ۶۱ - برطانوی مظالم کی کہانی ص ۲۳۲ -فرید بک اسٹال لاہور)

(۶) ادیب شہیر علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہاں پوری نے رقم فرمایا:

''مولوی محمد اسماعیل دہلوی تو سکھوں سے جہاد کرنے کا نام نہاد اعلان کرتے ہوئے ۱۲۴۱ھ میں صوبہ سرحد کی طرف چلے گئے۔ موصوف کی عدم موجودگی میں تقویۃ الایمان کا انگریز کی راجدھانی، یعنی شہر کلکتہ سے ۱۲۴۲ھ میں شائع ہونا، بلکہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سے لاکھوں کی تعداد میں انگریزوں نے تقویۃ الایمان شائع کی، اور پورے ہندوستان جہاں تک انگریز اسے پہنچا سکتے تھے، وہاں تک مفت پہنچاتے رہے۔ کیا یہ افسوس ناک صورت حال اہل فکر ونظر کے لیے لمحہ فکریہ نہیں۔ دہلی کے ایک نیم مولوی کی تصنیف اوراس کی نشر واشاعت ایسٹ انڈیا کمپنی کرے، آخر کیوں؟'' (برطانوی مظالم کی کہانی ص ۲۳۲ -فرید بک اسٹال لاہور)

تقویۃ الایمان کا انگریزی ترجمہ

(۱) ڈاکٹر قمر النسا نے علامہ فضل حق خیر آبادی پر عربی زبان میں ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھا۔ انہیں عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن (ہند) سے پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض ہوئی۔ اس مقالہ میں انہوں نے لکھا کہ تقویۃ الایمان اولاً انگریزوں نے رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی جانب سے شائع کی، اوراسے مفت تقسیم کی۔ شاید اس سے یہ مراد ہے کہ انگریزی میں تقویۃ الایمان کو سب سے پہلے انگریزوں نے شائع کی۔

(شاع کتاب تقویة الایمان اولًا من رائل ایسیا تک سوسائتی (Royal Asiatic Society)—وقد اعترف البروفیسر محمد شجاع الدین (المتوفی ۱۹۶۵ء) رئیس قسم التاریخ بکلیة دیال سنکھ بلاهور فی مکتوبه الی البروفیسر خالد البزمی بلاهور ان الانجلیزیین قد وزعوا کتاب تقویة الایمان بغیر ثمن)

(العلامۃ فضل حق الخیرآبادی -ص ۱۵۲- النسخۃ القلمیہ)

ترجمہ: تقویت الایمان سب سے پہلے رائل ایشیاٹک سوسائٹی سے شائع ہوئی، اور پروفیسر محمد شجاع الدین (م ۱۹۶۵ء) صدر شعبہ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور نے لاہور کے پروفیسر خالد بزمی کے نام ایک خط میں اعتراف کیا کہ انگریزوں نے اس کتاب کو مفت تقسیم کیا۔

(۲) سرسید احمد خاں نے لکھا: ''جن چودہ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے، ان میں ساتویں کتاب تقویۃ الایمان ہے۔ چناں چہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن) کے رسالہ (ج ۱۳/ ۱۸۵۲ء) میں چھپا''۔

(مقالات سرسید ج ۹ ص ۱۷۸- مجلس ترقی ادب لاہور)

(۳) علامہ عبدالحکیم شرف قادری نے تحریر فرمایا: ''یہ انگریزی ترجمہ منشی شہامت علی نے کیا تھا، جو ۱۸۵۲ء میں چھپا تھا''۔

(غیر مقلدین کی انگریز نوازی ص ۳۹ - رضوی کتاب گھر بھیونڈی)

مذکورہ بالا اقتباسات سے ظاہر ہو گیا کہ انگریزوں نے تقویۃ الایمان کے انگریزی ترجمہ کو ۱۸۵۲ء میں لندن سے شائع کیا۔

الرسالة السادسة

تقویۃ الایمان کا ماخذ کتاب التوحید

تقویۃ الایمان دراصل ابن عبدالوہاب نجدی(۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) کی تصنیف ''کتاب التوحید'' کا خلاصہ ہے۔

علامہ فضل رسول بدایونی نے تحریر فرمایا کہ اسماعیل دہلوی کو کتاب التوحید مرادآباد میں ملی۔(سیف الجبار ص ۵۸،۵۹-کانپور)

کتاب التوحید سے متاثر ہو کر ہی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی ہے۔

حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مناظرۂ جامع مسجد سے کچھ ہی مہینے قبل یہ کتاب اسماعیل دہلوی کو دستیاب ہوئی تھی۔قاضی فضل احمد لدھیانوی نے لکھا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی زندگی میں اسماعیل دہلوی کو کتاب التوحید بمبئی میں دستیاب ہوئی۔شاہ عبد العزیز دہلوی نے اسماعیل دہلوی کو اس کتاب سے منع فرمایا۔(انوار آفتاب صداقت ج اص ۵۱۶)

ابوالکلام آزاد(۱۸۸۸ء-۱۹۵۸ء) نے لکھا کہ اسماعیل دہلوی نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی وفات کے بعد تقویۃ الایمان اور جلاء العینین لکھی۔(آزاد کی کہانی ص ۲۸-مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور)

۷:شوال ۱۲۳۹ھ کو شاہ عبدالعزیز دہلوی کی وفات ہوئی۔۱۵:محرم ۱۲۴۰ھ کو تقویۃ الایمان مکمل ہوئی۔۲۹:ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو جامع مسجد کا مناظرہ ہوا۔۱۸:رمضان ۱۲۴۰ھ کو دہلوی پر حکم کفر جاری ہوا،اسی سال دہلوی حج کو گیا،واپسی پر جمادی الاولی ۱۲۴۱ھ میں جہاد کو گیا۔

علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:

''کتاب التوحید نجدیہ کی مرادآباد میں کہ وہاں پہلے سے کسی قدر اس مذہب کی گفتگو تھی،ہاتھ لگی۔اس مذہب کو پسند کیا اور تقویۃ الایمان تصنیف کی۔گویا اسی کتاب التوحید کی شرح ہے۔اس دین کی بڑی شہرت ہوئی اور عوام الناس بہت اس بلا میں پھنسے۔توہین وتحقیر انبیا واولیا کی،اور تکفیر تمام امت سلف وخلف کی خوب جاری ہوئی۔

دیندار اہل علم جہاں تھے۔ان کے فیض صحبت سے جو بچا،سو بچا،ورنہ اول وہلہ میں اکثروں کو اس طرف میل آ گیا،بسبب شہرت ان کے خاندان کے اور ناواقفی کے فن سیرت وحدیث سے۔

جب نوبت دہلی پہنچی۔ہزاروں ہزار آدمی کہ شاگرد اور مرید،دیکھنے والے،صحبت یافتہ شاہ عبدالعزیز اور مولوی رفیع الدین صاحب کے اور علم میں ان سے زائد لوگ موجود تھے،مولوی اسماعیل صاحب اور مولوی عبدالحئ صاحب سے دست وگریباں ہوئے،اور خواص نے فہمائش کی کہ اس سفر میں یہ نیا دین کیسا نکال لائے کہ اس کی رو سے تمہارے استادوں سے لے کر صحابہ تک کوئی کفر وشرک سے نہیں بچتا، اور قبل اس سفر کے تم بھی اسی طریقہ پر تھے،اور ویسا ہی وعظ کہتے تھے اور فتویٰ لکھتے تھے،جس کو اب شرک کہتے ہو۔

یہ دین میں فساد ڈالنا اور قرآن وحدیث میں تحریف کرنا اور خلائق کو گمراہ کرنا بہت برا ہے۔ہر چند نصیحت کی،کچھ سود مند نہ ہوئی۔ ناچار ہو کر سب نے انکار وابطال کیا۔

مولوی مخصوص اللہ اور مولوی موسیٰ صاحب، مولوی رفیع الدین صاحب کے صاحبزادوں نے فتویٰ اور رسالے ان کے رد میں لکھے، نوبت تکفیر تک پہنچائی۔ مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی جزاہ اللہ خیراً کہ علم وفضل میں مولوی اسماعیل وغیرہ کو ان سے کچھ نسبت نہیں۔ علوم عقلیہ ونقلیہ اپنے والد ماجد سے جو یگانہ عصر تھے، حاصل کیے۔ ہر طرح مولوی اسماعیل کے روبرو ان کا رد وابطال کیا اور تکفیر کی نوبت تحریر میں آئی۔ مسئلہ شفاعت میں مولوی اسماعیل نے حرکت مذبوحی کچھ جواب میں کی، آخر کو عاجز وساکت ہو گئے، اور تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ کمال شرح وبسط سے مولوی فضل حق صاحب نے لکھا''۔ (سیف الجبار ص ۵۸، ۵۹- کانپور)

اس نجدی کا فتنہ ہندوستان پہنچا۔ نجدی کی ''کتاب التوحید'' ہندوستان میں سب سے پہلے ممبئی آئی، پھر وہاں سے دہلی آئی۔

اسماعیل دہلوی (۱۱۹۳ھ-۱۲۴۶ھ-۱۷۷۹ء-۱۸۳۱ء) اس کتاب پر فریفتہ ہو گیا۔ علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (۱۱۵۹ھ-۱۲۳۹ھ) اس وقت باحیات تھے۔ انہوں نے اپنے بھتیجے اسماعیل دہلوی کو ان لفظوں میں تنبیہ فرمائی۔

''میری طرف سے کہو اس لڑکے نامراد کو کہ جو کتاب ممبئی سے آئی ہے (یعنی کتاب التوحید) میں نے بھی اس کو دیکھا ہے۔ اس کے عقائد صحیح نہیں، بلکہ بے ادبی وبے نصیبی سے بھرے ہوئے ہیں۔ میں آج کل بیمار ہوں، اگر صحت ہوگئی تو میں اس کی تردید لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تم ابھی نوجوان بچے ہو، ناحق شور وشر برپا نہ کرو''۔ (انوار آفتاب صداقت ج اص ۵۱۶- قاضی فضل احمد لدھیانوی)

ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء-۱۹۵۸ء) نے لکھا:

''مولانا محمد اسماعیل شہید، مولانا منور الدین کے ہم درس تھے۔ شاہ عبد العزیز کے انتقال کے بعد جب انہوں نے تقویۃ الایمان اور جلاء العینین لکھی اور ان کے مسلک کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علما میں ہل چل پڑ گئی۔ ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی، بلکہ سربراہی مولانا منور الدین نے دکھائی۔ متعدد کتابیں لکھیں ۱۲۴۰ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد میں کرایا۔ تمام علمائے ہند سے فتویٰ مرتب کرایا، پھر حرمین سے فتویٰ منگوایا۔ اس معاملے میں مولانا فضل حق خیر آبادی اور دیگر علما ان کے شریک ومعاون تھے''۔

(آزاد کی کہانی ص ۲۸- مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور)

علامہ خیر آبادی اور دہلوی کی تکفیر فقہی

علامہ خیر آبادی نے تکفیر فقہی فرمائی ہے۔ علامہ ممدوح نے (تحقیق الفتویٰ) کے مقام رابع میں تحریر فرمایا کہ یہ فقہی احکام ہیں:

(۱) ''المقام الرابع: در حکم اقتراف استخفاف بہ شان آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحضرات سائر انبیا علیہم السلام وحال مرتکب ایں جریمہ شنیعہ عند الفقہا وعلماء الشریعۃ'' (تحقیق الفتویٰ ص ۳۹۹- فارسی نسخہ)

(۲) ''بعد ازاں حال مستخف واستخفاف شرعاً از روئے روایات فقہ گزارش باید، تا در اذہان اوقع ومستر شد را انفع باشد'' (ایضاً)

شرعی احکام کا بیان مقام رابع میں ہے اور اخیر میں فتویٰ کا خلاصہ ہے اور یہ صراحت ہے کہ یہ فتویٰ کا خلاصہ ہے۔ آپ نے فرمایا:

''چوں ہر مقام پیرایہ انجام واختتام یافت، حالا خلاصہ فتویٰ وجواب استفتا باید شنید'' (تحقیق الفتویٰ ص۴۳۳-فارسی نسخہ)
امام اہل سنت نے تحریر فرمایا کہ متاخرین فقہائے احناف کفر فقہی کا فتویٰ جاری کرتے تھے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد اول ص۲۴۲-لاہور)
متاخرین فقہا کے طریق کار سے بھی ظاہر کہ دہلوی کی تکفیر فقہی ہے، نیز دہلوی کی عبارتوں میں کفر لزومی ہے، التزامی نہیں۔

تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ

اس مباحثہ کے بعد ایک سائل نے علامہ فضل حق خیر آبادی (۱۲۱۲ھ-۱۲۷۸ھ-۱۷۹۷ء-۱۸۶۱ء) کو تقویۃ الایمان سے شفاعت سے متعلق کچھ مباحث نقل کر کے سوال کیا۔ علامہ خیر آبادی نے اس سوال کے بعد ''تقریر اعتراضات بر تقویۃ الایمان'' رقم فرمائی۔ اس کے جواب میں اسماعیل دہلوی نے ''رسالہ یکروزی'' لکھا۔ رسالہ یک روزہ میں امکان کذب وامکان نظیر کا قائل ہوا۔

اس کے بعد علامہ خیر آبادی نے ۱۸: رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ مطابق ۵: مئی ۱۸۲۵ء کو ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' رقم فرمائی، جس میں اسماعیل دہلوی پر کفر فقہی کا حکم صادر فرمایا۔ علمائے اہل سنت وجماعت نے اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی۔ اس حکم شرعی کے ظہور وشیوع کے بعد اسماعیل دہلوی خاموش ہو گیا۔ دہلوی اسی سال ۱۲۴۰ھ میں حج کے لیے روانہ ہو گیا۔

حج سے واپسی کے بعد جمادی الاولیٰ ۱۲۴۱ھ میں اپنے پیر سید احمد رائے بریلوی کے پاس رائے بریلی گیا۔ وہاں سے ۷: جمادی الاخریٰ ۱۲۴۱ھ-۱۷: جنوری ۱۸۲۶ھ کو سرحدی علاقوں کی طرف جہاد کے لیے نکل گیا، پھر دہلی واپس نہ آسکا۔

سرحدی علاقوں کے پٹھانوں کے ہاتھوں ایک ہی دن دہلوی اور رائے بریلوی دونوں بروز جمعہ ۲۴: ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ، مطابق ۶: مئی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ میں قتل ہوئے۔ علامہ خیر آبادی نے اسماعیل دہلوی کو کافر اور واجب القتل قرار دیا تھا۔ یہ اسلامی حکم بالاکوٹ میں عمل میں آ گیا۔ ''ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر'' کی جلوہ نمائی ہوئی۔

علامہ فضل حق خیر آبادی نے مئی ۱۸۲۵ء میں فتویٰ کفر جاری فرمایا تھا۔ اس وقت تقویۃ الایمان کی اشاعت نہ ہوئی تھی۔

فتویٰ علامہ خیر آبادی

چوں ہر چہار مقام پیرایہ انجام واختتام یافت، حالا خلاصہ فتویٰ وجواب استفتا باید شنید کہ مستفتی در استفتا سہ سوال کرد:

(۱) یکے آں کہ ایں کلام حق است یا باطل؟

(۲) دوم آں کہ کلامش بر استخفاف وانتقاص شان واجب التوقیر حضرت سید الاولین والآخرین افضل الانبیا والمرسلین اشتمال دارد یا نہ؟

(۳) سوم ایں کہ بر تقدیر اشتمال ودلالت آں عبارت بر استخفاف وانتقاص شان آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حال وحکم مرتکب آں شرعاً چیست؟ واُو از روئے دین وملت کیست؟

الرسالة السادسة

(۱) جواب سول اول ایں است کہ کلام قائل مذکور از سرتا پا کذب وزور وفریب وغریب است۔ چہ اُونفی بودنِ شفاعت برائے نجات گنہگاراں ونفی شفاعت وجاہت وشفاعت محبت از آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحضرت سائر انبیا وملائکہ واصفیا می کند۔ ایں اعتقاد اُو خلافِ کتاب مبین واحادیث سید المرسلین واجماع المسلمین است، کما ثبت فی المقام الاول مفصلاً، وقد بان بطلان بعض کلماتہ فی المقام الثانی۔

(۲) جواب سوال دوم ایں است کہ کلام اُو بلاتردد واشتباہ بر استخفافِ منزلت وجاہِ آں سرورِ مقربانِ بارگاہِ حضرت الٰہ وانتقاص شان سائر انبیا وملائکہ واصفیا وشیوخ واولیا اشتمال ودلالت دارد، چناں چہ درمقام ثالث مذکور وفیما سبق مبرہن ومسطور است۔

(۳) وجواب سوال سوم ایں است کہ قائل ایں کلام لا طائل از روئے شرع مبین بلاشبہ کافر وبے دین است، ہرگز مومن ومسلمان نیست، وحکم اُو شرعاً قتل وتکفیر است، وہر کہ در کفر اُو شک آرد، یا تردد دارد، یا ایں استخفاف را سہل انگارد، کافر وبے دین ونا مسلمان ولعین است۔ (تحقیق الفتویٰ قلمی نسخہ- سیف الجبار ص ۸۸)

بھارت کے علمائے مصدقین

(۱) مولانا محمد شریف (۲) مولانا حاجی محمد قاسم (۳) مولانا محمد حیات الآری (۴) مولانا کریم اللہ فاروقی (۵) مولانا رشید الدین خاں (۶) مولانا مخصوص اللہ (۷) مولانا محمد رحمت (۸) مولانا عبد الخالق (۹) مولانا محمد عبد اللہ (۱۰) مولانا محمد موسیٰ (۱۱) مولانا خادم محمد (۱۲) مولانا شاہ احمد سعید مجددی (۱۳) مولانا محمد شریف (۱۴) مولانا محمد حیات (۱۵) مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی (۱۶) مولانا رحیم الدین (۱۷) مولانا محبوب علی۔ (تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ ص ۲۴۹، ۲۵۰- الممتاز پبلی کیشنز لاہور)

تصدیق علمائے حرمین طیبین

علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے شاگرد مولانا منور الدین دہلوی (م ۱۲۷۳ھ- ۱۸۵۷ء) نے اسماعیل دہلوی کی ضلالت کے ردوابطال میں اہم کردار نبھایا۔ اسماعیل دہلوی کے کفر فقہی کی تصدیق علمائے حرمین طیبین سے کرائی۔ قاضی فضل احمد لدھیانوی نے اس فتویٰ کی مختصر سی عبارت نقل فرمائی، اور مصدقین کے اسمائے گرامی تحریر فرمائے ہیں، وہ عبارت اور اسمائے مصدقین ذیل میں مرقوم ہیں۔

{لاشک فی بطلان المنقول من تفویة الایمان وکونہ موافقًا للنجدیة وماخوذًا من کتاب التوحید لقرن الشیطان–وایضًا لہ نسبت تفویة الایمان–ومؤلف ان ھذا الدجال والکذاب استحق اللعنة من اللّٰہ تعالٰی وملٰئکتہ واولی العلم وسائر العٰلمین–اعلم ان کلام ھذا الدجال کلہ سبُّ الانبیاء والاستھزاء بسنن المرسلین وعداوة بعلوشان المرفوع الذکر صلی اللّٰہ علیہ وسلم الدرجة القصوٰی لایصور المزید علیھا فھوملعون مطرود ساقط من عین اللّٰہ لیس لہ فی الاسلام نصیب ولمعاونیہ وناصریہ اجمعین–لعنة اللّٰہ بعدد رمل القفار واوراق

الاشجار ـ الخ }(انوار آفتاب صداقت ص ۵۳۳،۵۳۴- کتب خانہ سمنانی اندر کوٹ میرٹھ)

تصدیق فرمانے والے علمائے حرمین طیبین کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

مکہ معظّمہ کے علمائے کرام

(۱)مولانا شیخ عمر جمال (۲) مولانا سید احمد دحلان (۳) مولانا عبدالرحمٰن (۴) مفتی محمد کبتی مکی۔

مدینہ منورہ کے علمائے کرام

(۱) مفتی سید مسعود حنفی (۲) مولانا محمد بالی (۳) مولانا سید یوسف العربی (۴) مولانا سید ابو محمد طاہر صدیقی (۵) مولانا ابو السعادات محمد (۶) مولانا عبدالقادر الایتاوی (۷) مولانا مولوی محمد اشرف خراسانی ولایتی (۸) مولانا شمس الدین ولد عبدالرحمٰن۔

مولانا منورالدین دہلوی (م ۱۲۷۳ھ)،ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیرالدین دہلوی (۱۸۳۱ء-۱۹۰۸ء) کے نانا تھے۔

ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء-۱۹۵۸ء) نے لکھا: ''مولانا محمد اسماعیل شہید، مولانا منورالدین کے ہم درس تھے۔شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب انہوں نے تقویۃ الایمان اور جلاء العینین لکھی اوران کے مسلک کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علما میں ہل چل پڑ گئی۔ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی، بلکہ سربراہی مولانا منورالدین نے دکھائی۔متعدد کتابیں لکھیں ۱۲۴۰ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد میں کرایا۔تمام علمائے ہند سے فتویٰ مرتب کرایا، پھر حرمین سے فتویٰ منگوایا۔اس معاملے میں مولانا فضل حق خیرآبادی اور دیگر علما ان کے شریک ومعاون تھے''۔(آزاد کی کہانی ص ۲۸- مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور)

تقویۃ الایمان کا رد وابطال

تقویۃ الایمان کے رد میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں، جن کی تعداد ایک سو سے زائد بتائی جاتی ہے۔دہلوی کے عم زادہ مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین دہلوی نے ''معید الایمان'' اور مولانا موسیٰ بن شاہ رفیع الدین دہلوی نے ''حجۃ العمل فی ابطال الحیل'' تحریر فرمائی۔

خاکسار نے بھی پانچ جلدوں میں ''تزکیۃ القلوب والاذہان من اباطیل تقویۃ الایمان'' رقم کی ہے: تقبل اللہ منی قبولا حسنا(آمین)

تقویۃ الایمان کے رد میں تحریر کردہ بہت سی کتابیں غیر مطبوع ہیں۔بمشکل پچیس تیس کتابیں شائع ہوسکیں۔کتاب التوحید کے رد میں تحریر کردہ کتابیں بھی تقویۃ الایمان کا رد ہیں، کیوں کہ دونوں کتابوں کے مضامین ایک ہی طرح ہیں۔

تقویۃ الایمان اور گنگوہی

مسلک دیوبند کے مجتہد مطلق رشید احمد گنگوہی (۱۸۲۸ء-۱۹۰۵ء) نے تقویۃ الایمان اور اسماعیل دہلوی کے بارے میں لکھا:

(۱) کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور رد شرک وبدعت میں لاجواب ہے۔استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور

احادیث سے ہیں۔اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۱)

(۲) بندہ کے نزدیک سب مسائل اس (تقویۃ الایمان) کے صحیح ہیں، گرچہ بعض مسائل میں بظاہر تشدد ہے، اور توبہ کرنا ان کا بعض مسائل سے محض افترا اہل بدعت کا ہے، اور اگر ان کو بزرگ نہ جانے، جھوٹے حالات ان کے سن کر، تو معذور ہے، اور اگر کتاب کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے، تو وہ مبتدع فاسق ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۴)

(۳) کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوت واصلاح ایمان کی ہے اور قرآن وحدیث کا مطلب پورا اس میں ہے۔اس کا مؤلف ایک مقبول بندہ تھا، اور مولیٰنا محمد اسحٰق دہلوی، ولی، کامل، محدث، فقیہ، عمدہ مقبولین حق تعالیٰ کے تھے۔جو کوئی ان دونوں کو کافر یا بد جانتا ہے، وہ خود شیطان ملعون حق تعالیٰ کا ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۰)

(۴) مولوی محمد اسماعیل صاحب عالم متقی اور بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن وحدیث پر پورا عمل کرنے والے اور خلق اللہ کو ہدایت کرنے والے تھے، اور تمام عمر اسی حالت میں رہے۔آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھوں سے شہید ہوئے، پس جس کا ظاہر حال ایسا ہو، وہ ولی اللہ اور شہید ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۱)

دہلوی کی جنگ کے حالات وحقائق

جہاد کی حقیقت اور سرحدی مسلمانوں کے ہاتھوں پیر ومرید کا قتل

دہلوی کے جہاد کی حقیقت معلوم کرنے ''حقائق تحریک بالاکوٹ'' مؤلفہ شاہ حسین گردیزی پاکستانی اور ''امتیاز حق'' مؤلفہ راجا غلام محمد پاکستانی کا مطالعہ کریں۔مذکورہ دونوں کتابیں معتبر ومستند ہیں۔ذیل میں مذکورہ دونوں کتابوں کے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں، جن سے واضح ہو جائے گا کہ اسماعیل دہلوی آخری وقت تک وہابی عقائد ونظریات پر قائم رہا اور اسی سبب سے سرحد کے سنی افغانی پٹھانوں نے پیر ومرید دونوں کو بالاکوٹ جنگ میں ہلاک کر دیا اور مسلمانوں کے سر پر منڈلانے والا ایک بڑا فتنہ ختم ہو گیا۔

اگر اسماعیل دہلوی اپنی گمرہی سے حقیقی طور پر تائب ہو کر سنی مذہب اختیار کر لیتا تو پھر سرحدی مسلمانوں سے اختلاف ختم ہو جاتا۔ سرحدی مسلمانوں نے اسماعیل دہلوی کے غلط اعتقاد کے سبب ہی اس سے اختلاف کیا تھا اور الگ ہو گئے تھے۔شروع میں بہت سے لوگ لاعلمی کے سبب اس کے ساتھ ہو گئے تھے، پھر حقیقت سے آشنائی کے بعد لوگ رفتہ رفتہ وہابیوں سے الگ ہوتے گئے۔

بادشاہ بننے کا خواب

دہلوی نے نجدی کا باطل مذہب بھی قبول کیا اور اس کی فکر جہاں بانی کو بھی اختیار کیا۔ممکن ہے کہ یہ سب کچھ انگریزوں کی طرف سے القا ہوا ہو، اسی لیے انگریز قدم قدم پر دہلوی کے جہاد کی حمایت وتعاون کرتا نظر آتا ہے۔ابن عبد الوہاب نجدی کو بھی انگریزوں نے ہی پروان چڑھایا تھا اور ابن سعود وابن عبد الوہاب کے ذریعہ ترکی کی سلطنت عثمانیہ کو کمزور کر دیا تھا۔

الرسالة السادسة

راجا غلام محمد نے عبدالقیوم وہابی کے حوالہ سے تحریر کیا:

''نجد میں امام محمد بن عبدالوہاب کی کامیابی نے شاہ اسماعیل کی ہمت اور جرأت اور بھی بڑھادی۔ میدان جنگ منتخب ہوا۔ قرعہ فال بالاکوٹ کے نام نکلا۔ ہندوستان بھر کے مجاہد وہاں جمع ہونے لگے۔ اپنے آباواجداد کے خیال کے مطابق شاہ اسماعیل ہندوستان میں پاکستان یعنی خلافت اسلامیہ کی بنیاد رکھنا چاہتے تھے''۔ (مضمون: تجدید واحیاء ملت از پروفیسر عبدالقیوم- کتاب شاہ اسماعیل شہید ص۱۴۲)

یہ کیسی خلافت اسلامیہ ہے جس کی بنیاد اسلام کے ازلی دشمن نصاریٰ کی امداد سے رکھی جاتی ہے۔ جو نصاریٰ کے مخالفین سے جنگ کرنا سکھاتی ہے۔ جو مسلمانوں کو فرقوں میں تقسیم کرتی ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کو دلوں سے مٹانے کے لیے کوشاں ہے''۔

(امتیاز حق ۹۷- مکتبہ قادریہ لاہور)

الہام فرنگ

شاہ حسین گردیزی نے لکھا: ''سید صاحب نے انگریزوں کے ایماواشارہ اورامداد سے سکھوں کے خلاف جہاد کی تیاری کی''۔

(حقائق تحریک بالاکوٹ ص۸۴- بزم عاشقان مصطفےٰ ﷺ لاہور)

انگریزوں کی سازش

انگریزوں نے غداروں کی مدد سے ٹیپو سلطان کی قوت کو کچل کرر کھ دیا۔ مرہٹوں کا زور توڑ دیا۔ اب سکھ قوم راستے کی رکاوٹ تھی۔ سید احمد رائے بریلوی کے ذریعہ اس کا زور توڑنے کی کوشش ہوئی۔ ساتھ ہی ساتھ سرحدی مسلمان بھی انگریزوں کے بڑے خطرناک دشمن تھے، اس لیے انگریزوں کے الہام سے رائے بریلوی نے سرحدی پٹھانوں پر بھی ہاتھ صاف کرنا چاہا۔ ہزاروں کی تعداد میں مسلمانوں کا خون بہایا۔ آخر کار پٹھانوں ہی کے ہاتھوں پیرومرید دونوں بالاکوٹ میں ڈھیر ہو گئے۔

ان لوگوں کی تعلیم سے متأثر ہو کر چند پٹھان وہابی مذہب اختیار کر چکے تھے، اس لیے گرچہ پیرومرید کی موت سے جنگ ختم ہوگئی، لیکن تفریق بین المسلمین کے جراثیم باقی رہ گئے، اور مسلمانوں کو ایک نئی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ رائے بریلوی کی موت کے بعد وہابیوں نے یہ اعلان کیا کہ رائے بریلوی امام مہدی تھا، جو آسمانوں کی طرف اٹھالیا گیا ہے، اور پھر اس دنیا میں واپس آئے گا۔ رفتہ رفتہ ساری حقیقت ظاہر ہوگئی اور فریب کاری کا طلسم ٹوٹ گیا۔

اسماعیل دہلوی نے دیکھا کہ نجدیوں نے انگریزوں پشت پناہی حاصل کر کے نجد کے ایک بڑے علاقے پر قبضہ کیا اور بادشاہ بن بیٹھے۔ ہند میں وہی طریقہ آزمانے کے لیے اس نے در پردہ فرنگیوں سے گٹھ جوڑ کیا اور جو علاقے انگریزوں کے دائرۂ حکومت سے باہر تھے، اسے میدان کارزار بنایا۔ انگریزوں کو یہ اطمینان تھا کہ اگر دہلوی ان علاقوں پر ہماری مدد سے قابض ہوگا تو ہمارا تابعدار ہی رہے گا، اور ابھی ان غیر مفتوحہ علاقوں کے حکام تو انگریزوں کے مخالف تھے، اسی لیے انگریزوں نے دل کھول کر دہلوی کی حمایت ونصرت کی، نیز یہ کہ اگر

دہلوی کچھ علاقوں کا حکمراں ہو جائے تو انگریزوں کا بنایا ہوا مذہب وہابیت کو بھی فروغ مل سکے گا۔اس وقت انگریز ہندوستان کے تمام صوبہ جات پر قابض ہو چکے تھے۔صرف چار صوبے یعنی پنجاب،صوبہ سرحد، ملتان اور کشمیر میں انگریزوں کا عمل دخل نہیں تھا۔

راجا غلام محمد نے تحریر فرمایا:

''عقائد کے متعلق اختلاف تو اسماعیل صاحب کی ابتدا تھی۔اس تحریک کی اساس ہی مسلمانوں کی دین اور پیغمبر دین سے محبت کو کم کرنے پر تھی۔چنانچہ اسماعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان کے رد میں بے شمار کتابیں فوراً لکھی گئیں، پھر یہ حقیقت بھی ایک بہت بڑا سوال ہے کہ ایک لاکھ کی جمعیت انگریز کی نگاہوں سے پوشیدہ کیسے رہی، اور وہ اس سے صرف نظر کس مقصد کی خاطر کرتے رہے؟

محمد میاں مصنف ''علمائے ہند کا شاندار ماضی'' اپنے اسی مضمون میں لکھتے ہیں: ''الحاصل انگریزی حکومت نے ہندوستان کے تمام صوبوں پر مضبوطی سے قبضہ کرلیا۔صرف پنجاب، کشمیر،صوبہ سرحد اور ملتان اس کے اقتدار سے خالی تھا،مگر اس پر سکھوں کے قبضے نے شمال مغربی ہندوستان اور اس کے آس پاس کے مسلمانوں کی راہ بند کردی تھی''۔(شاہ اسماعیل شہید ص ۱۸۵)

اور تحریک مجاہدین کا میدان کارزار پنجاب اور سرحد بنے، جو انگریزوں کے مکمل ہندوستان پر کنٹرول کے راستے میں رکاوٹ تھے، اور مجاہدوں کے کئی سیرت نگاروں کے بقول وہ کشمیر جانے کا بھی ارادہ کرتے ،تا کہ انگریزوں کا کوئی ایسا مخالف نہ رہ جائے ،جن سے یہ جہاد نہ کرلیں''۔(امتیاز حق ص ۹۸ -مکتبہ قادریہ لاہور)

اسماعیل دہلوی کی جنگ

جس طرح نجدی نے جنگ وجدل کے ذریعہ نجد کے علاقوں پر قبضہ کیا۔اسماعیل دہلوی نے بھی ویسا ہی ارادہ کیا اور ناکامی ہوئی۔

شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی نے لکھا: ''میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تقویۃ الایمان لکھ کر مولانا اسماعیل نے محمد بن عبدالوہاب کی پیروی میں ابتدائی قدم اٹھایا ہے، اور آخری قدم آپ کی تحریک جہاد ہے، کیوں کہ آپ نے دیکھ لیا کہ محمد بن عبدالوہاب کو اس وقت کامیابی ہوئی جب ان کو ''رکن شدید'' کی پشت پناہی حاصل ہوگئی۔چناں چہ آپ نے جہاد کی راہ ہموار کی۔ابتدائی مراحل خیر وخوبی سے طے ہوئے ،اور آپ اپنے پیرو مرشد اور رفقا کی معیت میں برائے جہاد روانہ ہوئے۔چوں کہ اس تحریک میں نجدیت کے اثرات نمایاں ہیں،اس لیے مختصر طور پر اس کا بیان کرتا ہوں۔

جہاد: دوشنبہ ۷: جمادی الآخرہ ۱۲۴۱ھ (۱۷/جنوری ۱۸۲۶ء) کو مولانا اسماعیل اپنے پیرو مرشد جناب سید احمد اور مجاہدین کی ایک جماعت کے ساتھ رائے بریلی سے جہاد کے واسطے روانہ ہوئے۔یہ قافلہ گوالیار، اجمیر، سندھ، بلوچستان، قندھار، مقُر، غزنی، کابل ہفت آسیاب، چار باغ، جلال آباد، پشاور ہوتا ہوا ماہ جمادی الاولی ۱۲۴۲ھ (دسمبر ۱۸۲۶ء) کو چارسَدَہ کے علاقے ہَشت نگر پہنچا۔ابھی ایک مہینہ نہیں گذرا تھا کہ آپ نے اپنے پیرو مرشد کو امام برحق اور امیر المؤمنین بنادیا۔اس سلسلے میں مولانا اسماعیل نے لکھا ہے۔

''ہر کہ امامت آں جناب ابتداءً قبول نہ کند یا بعد القبول انکار نماید، پس ہموں است باغی مستحل الدم کہ قتل او مثل قتل کفار عین

جہاد است، وہتک او مثل سائر اہل فساد عین مرضی رب العباد۔ چہ امثال ایں اشخاص بہ حکم حدیث متواترہ از جملہ کلاب رفتار وملعون اشرار اند۔ ایں است مذہب ایں ضعیف بدیں مقدمہ، پس جوابات اعتراضات معترضین ضرب بالسف است، نہ تحریر وتقریر''۔

یعنی پس جو شخص آں جناب کی امامت ابتدا ہی سے قبول نہ کرے، یا قبول کرنے کے بعد اس سے انکار کرے، وہ ایسا باغی ہے کہ اس کا خون بہانا حلال ہے، اور اس کا قتل کرنا کافروں کے قتل کی طرح عین جہاد ہے۔ اس کی ہتک کرنی فسادیوں کی ہتک کی طرح رب العلمین کی عین مرضی، کیوں کہ ایسے لوگ احادیث متواترہ کے حکم سے کتے کی چال چلنے والے ملعونین اشرار ہیں۔ اس معاملے میں عاجز کا یہی مسلک ہے، لہٰذا اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات کا جواب تلوار کی مار ہے، نہ تحریر وتقریر''۔

(مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۸۳)

شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی نے لکھا: ''دوشنبہ ۷: جمادی الآخرہ ۱۲۴۱ھ، ۱۷: جنوری ۱۸۲۶ء کو رائے بریلی سے مجاہدین کا قافلہ چارسدہ ہشت نگر کو روانہ ہوا، اور جمعہ ۲۴: ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ، ۶: مئی ۱۸۳۱ء کو سکھوں کے ہاتھ سے سب نے جام شہادت پیا۔ قمری حساب سے ۵: سال، ۵: مہینے، ۱۷: دن۔ شمسی حساب سے ۵: سال، ۳: مہینے، ۲۰: دن یہ تحریک چلی۔ مولانا اسماعیل نے نجدی کی پیروی میں وہی قدم اٹھایا جو نجدی اٹھا چکا تھا کہ جو شخص اس کی تعلیمات کو تسلیم نہ کرے، وہ قتل کیا جائے، اور یہ مسلک اہل اہوا کا ہے۔ اس تحریک سے اسلامیان ہند کی جمعیت پراگندہ ہوئی، سکھوں کی قوت میں کمزوری آئی، اور فرنگ خذلہم اللہ کو فائدہ پہنچا۔ ۱۸۵۷ء میں جب علمائے حق نے جہاد کا فتویٰ دیا، پروردگارانِ فرنگ نے اس کی مخالفت کی''۔ (مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۹۷، ۹۸)

انگریزوں کی دوستی

پروردگاران فرنگ سے وہابی لیڈران مراد ہیں۔ اس کے بعد مؤلف نے جنگ غدر سے متعلق وہابیوں کے چند مخالفانہ اقوال نقل کیے، جن سے وہابیہ کی انگریز دوستی بالکل عیاں ہو جاتی ہے۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور محمد بن سعود نے بھی سنی مسلمانوں سے جنگ کی اور ان کے علاقوں پر قبضہ کیا اور وہاں سے سلطنت عثمانیہ ترکیہ کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ اسماعیل دہلوی نے بھی سرحدی علاقوں کے سنی مسلمانوں سے جنگ کی اور ان کے علاقوں پر قابض ہونے کی کوشش کی، لیکن ناکام ہوا۔

پہلی جنگ مسلمانوں سے

عاشق الٰہی میرٹھی نے لکھا: ''حضرت مولوی رشید احمد گنگوہی نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ حافظ جانی ساکن انبیٹھ نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ہم قافلہ میں ہمراہ تھے۔ بہت سی کرامتیں وقتاً فوقتاً حضرت سید صاحب سے دیکھیں۔ مولوی عبدالحیٔ صاحب لکھنوی اور مولوی اسماعیل دہلوی اور مولوی محمد حسین صاحب رامپوری بھی ہمراہ تھے، اور یہ سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاز میں شریک تھے۔ سید صاحب نے پہلا جہاد مسمّٰی یار محمد خاں حاکم یاغستان سے کیا تھا''۔ (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۷۰)

الرسالة السادسة

توضیح: اگران پیرومرید کوسکھوں سے جنگ کرنا تھا تو پنجاب جانا تھا۔ یہ لوگ سرحدی علاقوں میں کیوں پہنچے؟ درحقیقت انگریزوں کے دشمن سکھ بھی تھے اور سرحدی افغانی مسلمان بھی۔ان کی سرکوبی کے لیے دہلوی کو تیار کیا گیا۔ یہ لوگ وہاں انگریزوں کی حمایت میں جنگ کرنے گئے تھے۔اس جنگ کا اعلاء کلمۃ اللہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔مسلمانوں سے جنگ کر کے انہوں نے مسلم علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ پہلی جنگ مسلمانوں سے کرنے کا مطلب یہی ہے کہ ان لوگوں کا مقصد انگریزوں کے مخالفین سے جہاد کرنا اور انہیں کمزور کرنا تھا، خواہ وہ مخالف مسلمان ہوں یا سکھ، یا کوئی اور قوم۔نجدیوں نے بھی ترکوں کے علاقوں پر قبضہ کر کے انگریزوں کا مقصد پورا کیا تھا، یعنی سلطنت ترکیہ عثمانیہ اسلامیہ میں خلفشار مچانا اور سلطنت اسلامیہ کو کمزور کرنا۔

اقتباس بالا میں عبدالحئ لکھنوی کا ذکر ہے۔عبدالحئ لکھنوی فرنگی محلی لکھنوی یا عبدالحئ رائے بریلوی لکھنوی کی پیدائش سید احمد رائے بریلوی کی موت کے بہت بعد ہے۔ یہ عبدالحئ بڈھانوی ہے، یا مذکورین کے علاوہ کوئی دوسرا عبدالحئ لکھنوی ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا سرحدی مسلمانوں نے ہندوستانی مسلمانوں کو مدد کے لیے بلایا تھا؟

اگرانہیں تعاون کی ضرورت ہوتی تو افغانی سرداروں سے مدد لے سکتے تھے،لیکن حالات یہی بتاتے ہیں کہ انہیں کسی بیرونی مدد کی ضرورت نہیں تھی۔اگر تمام سرحدی سردار متحد ہو جاتے تو سکھوں کو مسلمانوں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہ ہوتی،اوراسی عہد میں بعض ایسے بھی جیالے تھے جن کے نام سے سکھ کانپتے تھے۔

علامہ گردیزی نے لکھا: ''سرحدی مسلمان اور سکھ طویل عرصہ سے باہم خون بہاتے رہے۔سردار پاینده خاں بڑا بہادراور بارعب سردار تھا۔ ہمیشہ سکھوں کو تاخت وتاراج کرتا رہا۔سکھوں کو تنول پر نظر اٹھانے کی کبھی ہمت نہ ہوئی۔سید مرادعلی گڑھی لکھتے ہیں: ''اوپر مانسہرہ وشنکاری وغیرہ کے چند بار سردار پائندہ خاں نے شب خون مارا۔باوجود موجود ہونے فوج گراں سکھاں کے بہ حالت شب خون کوئی مقابلہ خان موصوف کا نہ کرسکا۔سکھ ورعایا کہ نام پائندہ خاں کا سنتے ہی دل تھرتھراجاتا تھا۔ایسارعب پائندہ خاں کو پروردگار نے دیا تھا''۔

(تاریخ تناولیاں ص ۴۸) (حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۱۳۷- بزم عاشقان مصطفےٰ ﷺ لاہور)

الہام کاذب

شاہ حسین گردیزی نے لکھا: ''سید صاحب اپنے الہامی قول کے مطابق سکھوں سے جہاد کے لیے سرحد آئے تھے،لیکن یہ سب کچھ زبانی جمع خرچ تھا۔انہوں نے سکھوں سے زیادہ جنگیں مسلمانوں سے کیں۔ان میں مذہبی منافرت پیدا کی،اور بے شمار مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔پہلی شب خون جو اکوڑہ میں بیس دسمبر ۱۸۲۶ء کو ہوئی،اور آخری معرکہ بالاکوٹ میں ۶: مئی ۱۸۳۱ء کو ہوا۔اس ساڑھے چار سالہ درمیانی عرصہ میں سید صاحب نے کل چھوٹی بڑی پندرہ ۱۵: جنگیں کیں،جن میں خالص سکھوں سے صرف پانچ جنگیں ہوئیں۔ان میں بھی جنگ صرف ایک ہوئی، باقی چار شب خون مارے گئے۔ان پانچ معرکوں میں سے سید صاحب بذات خود صرف جنگ شیدو میں شریک ہوئے، باقی چار کے قائد یہ تھے۔(۱) اکوڑہ: اللہ بخش مورائیں (۲) ڈمگلہ: شاہ اسماعیل دہلوی (۳) شنکیاری: شاہ اسماعیل دہلوی (۴)

مظفرآباد: مولوی خیرالدین شیرکوٹی''۔(حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۸۹-بزم عاشقان مصطفےٰ ﷺ لاہور)

جنگ شیدو

علامہ گردیزی نے لکھا:''سرحدی مسلمانوں کی اسلام دوستی اور سکھ دشمنی کی مثال اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ تھوڑی سی مدت میں ایک لاکھ مسلمان سیدصاحب کی قیادت میں جمع ہوگئے۔جناب غلام رسول مہر لکھتے ہیں:''دومہینوں میں اسی ہزار سرحدی عوام جہاد کے لیے فراہم ہوگئے۔سرداران پشاور کالشکر اس سے الگ تھا،اس کی تعداد بیس ہزار بتائی جاتی تھی''۔(حیات سید احمد شہید ص ۳۶۵)

اتنی بڑی فوج کیوں اور کیسے جمع ہوئی؟غلام رسول مہر لکھتے ہیں:''اسی ہزار کی فراہمی میں سب سے بڑا حصہ فتح خاں پنجتاری، اشرف خاں اور خادی خاں کا تھا''۔(حیات سید احمد شہید ص ۳۶۵)

گویا سرحدی مسلمان سکھوں سے جہاد کے جذبہ میں سرشار تھے،اوران تین سرداروں کی آواز سنتے ہی مستعد ہوگئے۔دوماہ کی قلیل مدت میں ایک لاکھ سرحدی مسلمانوں کا جمع ہونا غیر معمولی بات تھی۔موضع شیدو میں دونوں لشکر جمع ہوئے۔سکھ لشکر کے بارے میں غلام رسول مہر لکھتے ہیں:''سکھ فوج تیس پینتیس ہزار سے کم نہ تھی''۔(حیات سید احمد شہید ص ۳۶۶)

یعنی سکھ لشکر مسلمان لشکر کے تیسرے حصے سے بھی کم تھا۔جنگ شروع ہوئی۔سیدصاحب فیل پر سوار لشکر کے عقب میں تھے(حیات سید احمد شہید ص ۳۷۸)بڑے زور کی جنگ ہوئی۔قیادت کی عاقبت نا اندیشی،کورچشمی اورنااہلی کی وجہ سے مسلمانوں کو شرمناک شکست ہوئی۔۳۰/۳۵ ہزار سکھوں کے مقابلے سے ایک لاکھ اصحاب فیل میدان جنگ سے ایسے بھاگے کہ ایک دوسرے کوروندے چلے جارہے تھے۔سیدصاحب کے ہاتھی کو تیز بھگانے کی کوشش کی گئی،لیکن اس کی سست رفتاری کے باعث سیدصاحب گھوڑے پر سوار ہوکر بھاگے،یا بھگائے گئے''۔(حیات سید احمد شہید ص ۳۷۹)

اس طرح تمام لشکر تتر بتر ہوگیا۔غلام رسول مہر لکھتے ہیں:''ہندوستانی غازی بھی مختلف گروہوں میں بٹ گئے۔چند آدمی سید صاحب کے ساتھ تھے۔ایک جماعت مولانا شاہ اسماعیل کی معیت میں تھی۔ایک گروہ اکوڑہ پہنچ گیا''۔(حیات سید احمد شہید ص ۳۷۹)

یعنی سیدصاحب اورآپ کے رفقا سکھوں سے ایسے ہراساں ہوئے کہ ہرایک''خوف جاں''سے بھاگ رہا تھا۔اسے دوسروں کا خیال نہ تھا۔خودشاہ اسماعیل اپنے پیرطریقت کو چھوڑ کر پشاور کی طرف نکل گئے۔غالباً سب سے ہراساں خودسیدصاحب تھے۔میدان جنگ سے تیز رفتار گھوڑے پر دریا کو عبور کرنے موضع سرپہنچے۔وہاں سے ناکامی کے بعد دریائے ناگماں اور دریائے سوات کے سنگھم پر پہنچے۔جلدی میں گھوڑے سے دریا میں گرگئے۔دریا پارکر کے بھابڑہ گئے۔وہاں سے ڈاگئی،گوجرگڑھی،محبّ سرخ ڈھیری اور باغ کے راستے چنگلئی پہنچے۔چنگلئی ایک محفوظ ترین مقام تھا۔سیدصاحب نے سکھوں کے خوف سے بڑی سرعت سے تقریباً کئی سومیل سفر کے بعد قیام کیا۔یہ تھی جنگ شیدو کی داستان،جو بڑی رنگ آمیزی سے بیان کی جاتی ہے۔اگر یہ واقعی جہاد تھا تو میدان جہاد سے فرار ہونے والوں کے بارے میں قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرنا ہوگا''۔(حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۹۰ تا ۹۲-بزم عاشقان مصطفےٰ ﷺ لاہور)

مقصد ثانی پر عمل

شاہ حسین گردیزی نے رقم فرمایا: ''جب سید صاحب میں سکھوں سے تاب جنگ نہ رہی تو مسلمانوں کی طرف رخ موڑا، اور اپنے اس مشن اور مقصد میں تبدیلی کر لی جو ہندوستان سے لے کر چلے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جہاد اسی صورت میں تائید آسمانی کے نزول کا باعث بن سکتا ہے کہ سب لوگ حقیقی معنی میں مسلمان بن جائیں۔ جو کچھ کریں، خدا کی رضا کے لیے کریں۔ اسی صورت میں اطاعت امام کی حقیقت سے وہ آگاہ ہو سکتے ہیں۔ اسی صورت میں بدعات ومنکرات اور معصیت امام سے پاک ہو کر خدا اور رسول اور اولی الامر کی فرماں برداری کا حق ادا کر سکتے ہیں''۔ (حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۹۴-بزم عاشقان مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم لاہور)

تفریق بین المسلمین

شاہ حسین گردیزی نے لکھا: ''اب سکھوں کو نظر انداز کر کے مسلمانوں کو مسلمان بنانے (یا کافر بنانے) کی تحریک شروع ہوئی۔ یہیں سے تفریق بین المسلمین کی ابتدا ہوئی۔ مسلمان، سنی و وہابی کے دو گروہوں میں تقسیم ہوئے، اور ملت اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ سید صاحب کے متبعین جنہیں وہابی کہا جاتا ہے۔ آج ڈیڑھ سو سال بعد بھی سنی مسلمانوں کو کافر و مشرک تصور کرتے ہوئے مشرف باسلام کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ کاش کہ وہ خود کی اصلاح کے بعد کافروں کو مسلمان کرنے میں اپنی قوت صرف کرتے''۔

(حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۹۵-بزم عاشقان مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم لاہور)

جنگ کے مقاصد کیا تھے؟

دہلوی ورائے بریلوی کو انگریزوں نے دو مقصد سے سرحد کی جانب بھیجا تھا۔ پہلا مقصد یہ کہ سکھوں پر قبضہ جمایا جائے، اور اس سے بھی اہم مقصد سرحدی افغانی مسلمانوں کو کچلنا تھا، کیوں کہ افغانی مسلمان بڑے ہی غیور اور بہادر صفت تھے۔ تفریق بین المسلمین تو انگریزوں کا خاص ایجنڈا تھا، تاکہ مسلمان متفرق ہو جائیں اور سلطنت مغلیہ کی حمایت پر کمر بستہ نہ ہو سکیں۔ ہندوستان میں علمائے اہل سنت نے اسماعیل دہلوی کے مذہب جدید یعنی وہابیت کی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ اسماعیل دہلوی پر کفر کا فتویٰ عائد کیا جا چکا تھا۔ اب انگریزوں کو دہلوی کے لیے نیا میدان تلاش کرنا تھا اور وہ سرحدی علاقہ تھا، جہاں علمائے دین کی تعداد نسبتاً کم تھی، اور سرحدی مومنین ان لوگوں کے حقائق سے بھی ناآشنا تھے۔ اس وقت وہابیت تو نہ پھیل سکی، لیکن اس کے جراثیم باقی رہ گئے۔ رفتہ رفتہ وہ چنگاری شعلوں سے بدل گئی۔ بعض نیم وہابی ہوئے، بعض لایعودون تک پہنچے۔ حال یہ کہ بدمذہبیت کے جراثیم سے سنی برادران کو بچانا بھی ایک مشکل امر ہو گیا۔

راجا غلام محمد رقمطراز ہیں: ''سر جان میلکم نے لکھا: ''ہماری حکومت کی حفاظت اس پر منحصر ہے کہ جو بڑی جماعتیں ہیں، ان کو تقسیم کر کے ہر جماعت کو مختلف طبقوں اور فرقوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے، تاکہ وہ جدا رہیں اور ہماری حکومت کو متزلزل نہ کر سکیں''۔ (مضمون برصغیر کے اسلامی مدارس-از: شمس الحق افغانی-ماہنامہ البلاغ کراچی فروری ۱۹۶۹ء) (امتیاز حق ص ۱۱۱-مکتبہ قادریہ لاہور)

الرسالة السادسة

امیر المومنین بننے کی کہانی

سید احمد رائے بریلوی کو ان کے مریدین نے سرحد پہنچنے کے ایک ماہ بعد ہی امیر المومنین کا خطاب دے دیا تھا۔اب جنگ شیدو میں سکھوں سے ذلت آمیز شکست کھانے کے بعد ۱۲: جمادی الاخریٰ ۱۲۴۲ھ کو موضع ہنڈ میں ہندوستانی مجاہدین اور سرحدی خوانین کا اجتماع ہوا۔رائے بریلوی کو سب نے بالاتفاق امیر مان لیا۔(حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۹۳-بزم عاشقان مصطفےٰ ﷺ لاہور)

پھر یکم شعبان ۱۲۴۴ھ کو پنجتار میں دوسرا اجتماع ہوا،جس میں ہندوستانی مجاہدین وسرحدی خوانین شریک ہوئے،اور رائے بریلوی کے ہاتھ پر اقامت شریعت کی بیعت ہوئی۔(حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۹۵)

مسلمانوں سے جنگ کیوں؟

راجا غلام محمد نے لکھا:''مکاتیب سید احمد'' کی اشاعت کا مقصد محمد جعفر تھانیسری مؤلف مکتوبات سید احمد شہید یوں بیان کرتے ہیں:

''سید صاحب کا جہاد صرف اس وقت کے ظالم سکھوں سے تھا،جنہوں نے اس وقت پنجاب کے مسلمانوں پر قیامت برپا کر رکھی تھی ،نہ کہ سرکار انگریزی سے''۔(مکتوبات سید احمد شہید ص ۳۱۰-مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

''(اسماعیل دہلوی نے) اس عزم کا اظہار کیا کہ سکھوں کے خلاف جو مسلمانوں کو پنجاب اور سرحد میں نیست و نابود کرنے پر تلے ہوئے تھے، جہاد کی کٹھن مہم میں شاہ صاحب کے شریک رہیں گے۔۱۸۲۵ء میں سید صاحب اور شاہ صاحب اس فیصلہ کن جہاد کی راہ پر چل پڑے۔ان کی معیت میں سات ہزار سرفروش مسلمان تھے..........ایسے سخت اور قوی دشمن کے مقابلہ پر جیسے سکھ تھے''۔(مجدد الف ثانی سے سید احمد شہید تک از محمد علی عثمانی-ماہنامہ ماہ نو کراچی خاص نمبر بیادگار تحریک آزادی ص ۱۴)

اس میں ایک وضاحت طلب بات یہ ہے کہ یہ جہاد سکھوں کے خلاف تھا، جو مسلمانوں کو نیست و نابود کرنا چاہتے تھے تو سرحد کے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی خواہش میں اپنے جہاد کا رخ انہوں نے ان کے خلاف کیوں کرنا چاہا؟

دوسرا سوال وہی ہے کہ آغاز میں جو سات ہزار فوج تھی،اس سے انگریزوں نے تعرض کیوں نہیں کیا؟ کبھی ایسا ہوا ہے کہ حکومتیں اپنے مخالفوں کو مسلح فوج بنانے دیں؟انہیں سہولتیں فراہم کریں؟ خصوصاً انیسویں صدی کے آغاز میں انگریز اس فوج سے صرف نظر کر سکتے تھے؟ (اگر یہ خود ان کے ایما پر نہ بنائی گئی ہوتی)(امتیاز حق ص ۹۹-مکتبہ قادریہ لاہور)

دہلوی کو اعتقادی اختلاف کا خطرہ

علامہ گردیزی نے رقم فرمایا:''شاہ اسماعیل یہ بات جانتے تھے کہ سرحدی مسلمان اعتقادی اختلاف کی بنیاد پر ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے،اس لیے پیش بندی کرتے ہوئے انہوں نے اجتماع پنجتار میں موجود علما سے قبل از وقت یہ فتویٰ لے لیا۔

(۱) اثبات امامت کے بعد حکم امام سے سرتابی سخت گناہ اور قبیح حرام ہے۔

(۲) مخالفوں کی سرکشی اگر اس پیمانے پر پہنچ جائے کہ قتال کے بغیر اس کا استیصال ممکن نہ رہے تو تمام مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ ان مخالفوں کی تادیب کے لیے تلواریں نکال لیں اور امام کا حکم بزور مخالفوں پر نافذ کریں۔

(۳) اس معرکہ میں لشکر امام سے جو شخص قتل ہوگا، وہ شہید و نجات یافتہ سمجھا جائے گا، اور لشکر مخالف کے مقتولین مردود و ناری متصور ہوں گے۔ ان کی حالت اکثر فاسقوں مثلاً زانیوں اور سارقوں سے بھی بدتر ہوگی، اس لیے کہ فاسقوں کے جنازے کی نماز واجب ہے، لیکن ان مخالفوں کے جنازے کی نماز بھی جائز نہیں''۔ (حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۹۷ - بزم عاشقان مصطفیٰ ﷺ لاہور)

سرحدی مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ

شاہ حسین گردیزی نے لکھا: ''جب سید صاحب امیر المومنین ہو گئے تو لوگوں کو آپ کی بیعت پر آمادہ کرنے کی کوششیں ہونے لگیں لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ منشی محمد حسین بجنوری لکھتے ہیں: ''جب کوئی امیر مسلمان اور عالم پنجاب کا ان کی طرف متوجہ نہ ہوا، جب انہوں نے ان کی تکفیر کا فتویٰ جاری کیا۔ اس فتویٰ تکفیر کے اجرا سے تمام ملک پنجاب کے امیر اور علما ناراض ہو گئے، اور جواب لکھے کہ تم وہابی مذہب ہو۔ تم سے بیعت کرنا روا نہیں''۔ (فریاد المسلمین ص ۹۸) سید صاحب کی بیعت نہ کرنے والے مسلمانوں کو کافر، منافق، باغی ایسے بے شمار خطاب ملے''۔ (حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۹۸، ۹۹ - بزم عاشقان مصطفیٰ ﷺ لاہور)

شروع میں حمایت، اخیر میں بغاوت

شاہ حسین گردیزی نے لکھا: ''سرحدی مسلمان سید صاحب کے ہم عقیدہ وہم مشرب نہ تھے، اور نہ ہی سید صاحب کے مخصوص عقائد سے باخبر تھے۔ وہ سید صاحب کو اپنی طرح کا سنی حنفی مسلمان ہی سمجھتے تھے، یہی وجہ تھی کہ شروع میں انہوں نے سید صاحب کی پرزور حمایت کی، اور جان و مال کی قربانی سے کوئی دریغ نہ کیا، لیکن سید صاحب اور آپ کے رفقا نے سرحدی مسلمانوں کی فداکاری اور جاں نثاری سے یہ غلط اندازہ لگایا کہ شاید وہ ہمارے ہم عقیدہ وہم خیال ہو چکے ہیں۔ جونہی سید صاحب اور آپ کے رفقا کی مخصوص اعتقادی سرگرمیاں شروع ہوئیں تو سرحدی مسلمان ایک ایک کر کے الگ ہونے لگے۔

چوں کہ سید صاحب بعض دوسرے مجاہدین سے قدرے مصلحت پسند تھے، اس لیے فی الوقت اعتقادی نزاع نہیں اٹھانا چاہتے تھے، مگر شاہ اسماعیل اور ان کی جماعت نے مصلحت وقت کو پس پشت ڈالتے ہوئے مخصوص عقائد کو سکھوں سے جہاد پر اولیت دیدی، اور آگے چل کر جہاد کا رخ بھی سکھوں سے مسلمانوں کی طرف ہو گیا۔ نتیجتاً جانبین سے بے شمار جانیں ضائع ہوئیں۔ سید صاحب نے جو حکومت قائم کی (اور بقول ان کے وہ اسلامی حکومت تھی) اس کی مخالفت کی سب سے بڑی اور اہم وجہ یہی اعتقادی اختلاف تھا۔

حضرت مولانا شیخ عبد الغفور اخوند سواتی درانی سرداروں کے پیر طریقت تھے۔ شروع میں آپ بھی سید صاحب کے ہمنوا تھے، لیکن مجاہدین کی وہابیانہ سرگرمیوں سے متنفر ہوئے اور وہابی مجاہدین کے خلاف تضلیل کا فتویٰ دیا۔ آپ کے ہمنوا علما میں حضرت مولانا میاں نصیر

احمد المعروف قصہ خوانی ملا، حضرت مولانا حافظ دراز پشاوری شارح بخاری اور ملا عظیم اخوند وغیرہ سرفہرست تھے۔ان علمائے کرام کے فتوے کے علاوہ ہندوستان سے بھی ایک فتویٰ آیا تھا، جو سلطان محمد خاں رئیس پشاور کے پاس محفوظ تھا،جس کے بارے میں جناب مہر لکھتے ہیں۔

''اس ملاقات میں سلطان محمد خاں نے ایک فتویٰ یا محضر خریطے سے نکال کر سید صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔اس پر بہت سی مہریں ثبت تھیں۔محضر میں خوانین سمہ سے خطاب تھا۔مضمون یہ تھا کہ سید احمد چند عالموں کو اپنے ساتھ ملا کر تھوڑی جمعیت کے ہمراہ افغانستان گئے ہیں۔وہ بظاہر جہاد فی سبیل اللہ کا دعویٰ کرتے ہیں،لیکن یہ ان کا فریب ہے۔وہ ہمارے اور تمہارے مذہب کے خلاف ہیں۔ایک نیا دین انہوں نے نکالا ہے۔کسی ولی، بزرگ کو نہیں مانتے،سب کو برا کہتے ہیں۔انگریزوں نے انہیں تمہارے ملک کا حال معلوم کرنے کی غرض سے جاسوس بنا کر بھیجا ہے۔ان کی باتوں میں نہ آنا۔عجب نہیں کہ تمہارا ملک بھی چھنوا دیں۔جس طرح بھی ہو سکے،انہیں تباہ کرو۔اگر اس باب میں غفلت اور سستی برتو گے تو پچھتاؤ گے اور ندامت کے سوا کچھ نہ پاؤ گے''۔(حیات سید احمد شہید ص ۶۵۹)

(حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۱۱۰،۱۱۱-بزم عاشقان مصطفےٰ ﷺ لاہور)

نصاریٰ سے دوستی،مسلمانوں سے دشمنی

راجا غلام محمد رقمطراز ہیں:''کچھ لوگ انگریزوں کے خلاف کوئی بات کرنا خلاف مصلحت سمجھتے رہے۔ان سے ارادت اور ان کی اطاعت پر افتخار وابتہاج ظاہر کرتے رہے۔ان کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھتے رہے۔یہ حضرات جب بالاکوٹ پہنچے،جہاں پہنچنے کے لیے انہوں نے قرعہ فال نکالا تھا تو موت نے ان کا استقبال کیا۔ان لوگوں نے سچے پکے مسلمانوں کو مشرک اور کافر قرار دیا۔ان کو مفسد اور مخالف کہہ کر اپنی ساری علمیت ان کے قتل کا جواز پیدا کرنے کے لیے،انہیں مرتد ثابت کرنے اور ان کے اموال اور جائیدادوں کو مال غنیمت قرار دینے پر صرف کر دی۔سید احمد اور اسماعیل دہلوی صاحبان ان غیر وہابی مسلمانوں کو اہل کتاب کافروں میں شمار کرتے ہیں،مگر نصاریٰ بھی تو اہل کتاب ہیں،جن سے ان کے مراسم برخورداری قائم رہے۔صرف اس لیے کہ وہ صاحبان بست وکشاد تھے۔یہ لوگ انگریزوں سے جنگ کے تصور کی مخالفت کرتے رہے،مگر اہل سنت و جماعت مسلمانوں کے قتل وخون کے جواز کی صورتیں نکالتے رہے۔

''یہاں دو معاملے درپیش ہیں۔ایک تو مفسدوں اور مخالفوں کے ارتداد کا ثابت کرنا اور قتل وخون کے جواز کی صورت نکالنا اور ان کے اموال کو جائز قرار دینا۔اس بات سے قطع نظر کہ وہ ان کے ارتداد پر یا ان کی بغاوت پر مبنی ہے۔دوسرے یہ کہ اس کا آیا کوئی سبب ہے یا کچھ اور ہے۔جب کہ بعض اشخاص کے مقابلے میں ان کا مرتد ہونا ثابت ہو چکا ہے،اور بعض کے متعلق بغاوت یا اس کا کوئی اور سبب ہے۔گرچہ پہلا طریقہ ہمارے پاس وہی تحقیق اور تفتیش کرنا ہے،کیوں کہ ہم ان فتنہ پردازوں کو فی الحقیقت مرتدوں، بلکہ اصل کافروں میں شمار کرتے ہیں،اور ان کو اہل کتاب کافروں کے مثل جانتے ہیں''۔(مکتوب مولوی محمد اسماعیل بنام سید احمد-مکتوبات سید احمد شہید ص ۲۴۱)

انگریزوں کی مخالف طاقت جانباز سرحدی مسلمان تھے۔ان کو بدکردار،منافق کہہ کر تحریک مجاہدین کے سربراہوں نے ان کی گندگی کو پاک کرنے کا مصمم ارادہ کیا،اور اس مقصد کے لیے ان پر چڑھائی کی۔خدا نے ان کو اپنے عزائم میں کامیاب نہ ہونے دیا''۔

الرسالة السادسة

(امتیاز حق ص ۱۱۵،۱۱۶-مکتبہ قادریہ لاہور)

سرحدی مسلمانوں کا ردعمل

(۱) رائے بریلوی اور دہلوی نے سرحدی مسلمانوں کے خلاف فتویٰ جاری کیا۔علمائے اہل سنت ومشائخ طریقت نے مجاہدین کے عقائد کی تفتیش کر کے انہیں خارج از اسلام قرار دیا۔

شاہ حسین گردیزی نے رقم فرمایا:''جب سرحدی مسلمانوں نے سید صاحب کے سپاہیوں کا قتل عام کیا تو سید صاحب نے بعض افراد کو اس کی علت معلوم کرنے بھیجا۔سرحدی مسلمانوں نے جو کچھ کہا،اسے مہر صاحب اس طرح لکھتے ہیں:''ہمارے پاس سلطان محمد کے خط آئے تھے کہ ہندوستان کے علما نے ہندوستانی غازیوں کو بدعقیدہ اور انگریز کے جاسوس قرار دیا ہے۔یہ تمہارا ملک بھی چھنوادیں گے،اور دین ومذہب کو بھی خراب کریں گے''۔(حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۱۱۲-بزم عاشقان مصطفیٰ ﷺ لاہور)

(۲) شیخ محمد اکرام نے لکھا:''بعض مخلص قدیم الخیال ہستیوں کو بھی سید صاحب کے بعض ساتھیوں کے طور طریقے، بلکہ عقائد بھی کھٹکتے تھے۔نتیجہ یہ ہوا کہ سرداران پشاور اور علما کا مجاہدین کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم ہو گیا۔مجاہدین کے خارج از اسلام اور واجب القتل ہونے کے فتوے دیئے گئے''۔(موج کوثر ص ۳۲)

(۳) علامہ گردیزی نے لکھا:''علامہ عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:''خادی خاں شہید حضرت مولانا اخوند عبدالغفور قدس سرہ کے مخلص مرید تھے''۔(تذکرہ اکابر اہل سنت ص ۲۴۸) اس کے علاوہ جناب غلام رسول مہر کو بھی یہ اعتراف ہے کہ زہد وریاضت کی وجہ سے خادی خاں کو بھی اخوند عبدالغفور کے ساتھ عقیدت تھی۔اخوند سوات اس زمانے میں بیکی میں مقیم تھا،اور خادی خان کے ساتھ اس کے تعلقات بہت گہرے تھے''۔(حیات سید احمد شہید ص ۴۸۶)

اس لیے جب شیخ طریقت سید صاحب اور مجاہدین کے خلاف ان کی وہابیانہ سرگرمیوں کی وجہ سے مخالفت کررہے تھے تو مریدین صادق بھی اس معرکہ کارزار میں اتر آئے،اور وہابیت کے خلاف تلواروں اور نیزوں سے جنگ شروع ہوگئی۔چناں چہ خادی خاں نے وہابی مجاہدین سے جنگ کی اور اس معرکے میں کام آیا۔اسی طرح سلطان محمد خاں کی جب مجاہدین سے جنگ ہوئی تو اس نے بھی اس وہابیانہ اعتقادی اختلاف کو دوٹوک لفظوں میں یوں بیان کیا:

''جہاد کی باتیں ابلہ فریبی کا کرشمہ ہیں۔تم لوگوں کا عقیدہ برا اور نیت فاسد ہے۔بظاہر فقیر بنے بیٹھے ہو،دل میں امارت کی ہوس ہے۔ہم نے خدا کے نام پر کمر باندھ لی ہے کہ تمہیں قتل کریں تاکہ زمین تمہارے وجود سے پاک ہو جائے''۔(حیات سید احمد شہید ص ۶۱۴)

اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سرحدی مسلمان سید صاحب اور وہابی مجاہدین کی مجاہدین کی مخالفت ان کی اعتقادی جدت اور مسلمانوں کو مشرک وکافر کہنے کی وجہ سے کرتے تھے۔سید صاحب کی سرحدی مسلمانوں سے اعتقادی جنگ تھی۔سرحد کے علما اور عوام سید صاحب اور مجاہدین کی وہابیانہ سرگرمیوں سے شدید متنفر تھے،اور آگے چل کر اسی آگ نے مجاہدین کو خاکستر کردیا''۔

(حقائق تحریک بالاکوٹ ص۱۱۶،۱۷۔ بزم عاشقان مصطفےٰ ﷺ لاہور)

مسلمانوں سے جنگ

رائے بریلوی نے سکھوں سے صرف ایک جنگ کی،اور مسلمانوں سے نو جنگ کی۔مسلمانوں کا خون بہابہا کرانگریزوں کو مضبوط کرتا رہا،آخرکار خود بھی سرحد کے سنی افغانی مسلمانوں کے ہاتھوں راہی ملک عدم ہوا۔

شاہ حسین گردیزی نے لکھا:''سید صاحب اور مجاہدین نے سرحدی مسلمانوں کو کافرومنافق قرار دیا،(اور اس سے پہلے شاہ اسماعیل اہل دہلی کو بھی اسلام بدر ہونے کا سٹوفکیٹ دے چکے تھے)،اور سکھوں سے زیادہ خطرناک اور خوفناک سمجھتے ہوئے ان سے ۹:جنگیں کیں،جس کی تفصیل یہ ہے: (۱)جنگ اوتمان زئی(۲)جنگ ہنڈ،اول(۳)جنگ زیدہ(۴)جنگ ہنڈ،دوم(۵)جنگ کنیرڑی (۶)جنگ کھلابٹ(۷)جنگ مردان(۸)جنگ مایار(۹)جنگ چھتربائی۔

یہ مسلمان سید صاحب کے بقول منافق اور کلمہ گو کافر تھے،اس لیے ان سے خوب معرکہ آرائیاں کیں۔اسلام اور مسلمانوں کو کمزور کیا۔انگریزی اقتدار کو بڑھنے یا بڑھانے کا موقع فراہم کیا۔حیرت ہوتی ہے ان کلمہ گو مسلمانوں پر جو یہ کہتے ہیں کہ سید صاحب کی تحریک سے اسلام اور مسلمانوں کو تقویت پہنچی۔اسلام کی نشأۃ ثانیہ ہوئی،اور اسی بیداری کی وجہ سے پاکستان بنا،جب کہ سید صاحب اور ان کے گروہ نے مسلمانوں کو کافر بنایا،انہیں قتل کیا اور انگریزی اقتدار کے لیے راہ ہموار کی،اور آج ان سید صاحب کو احیائے اسلام کا علمبردار قرار دیا جارہا ہے۔ہر کوتاہ نظر اور کم سواد تمام اسلامی تحریکوں کی ڈور سید صاحب کی شمشیر مسلم کش کے دستہ سے باندھنے کی فکر میں غلطاں دکھائی دیتا ہے،لیکن جو لوگ چشم حق بیں رکھتے ہیں،وہ اس مسلم کش تحریک کے نشیب وفراز سے آگاہ ہیں''۔

(حقائق تحریک بالاکوٹ ص۱۳۲۔ بزم عاشقان مصطفےٰ ﷺ لاہور)

پیرو مرید کی موت کا منظر

شاہ حسین گردیزی نے لکھا:

''آخر میں سرسید کی سنئے:''ہندوستان کے گوشہ شمال ومغرب کی سرحد پر جو پہاڑی قومیں رہتی ہیں،وہ سنی المذہب حنفی قومیں ہیں .... چوں کہ پہاڑی قومیں ان کے عقائد کی مخالف تھیں،اس لیے وہ وہابی ان پہاڑیوں کو ہرگز اس بات پر راضی نہ کر سکے کہ وہ ان کے مسائل کو بھی اچھا سمجھتے،مگر البتہ چوں کہ وہ سکھوں کے جوروستم سے نہایت تنگ تھے،اس سبب سے وہابیوں کے اس منصوبے میں شریک ہوگئے کہ سکھوں پر حملہ کیا جائے،لیکن چوں کہ یہ قوم مذہبی مخالفت میں نہایت سخت ہے،اس سبب سے اس قوم نے اخیر میں وہابیوں سے دغا کر کے سکھوں سے اتفاق کرلیا اور مولوی محمد اسماعیل صاحب وسید احمد صاحب کو شہید کردیا''۔(مقالات سرسید ج۹ص۱۳۹،۱۴۰)

سید صاحب کے سوانح نگاروں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جنگ بالاکوٹ میں سید صاحب کے خلاف سکھ اور مسلمان دونوں

متحد ہو گئے تھے۔اس وقت مسلمانوں کے سامنے دو طاقتیں تھیں۔ایک ''مارجان'' اور دوسری ''مارایمان''۔مسلمانوں نے ''مارجان'' یعنی سکھوں سے ''مارایمان'' کو ختم کرنے کے لیے اتحاد کرلیا،اور اس طرح چھ جولائی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ میں جمعہ کے روز زبردست جنگ ہوئی۔سید صاحب اپنے رفقا سمیت ہمیشہ کے لیے سو گئے۔

سید صاحب قبر میں پہنچ گئے،لیکن ان کی تفریق اور تکفیر بین المسلمین کی تحریک آج بھی موجود ہے۔مسلمان باہم دست وگریباں ہیں۔سینہ چاکی سے گردن کشی تک نوبت آتی رہتی ہے۔چوں کہ یہ پودا سید صاحب کا لگایا ہوا ہے،اس لیے اس کار خیر کا اجرانہیں ضرور مل رہا ہوگا،لیکن افسوس ہے ان مسلمانوں پر جو آج سید صاحب کی مسلم کش تحریک کو ہندوستان میں احیائے دین کی ایک عظیم تحریک سمجھتے ہیں۔کاش کہ وہ لوگ سید صاحب کی سوانح پر ایک حقیقت پسندانہ نظر ڈال لیتے''۔(حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۱۴۱،۱۴۲)

امام مہدی ہونے کا دعویٰ

جب پیر ومرید کا بالاکوٹ میں قتل ہو گیا تو ان کے معتقدین نے عجب عجب باتیں شروع کیں۔کوئی رائے بریلوی کے دوبارہ ظاہر ہونے کا دعویٰ کرتا،کوئی اس کو امام مہدی کہتا۔تفصیل شاہ حسین گردیزی نے ''حقائق تحریک بالاکوٹ'' میں لکھی ہے۔

شاہ حسین گردیزی نے لکھا:''منشی محمد ابراہیم نامی شخص نے مولانا گنگوہی کی محفل میں ایک مرتبہ کہا کہ ممکن ہے سید صاحب ابھی زندہ ہوں۔مولانا گنگوہی نے کہا: بلکہ امکن (زیادہ ممکن) ہے''۔(ارواح ثلاثہ ص ۱۴۱)(حقائق تحریک بالاکوٹ ص ۱۵۵)

قاسم نانوتوی اور تحذیر الناس

اسماعیل دہلوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق یہ گستاخانہ جملہ تقویۃ الایمان میں لکھا:''اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتہ،جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے''۔

(تقویۃ الایمان ص ۳۴-سلفیہ بنارس)

اسی قول سے امکان نظیر کا مسئلہ رونما ہوا۔مولوی حیدر علی ٹونکی (م ۱۲۷۳ھ-۱۸۵۶ء) نے دہلوی کی حمایت میں ایک رسالہ لکھا۔علامہ فضل حق خیر آبادی نے اپنی لاجواب تصنیف ''امتناع النظیر'' میں ٹونکی کے نظریات ودلائل کا بطلان فرمایا۔علامہ نے جو دلائل وبراہین تحریر فرمائے،بس یہی کہا جاسکتا ہے کہ ممدوح گرامی نے اپنی فلسفہ دانی کو حضور اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ناموس وحرمت کے تحفظ کے واسطے بکمال التفات اپنی دونوں تحریر دلپذیر ''تحقیق الفتویٰ'' اور ''امتناع النظیر'' میں استعمال فرما کر فلسفہ کو انتہائی محترم ومؤقر علم بنا دیا۔ساتھ ہی وہابیت مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگی،اور اسلام وسنیت کو قوت ومضبوطی حاصل ہوئی۔

علامہ عبد القادر بدایونی اور امیر احمد سہسوانی غیر مقلد کے درمیان مسئلہ امتناع نظیر وامکان نظیر پر شیخو پورہ ضلع بدایوں (یوپی) میں سال ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۸۷۱ء میں مناظرہ ہوا۔نذیر احمد سہسوانی غیر مقلد نے روداد مناظرہ کو ''مناظرہ احمدیہ'' کے نام سے شائع کیا۔

الرسالة السادسة

روداد مناظرہ میں اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بطور دلیل پیش کیا۔ محمد احسن نانوتوی استاد بریلی کالج نے اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے متعلق ایک سوال مرتب کر کے قاسم نانوتوی کو بھیجا۔ قاسم نانوتوی (۱۲۴۸ھ-۱۲۹۷ھ--۱۸۳۳ء-۱۸۷۹ء) نے جواب میں ایک رسالہ بنام ''تحذیر الناس'' ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں تحریر کیا۔ احسن نانوتوی نے اس رسالے کو بریلی سے شائع کر دیا۔

اس رسالے میں خاتم النبیین کا ایک جدید معنی اختراع کیا گیا تھا اور ختم نبوت کا صریح انکار تھا۔ رسالہ شائع ہوتے ہی سارے ملک میں ایک طوفان برپا ہو گیا۔ موافق و مخالف کسی نے بھی نانوتوی کی حمایت نہ کی۔ اس کے باوجود نانوتوی نے اپنے قول سے رجوع نہ کیا۔

اس کے خلاف کتابیں، رسالے شائع ہوئے۔ تقاریر و خطبات ہوئے، لیکن شقی ازلی ٹس سے مس نہ ہوا۔ آخر کار سال ۱۲۹۱ھ میں دہلی میں علامہ محمد شاہ پنجابی رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ ہوا۔ روداد مناظرہ کو مولانا عبد الغفار رامپوری نے جمع کیا اور ختم نبوت کے منکر کے لیے حکم کفر ثابت ہوا۔ اس کتاب پر اکابر علمائے اہل سنت سے تصدیق لی گئی۔ مصدقین کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

علمائے دہلی:

(۱) مولانا عبد الرب (۲) مولانا احمد (۳) مولانا خواجہ ضیاء الدین احمد (۴) مولانا محمد علی (۵) مولانا محمد مسعود (۶) مولانا محمد شذارین (۷) مولانا محمد یوسف (۸) مولانا عبد الحکیم (۹) مولانا افضل الدین (۱۰) مولانا عبد الودود (۱۱) مولانا عبد الغنی بن اسماعیل۔

علمائے لکھنو:

(۱۲) مولانا ابو الحسنات محمد عبد الحیٔ فرنگی محلی (۱۲۶۴ھ-۱۳۰۴ھ-۱۸۴۸ء-۱۸۸۷ء)

علمائے رامپور:

(۱۳) مفتی ارشاد حسین رامپوری (م ۱۳۱۱ھ-۱۸۹۳ء) (۱۴) مولانا محمد عبد القادر رامپوری (۱۵) مولانا محمد امداد حسین۔

(۱۶) مولانا محمد علاء الدین احمدی (۱۷) مولانا محی الدین محمد عبد القادر احمدی۔

علمائے بدایوں:

(۱۸) علامہ عبد القادر بدایونی (۱۲۵۳ھ-۱۳۱۹ھ) (۱۹) مولانا فصیح الدین بدایونی۔

(۲۰) مولانا عبید اللہ (۲۱) مولانا محبّ احمد بدایونی۔

علمائے بمبئی:

(۲۲) مولانا عبد الحمید بن ابراہیم باغکطہ خطیب جامع مسجد ممبئی۔

(ابطال اغلاط قاسمیہ ص ۳۸، ۳۹، ۴۰۔ سی پی پریس ممبئی)

الرسالة السادسة

ردتحذیرالناس

تحذیرالناس کے رد میں علامہ عبدالقادر بدایونی کے شاگرد مولانا مفتی حافظ بخش بدایونی نے ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں ''تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال''، لکھی۔ علامہ بدایونی کے دوسرے شاگرد مولانا فصیح الدین بدایونی نے ۱۸۷۵ء میں ''قول الفصیح''، تحریر فرمائی ۔شیخ محمد تھانوی نے''قسطاس فی موازنۃ اثرابن عباس''، رقم فرمائی۔

مکہ معظّمہ کے مفتی احناف مولانا عبدالرحمٰن سراج (م ۱۳۰۱ھ-۱۸۸۳ء) نے تحذیرالناس کا ردلکھا، جس پر حرمین طیبین کے چاروں مذاہب کے مفتیان کرام ومدرسین کی تصدیقات ہیں۔یہ رسالہ مطبع منصوری مصر سے ۳۶:صفحات پر مشتمل ۱۲۹۱ھ میں شائع ہوا۔

الحاصل ایک دوسال کے اندرعرب وعجم میں ہر طرف سے ردشائع ہوا،لیکن نانوتوی کوتوبہ کی توفیق نہ مل سکی،اور ۱۲۹۷ھ میں بلاتوبہ موت کے منہ میں چلا گیا۔

سال ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں یہ کتاب لکھی گئی ،اوراس میں ختم نبوت کاانکارکیا گیا۔ملک بھرمیں سخت اضطراب پیدا ہوا۔ بھارت میں کسی نے بھی نانوتوی کے نظریہ کی تائید نہ کی۔تقویۃ الایمان کے پچاس سال بعدتحذیرالناس لکھی گئی۔جس سال نانوتوی مدرسہ دیوبند گیا۔اسی سال اس نے تحذیرالناس لکھ کرعقائداسلامیہ پرایک بدنما دھبہ لگایا۔ان پچاس سالوں میں تقویۃ الایمان کے اثرات علمائے اہل سنت زائل کر چکے تھے،لیکن دیوبند سے جوگمرہی کا سلسلہ چلا،وہ تقویۃ الایمانی اثرات کودوبارہ زندہ کر دیا۔

چوں کہ یہ سب خوارج ہیں۔آج یاکل ان بداعتقادیوں کانیست ونابودہونا متوقع ہے۔سعودی حکومت کازوال بداعتقادیوں کا خاتمہ ہوگا،لیکن جب تک علمائے حق کوسینہ سپر رہنا ہوگا۔ایسا بھی ممکن ہے کہ یہی وہابیت خروج دجال تک باقی رہے،اوروہابی لوگ دجال کے معاون ومددگار رہوں۔دجال کے ساتھ ستر ہزار یہودی اورستر ہزارامت مسلمہ کے بدمذہب ہوں گے۔

(۱) تحذیرالناس سے جواختلاف اور ہنگامہ آرائی پیدا ہوئی۔تھانوی نے ان حالات کی منظرکشی کرتے ہوئے کہا:

''جس وقت مولانا نانوتوی صاحب نے تحذیرالناس لکھی ہے۔کسی نے بھی ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی بجز مولانا عبدالحئ کے''۔(الافاضات الیومیہ ج۴ص ۵۸۰-ملفوظ ۹۲۷)

(۲) نانوتوی اسی شورش کے زمانے میں رامپور گیاتواس نے اپنا نام بھی ظاہر نہ کیا۔ارواح ثلاثہ میں ہے:

''اپنے کوایک ملازم کی حیثیت سے ظاہرکیا،اس لیے کہ خفیہ پہنچیں۔جب رامپور پہنچے تو حضرت نے اپنا نام خورشید حسن (تاریخی نام) بتایااورایک کمرہ چھت پرلیا۔یہ وہ زمانہ تھا کہ تحذیرالناس کے خلاف اہل بدعات میں ایک شور برپا تھا۔مولانا کی تکفیر تک ہورہی تھی ۔حضرت کی غرض اس اخفا سے یہی تھی کہ میرے علانیہ پہنچنے سے اس بارہ میں جھگڑے اوربحثیں نہ کھڑی ہوجائیں''۔(ارواح ثلاثہ ص ۲۶۱)

(۳) قاسم نانوتوی نے تحذیرالناس محمد احسن نانوتوی کے ایک سوال کے جواب میں لکھا تھا۔احسن نانوتوی نے اسے ایک معرکۃ

الآ را تصنیف شمار کرتے ہوئے اسے شائع کرڈالا اور یہ کتاب نانوتوی کے لیے مصیبت بن گئی۔ نانوتوی غم والم کا اظہار کرتے ہوئے کہتا:
''پر خدا جانے ان کو کیا سوجھی جو اس کو چھاپ ڈالا، جو یہ باتیں سننا پڑیں''۔ (قاسم العلوم از نور الحسن راشد کاندھلوی ص ۵۵۰)

مولانا عبدالحئ پر تھانوی کا الزام

علامہ عبدالحئ فرنگی محلی (۱۲۶۴ھ-۱۳۰۴ھ) کا فتویٰ تحذیر الناس کے اخیر میں مرقوم ہے۔ مولانا فرنگی محلی نے نانوتوی کی طرح ختم نبوت کا انکار نہ کیا۔ تھانوی نے محض وہم پیدا کرنے کے لیے کہہ دیا کہ مولانا عبدالحئ نے نانوتوی کی موافقت کی تھی، بلکہ اسی فتویٰ میں انہوں نے نانوتوی کی تاویل باطل کا رد کیا ہے۔ نانوتوی بعد زمانہ نبوی جدید نبی کے پیدا ہونے کو جائز سمجھتا ہے، اور مولانا فرنگی محلی نے یہ شرط لگائی ہے کہ اگر ہر طبقات زمین میں انبیا فرض کیے جائیں تو طبقات باقیہ کے خواتم یا تو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ماقبل ہوئے، یا اگر ہمعصر ہوئے تو وہ شریعت محمدیہ کے متبع ہوں گے، اور ان خواتم کا ختم بہ نسبت اپنے طبقہ کے اضافی اور ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ختم عام اور باعتبار تمام طبقات ارض ہوگا۔ جب کہ نانوتوی کا کہنا ہے کہ اگر بعد زمانہ نبوی اسی طبقہ زمین میں کوئی نبی آ جائے تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ وہ ختم نبوت کا معنی آخری نبی تسلیم ہی نہیں کرتا، جب کہ مولانا فرنگی محلی ختم نبوت کا وہی متواتر معنی مراد لیتے ہیں۔ مولانا فرنگی محلی کا فتویٰ طویل ہے۔ چند اقتباسات درج ذیل ہیں:

علامہ لکھنوی نے اثر ابن عباس سے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے طویل جواب دیا جو تحذیر الناس میں منقول ہے۔

اس کے بعض اقتباسات ذیل میں منقول ہیں۔

(۱) اب یہاں تین احتمال ہیں: (۱) ایک یہ کہ خاتم طبقات تحتانیہ بعد عصر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوئے ہوں۔

(۲) دوسرے یہ کہ مقدم ہوئے ہوں (۳) تیسرے یہ کہ ہم عصر ہوں۔

احتمال اول بحدیث (لا نبی بعدی) وغیرہ باطل ہے۔

اور بر تقدیر احتمال ثانی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم انبیائے طبقات ہوں گے۔

اور بر تقدیر ثالث دو احتمال ہیں:

(۱) ایک یہ کہ نبوت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص سات ہی طبقہ کے ہو، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت بہ نسبت انبیا اسی طبقہ کے ہو، اور ہر طبقہ تحتانیہ میں وہاں کے خاتم کی رسالت ہو، اور ہر ایک ان میں کے صاحب شرع جدید و خاتم انبیا اپنے طبقات ہو۔

(۲) دوسرے یہ کہ خواتم طبقات تحتانیہ متبع شریعت محمدیہ ہوں، اور کوئی ان میں کا صاحب شرع جدید نہ ہو، اور دعوت ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام اور ختم آپ کا بہ نسبت جملہ انبیائے جملہ طبقات کے حقیقی ہو، اور ختم ہر ایک خاتم باقیہ کا بہ نسبت اپنے اپنے سلسلہ کے اضافی ہو۔

الرسالة السادسة

احتمال اول بسبب عموم نصوص بعثت نبویہ کے، کہ جس سے صاف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا تمام عالم پر معلوم ہوتا ہے، باطل ہے''۔(تحذیرالناس ص ۶۷، ۶۸)

علامہ لکھنوی کی جانب منسوب فتویٰ کے اخیر میں ہے:

''پس اس امر کا اعتقاد کرنا چاہئے کہ خواتم طبقات باقیہ بعد عصر نبویہ نہیں ہوئے، یا قبل ہوئے، یا ہم عصر، اور بر تقدیر اتحاد عصر وہ متبع شریعت محمدیہ ہوں گے، اور ختم ان کا بہ نسبت اپنے طبقہ کے اضافی ہوگا، اور ختم ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام ہوگا''۔

(تحذیرالناس ص ۷۰)

توضیح: علامہ لکھنوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود کے بعد کسی نبی جدید کے وجود کا انکار کیا۔ جب کہ نانوتوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود کے بعد کسی نبی جدید کے وجود کو جائز اور ممکن وقوعی قرار دیا۔ علمائے کرام نے اسی تجویز اور امکان وقوعی کے قول کے سبب نانوتوی کو کافر قرار دیا۔ علامہ لکھنوی صرف طبقات ارض میں انبیائے کرام کے وجود کے قائل تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کی تشریح علامہ لکھنوی کے فتاویٰ (فتاویٰ عبدالحیٔ) میں بھی ہے۔

علامہ لکھنوی نے کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کی آمد ممکن ہے۔

اس طبقہ ارض کے علاوہ دیگر طبقات ارض میں نبی کے وجود کا قول بھی غلط ہے۔ یہ علامہ لکھنوی کی تحقیقی لغزش ہے۔

قرآن وحدیث میں جس آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے۔ وہ وہی آدم علیہ السلام ہیں جو اس روئے زمین پر جلوہ افروز ہوئے۔

نہ زمین کے دیگر طبقات میں انسانوں کی آبادی ہے، نہ وہاں کوئی نبی جلوہ افروز ہوئے۔ نبی صرف انسانوں میں ہوئے۔ کسی اور مخلوق میں نبی نہیں ہوئے۔ ہاں، ملائکہ میں رسول ہیں، لیکن فرشتوں میں بھی کوئی نبی نہیں ہیں۔ اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسرائیلیات سے ماخوذ ہے۔ باب اول میں اس روایت کی توضیحات رقم کی جا چکی ہیں۔ اگر اس کی سند صحیح بھی ہوتو اس کے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔

بعض علما نے اثر ابن عباس کی تشریح میں رقم فرمایا کہ اس زمین کے علاوہ دیگر طبقات میں قوم جن کی آبادی ہے۔ قوم جن تک اس طبقہ کے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا پیغام پہنچانے کے واسطے جو جن مبلغ کے طور پر ہوتے، اس اثر میں وہی لوگ مراد ہیں۔ وہ نبی نہیں ہوتے تھے، بلکہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مبلغ ہوتے تھے۔

یہ ممکن ہے کہ ان کے نام بھی اسی نبی کے نام پر ہوں، جس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام کی وہ تبلیغ کرتے ہوں، مثلاً حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام لے جانے والے مبلغ جن کا نام بھی نوح ہو، پس یہ تاویل ہوگی کہ اثر ابن عباس میں مبلغ جنوں کے لیے نبی کا لفظ اصطلاحی مفہوم میں مستعمل نہیں، بلکہ پیغام رساں ومبلغ کے معنی میں مستعمل ہے۔

درحقیقت یہ اثر شاذ اور ضعیف ہے اور اسلامی تصریحات کے موافق نہیں، اس لیے اس روایت کی تاویل وتشریح کی چنداں ضرورت نہیں۔ جب دیگر طبقات ارض میں انسان ہی نہیں، تو پھر ان طبقات میں نبی ہونے کا سوال ہی نہیں۔ نبی صرف انسانوں میں ہوئے۔

الرسالة السادسة

ابطال اغلاط قاسمیہ

سال ۱۲۹۰ھ میں نانوتوی نے تحذیر الناس لکھی ،اور ۱۲۹۱ھ میں دہلی میں علامہ محمد شاہ پنجابی اور قاسم نانوتوی کے درمیان تحذیر الناس کی عبارتوں پر مناظرہ ہوا۔مناظرہ کے مباحث کو مولانا عبدالغفار رامپوری نے جمع کیا اور اس مجموعہ کا نام ''ابطال اغلاط قاسمیہ'' رکھا۔

اس مناظرہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کی آمد کو غلط بتایا اور ایسا قول کرنے والے کو کافر قرار دیا گیا ہے۔نانوتوی نے نبوت کی تقسیم بالذات اور بالعرض کی طرف کی تھی۔اس کو بھی غلط ثابت کیا گیا ہے۔

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی نے ''ابطال اغلاط قاسمیہ'' پر تصدیق رقم فرمائی۔اس سے بالکل واضح ہو گیا کہ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی کا نظریہ قاسم نانوتوی کی طرح نہیں تھا۔تھانوی نے جو کہا کہ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی نے نانوتوی کی تائید کی تھی۔یہ محض ایک فریب ہے۔

علامہ لکھنوی نے دیگر طبقات ارض میں انبیائے کرام کے وجود کا قول کیا۔یہ بھی غلط ہے اور یہ ان کی تحقیقی لغزش ہے۔

رشید احمد گنگوہی وخلیل احمد انبیٹھوی اور براہین قاطعہ

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مرید مولانا عبدالسمیع بیدل رامپوری نے سال ۱۳۰۲ھ میں انوار ساطعہ تحریر فرمائی۔اس کا پس منظر یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء میں علمائے اہل سنت نے فرنگیوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ جاری فرمایا اور اس تحریک کے روح رواں قائد آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی تھے۔اس فتویٰ پر اکابر علمائے اہل سنت کی تصدیقات تھیں۔اسماعیل دہلوی کے متبعین نے اس فتویٰ کی مخالفت کی،لیکن چوں کہ ان کی تعداد آٹے میں نمک سے بھی کم تھی،اس لیے اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا،اور جنگ غدر: ۱۸۵۷ء شروع ہو گئی۔

بعض غداروں کی وجہ سے اس جنگ میں مجاہدین آزادی کو ناکامی ہوئی۔سلطنت مغلیہ کا ٹمٹماتا چراغ بھی بجھ گیا۔

علمائے اہل سنت قید کر کے جزیرہ انڈمان یعنی کالا پانی بھیج دیئے گئے۔اب وہابیوں کے لیے راستہ صاف تھا۔عقائد ومعمولات اہل سنت پر اعتراضات کا دور شروع ہوا۔محفل میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو صدیوں سے تمام ممالک اسلامیہ میں رائج تھی،اس کے خلاف ایک فتویٰ وہابیوں کی جانب سے شائع ہوا۔استفتا وفتویٰ کی نقل مندرجہ ذیل ہے:

استفتا متعلقہ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولود خوانی ومدحت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایسی ہیئت سے کہ جس مجلس میں امردان خوش الحان گانے والے ہوں اور زیب وزینت وشیرینی وروشنی ہائے کثیرہ ہو،اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب وحاضر ہوں،جائز ہے کہ نہیں؟ اور قیام وقت ذکر ولادت جائز ہے یا نہیں؟ اور حاضر ہونا مفتیان کا ایسی مجلس میں جائز ہے یا نہیں؟ اور نیز بروز عیدین،پنج شنبہ وغیرہ کے آب وطعام سامنے رکھ کر اس پر فاتحہ وغیرہ ہاتھ اٹھا کر پڑھنا اور اس کا ثواب اموات کو پہنچانا

جائز ہے یا نہیں؟ اور نیز بروز سوم میت کے لوگوں کو جمع کو کے قرآن خوانی اور بھونے ہوئے چنوں پر کلمہ طیبہ مع پنج آیات پڑھنا اور شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا بحدیث نبوی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

فتویٰ وہابیہ:

''انعقاد محفل میلاد اور قیام وقت ذکر پیدائش آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرون ثلاثہ سے ثابت نہیں ہوا، پس یہ بدعت ہے، اور علیٰ ہذاالقیاس بروز عیدین وغیر عیدین وپنج شنبہ وغیرہ میں فاتحہ مرسومہ ہاتھ اٹھا کر پایا نہیں گیا۔ البتہ نیابۃً عن المیت بغیر تخصیص ان امور مرقومہ سوال کے للہ مساکین وفقرا کو دے کر ثواب پہنچانا اور دعا اور استغفار کرنے میں امید منفعت ہے، اور ایسا ہی حال دہم، سوئم، چہلم وغیرہ اور پنج آیات اور چنوں اور شیرینی وغیرہ کا عدم ثبوت حدیث اور کتب دینیہ سے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بدعات مخترعات ناپسند شرعیہ ہیں''۔

فتویٰ کے تصدیق کنندگان:

اس فتویٰ پر تین غیر مقلد وہابیہ اور پانچ مقلد وہابیہ کے دستخط تھے۔

غیر مقلد وہابیہ: (۱) الٰہی بخش (۲) حبیب اللہ (۳) شریف حسین۔

مقلد وہابیہ: (۱) محمد یعقوب نانوتوی صدر مدرس مدرسہ دیوبند (۲) محمد محمود حسن مدرس مدرسہ دیوبند (۳) محمد عبدالخالق دیوبندی (۴) رشید احمد گنگوہی (۵) حسن علی۔ (انوار ساطعہ مع براہین قاطعہ ص ۳۰- کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

تصدیق گنگوہی:

رشید احمد گنگوہی نے اس فتویٰ کی تصدیق کرتے ہوئے لکھا:

''ایسی مجلس ناجائز ہے اور اس میں شریک ہونا گناہ ہے، اور خطاب جناب فخر عالم علیہ السلام کو کرنا اگر حاضر وناظر جان کر کرے، کفر ہے۔ ایسی مجلس میں جانا اور شریک ہونا ناجائز ہے، اور فاتحہ بھی خلاف سنت ہے اور سوم بھی کہ یہ سب ہنود کی رسوم ہے۔ البتہ ثواب پہنچانا اموات کو بلا قید روا ہے۔ اس کا مضایقہ نہیں: فقط واللہ تعالیٰ اعلم''۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(انوار ساطعہ مع براہین قاطعہ ص ۵۷- کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

اشاعت فتویٰ:

بھارت میں محفل میلاد سے متعلق یہ پہلا انکاری فتویٰ تھا۔ یہ فتویٰ چار ورق کا بنام ''فتویٰ مولود وعرس'' سال ۱۳۰۲ھ میں مطبع ہاشمی میرٹھ سے شائع ہوا، پھر یہی فتویٰ مع اضافہ دیگر فتاویٰ بعنوان ''فتویٰ میلاد شریف'' ۲۴: صفحات پر مشتمل مطبع ہاشمی میرٹھ سے چھپا۔

اس میں محفل میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مذمت کی گئی۔ چوں کہ ان دونوں فتاویٰ میں غیر مقلدین کے ساتھ دیوبند، گنگوہ وسہارنپور کے دیوبندیوں کی تصدیق وتحریر بھی تھی، اور ان علاقوں کے زیادہ تر لوگ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مرید تھے۔ قاسم نانوتوی،

الرسالة السادسة

رشید احمد گنگوہی، محمد یعقوب صدر مدرس دیوبند اور مولانا عبدالسمیع بیدل رامپوری بھی حاجی موصوف کے مرید تھے۔

حاجی موصوف ۱۲۷۶ھ مطابق ۱۸۵۹ء میں ہجرت کر کے مکہ مقدسہ چلے گئے تھے، اس لیے حاجی موصوف کے مریدین ومتوسلین نے مولانا عبدالسمیع بیدل رامپوری سے درخواست کی کہ ان مطبوعہ فتاویٰ کا رد لکھیں۔ ان حضرات کی گذارش پر انہوں نے ''انوار ساطعہ در بیان مولود وفاتحہ'' تحریر کی۔ (انوار ساطعہ مع براہین قاطعہ ص ۸،۹)

رشید احمد گنگوہی نے انوار ساطعہ کا رد ''البراہین القاطعہ'' کے نام سے لکھا اور اسے اپنے شاگرد خلیل احمد انبیٹھوی کے نام پر سال ۱۳۰۴ھ مطابق ۱۸۸۷ء میں شائع کیا۔ اس کتاب میں گنگوہی نے امکان کذب باری تعالیٰ، حضور اقدس سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف سے شیطان کے علم کو وسیع، حضور اقدس سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عام انسانوں کی طرح ایک بشر، حضور اقدس عالم ما کان وما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے خاتمہ کا حال معلوم نہ ہونا ودیگر کفریات وضلالات کو ثابت کرنے کی کوشش کی۔

ملک بھر میں اس کتاب سے زبردست اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی، لیکن گنگوہی وانبیٹھوی اپنی گمرہی پر قائم وثابت رہے۔

اکابر دیوبند کے پیر حاجی امداداللہ مہاجر مکی نے لکھا: ''تمام بلاد ممالک ہند مثلاً بنگال وبہار ومدراس ودکن وگجرات وبمبئ وپنجاب وراجپوتانہ ورامپور وبہاول پور وغیرہ سے متواتر اخبار حیرت انگیز حسرت خیز اس قدر آتی ہیں کہ جس کو سن کر فقیر کی طبعیت نہایت ملول ہوتی ہے اور اس کی علت یہی براہین قاطعہ ودیگر ایسی ہی تحریرات ہیں''۔ (انوار ساطعہ طبع جدید ص ۲۹۸)

فیصلہ ہفت مسئلہ

حاجی امداداللہ مہاجر مکی نے دیکھا کہ ان کے مریدین کے مابین تنازع واختلاف شدت اختیار کرتا جارہا ہے تو انہوں نے خود قلم اٹھایا اور ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' تحریر فرمایا۔ اس میں انہوں نے سات مسائل پر کلام فرمایا (۱) میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۲) فاتحہ مروجہ (۳) عرس وسماع (۴) ندائے غیر اللہ (۵) جماعت ثانیہ (۶) امکان نظیر (۷) امکان کذب۔ یہ کتاب ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۴ء میں مطبع نظامی کانپور سے شائع ہوئی، اور اس کتاب کو اپنے مریدین کے یہاں بھیجا، تا کہ مسئلہ کچھ نرم ہو، لیکن گنگوہی نے کتاب کو نذر آتش کر دیا۔

خواجہ حسن نظامی ثانی نے لکھا: ''نذر آتش کرنے کی یہ خدمت والدی حضرت خواجہ حسن نظامی کے سپرد ہوئی۔ جو اس وقت گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے یہاں زیر تعلیم تھے، لیکن خواجہ صاحب نے اس کو جلانے سے پہلے پڑھا اور جب ان کو وہ کتاب اچھی معلوم ہوئی تو انہوں نے استاد کے حکم کی تعمیل میں آدھی کتابیں تو جلا دیں، اور آدھی بچا کر رکھ لیں۔ اس کے کچھ عرصہ بعد مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا گنگوہی سے ملنے آئے اور ان سے پوچھا کہ میں نے کچھ کتابیں تقسیم کرنے کے لیے آپ کے پاس بھیجی تھیں۔ ان کا کیا ہوا؟

مولانا گنگوہی نے اس کا جواب خاموشی سے دیا، لیکن کسی حاضرالوقت نے کہا کہ علی حسن (خواجہ حسن نظامی) کو حکم ہوا تھا کہ انہیں جلا دو۔ مولانا تھانوی نے میاں علی حسن سے پوچھا کہ کیا واقعی تم نے کتابیں جلا دیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ استاد کا حکم ماننا ضروری تھا،

اس لیے میں نے آدھی کتابیں تو جلا دیں اور آدھی میرے پاس موجود ہیں۔حضرت خواجہ صاحب بیان کرتے تھے کہ مولانا تھانوی اس سے اتنے خوش ہوئے کہ آم کھا رہے تھے۔فوراً دو آم اٹھا کر مجھے انعام میں دیئے‘‘۔(ماہنامہ منادی دہلی: جلد ۳۹ شمارہ:۱۳،۱۲،اص ۲۲)

حاجی امداداللہ مہاجر مکی نے اپنے خلیفہ شاہ محمد حسین الہٰ آبادی (۱۸۵۳ء-۱۹۰۴ء) کے نام ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۴ء میں مکہ مکرمہ سے خط لکھ کر معلوم کیا کہ ہماری تحریر سے اختلاف کا کچھ تصفیہ ہوایانہیں؟ شاہ محمد حسین الہٰ آبادی نے تحقیق حال کر کے حاجی امداداللہ مہاجر مکی کو لکھا کہ علمائے دیوبند نے آپ کی تحریر کو دیکھا بھی نہیں، بلکہ اسے نذر آتش کر دیا۔(صابری سلسلہ ص ۴۷)

مناظرۂ بہاول پور

سال ۱۳۰۴ھ میں ’’براہین قاطعہ‘‘ منظر عام پر آنے کے بعد علامہ غلام دستگیر قصوری دیگر علمائے اہل سنت کی موجودگی میں خلیل انبیٹھوی سے رئیس بہاول پور نواب سر صادق محمد خاں عباسی کی منظوری سے شیخ المشائخ حضرت مولانا شیخ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر ۳: شوال ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۸۸۹ء کو مناظرہ ہوا۔وہابیہ کی طرف سے خلیل احمد انبیٹھوی، محمود الحسن دیوبندی شیخ الہند (۱۲۶۸ھ-۱۳۳۹ھ) و دیگر دیوبندی مولوی شریک مناظرہ تھے۔اراکین ریاست بہاول پور و دیگر علما و شرفائے ریاست بھی مناظرہ میں حاضر ہوئے۔

رئیس بہاول پور کے مشورہ پر پیر چاچڑاں حضرت مولانا شیخ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ مناظرہ کے حکم مقرر ہوئے۔تحریری مناظرہ ہوا۔

جب خلیل احمد انبیٹھوی اپنی گمرہی سے توبہ ورجوع نہ کیا تو حضرت مولانا غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے اہل سنت کے اتفاق سے یہ فیصلہ سنایا کہ انبیٹھوی اور اس کے معاونین دائرۂ اہل سنت سے خارج ہیں، اور ریاست بہاولپور سے اسے ذلت کے ساتھ نکالا گیا۔

اس تحریری مناظرہ کا مجموعہ ’’تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل‘‘ ہے۔

تقدیس الوکیل مطبوعہ: ۱۳۱۳ھ صدیقی پریس (قصور) کے دیباچہ میں علامہ قصوری نے رقم فرمایا:

’’اس کے مؤلف سے ریاست بہاولپور میں جہاں وہ مدرس تھا، واقعہ شوال ۱۳۰۶ھ میں فقیر کان اللہ لہ نے بغرض اعلائے کلمۃ اللہ مناظرہ کیا تھا کہ یہ مسائل سخت غلط ہیں، جس پر بہ تجویز حضرت صاحب شیخ المشائخ سجادہ نشیں چاچڑاں شریف جو حکم تھے، فتویٰ شائع ہوا تھا کہ مؤلف مذکور مع اپنے معاونین کے وہابی، اہل سنت سے خارج ہیں۔تب انہوں نے کئی پرچہ اخبارات میں درج کرایا کہ ہم اس مباحثہ میں غالب رہے، جس کے جواب میں فقیر نے اخبار ریاست میں شائع کرایا تھا کہ اگر وہ فیصلہ منظور نہیں تو آئیے، مکہ معظّمہ میں مولانا رحمت اللہ صاحب جن کی کمال تعریف آپ کی براہین میں مکرر درج ہے، اور نیز حاجی امداداللہ صاحب آپ کے پیرومرشد برحق، ان کو منصف کر کے فیصلہ کر لیجئے، ورنہ مباہلہ کر لیں۔

اس پر وہ ایک پرچہ اخبار میں بجائے مباہلہ مقاتلہ پر مستعد ہوئے تھے، چوں کہ فقیر کا مقاتلہ غیر ممکن تھا۔منتقم حقیقی نے ریاست موصوفہ کی معزز جمعیت سے مؤلف مذکور کی کمال ذلت سے استیصال فرمائی۔الحق، ہر عمل اجرے و ہر کار سزائے دارد۔

الرسالة السادسة

پھر جمادی اخریٰ ۱۳۰۷ھ میں فقیر بعزم حج جب وارد بمبئی ہوا تو وہاں سے تحریرات مناظرہ کا اردو سے عربی میں ترجمہ کرنا شروع کر دیا، چناں چہ واقعہ ذی قعدہ مکہ معظّمہ میں ان کا جواب الجواب پورا ہو کر مولانا مولوی رحمت اللہ صاحب کی خدمت میں پیش ہوا۔انہوں نے احقاق حق کی نظر سے اس کی تصحیح فرمائی، اور حاجی امداداللہ صاحب نے بھی اس کی تصدیق کی، اور باستثنائے سوال و جواب قبائح مفتیان حرمین شریفین چھ پہلے مسائل کے جواب الجواب پر حضرات مفتیان و مدرسان موصوف کی تصدیق ہوگئی۔الغرض سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاص عنایت سے جس پر واقعہ رویائے سفر مدینہ منورہ شاہد ہے۔ربیع الاول ۱۳۰۸ھ میں مبارک کتاب مکمل ہوگئی۔

(دیباچہ: تقدیس الوکیل: طبع ۱۳۱۳ھ)

تقدیس الوکیل کا عربی ترجمہ:

جمادی الاخریٰ ۱۳۰۷ھ میں علامہ غلام دستگیر قصوری بقصد حج ممبئ وارد ہوئے ۔ پانی جہاز سے عرب کا سفر ہوتا تھا۔انہوں نے تقدیس الوکیل کا عربی ترجمہ شروع کیا۔ ماہ ذیقعدہ میں چھ جواب الجواب تک کا عربی ترجمہ کر کے برائے تصحیح پایہ حرمین حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی (۱۲۳۳ھ-۱۳۰۸ھ) کی خدمت میں پیش کیا۔تصحیح کے بعد علمائے حرمین طیبین کی خدمت میں پیش فرمایا۔

علمائے حرمین طیبین نے اس کتاب کی تصدیق فرمائی۔علمائے عجم میں سے مکہ معظّمہ میں مقیم علما نے بھی تصدیق کی۔تصدیق کنندگان میں حاجی امداداللہ مہاجر مکی اور ان کے خلیفہ شیخ الاسلام علامہ انواراللہ فاروقی حیدرآبادی بھی ہیں۔اسمائے مصدقین درج ذیل ہیں۔

تقدیس الوکیل کے تصدیق کنندگان:

علمائے مکہ مکرمہ:

(۱) مفتی احناف شیخ محمد صالح بن صدیق کمال (۲) مفتی شوافع و رئیس العلما شیخ محمد سعید بابصیل۔

(۳) مفتی مالکیہ شیخ محمد عابد بن حسین مالکی (۴) مفتی حنابلہ شیخ خلف بن ابراہیم۔

علمائے مدینہ منورہ:

(۱) مفتی احناف شیخ عثمان بن عبدالسلام داغستانی (۲) شیخ محمد علی بن سید ظاہر استاذ حدیث مسجد نبوی۔

علمائے ہند:

(۱) شیخ الدلائل مولانا عبدالحق الٰہ آبادی مہاجر مکی (۱۲۵۲ھ-۱۳۳۳ھ-۱۸۳۶ء-۱۹۱۵ء)

(۲) حاجی امداداللہ مہاجر مکی (۱۲۳۳ھ-۱۳۱۷ھ-۱۸۱۷ء-۱۸۹۹ء)

(۳) پایہ حرمین مولانا رحمت اللہ کیرانوی (۱۲۳۳ھ-۱۳۰۸ھ-۱۸۱۷ء-۱۸۹۱ء)

(۴) شیخ الاسلام انواراللہ فاروقی حیدرآبادی (۱۲۶۴ھ-۱۳۳۶ھ)

(۵) مولانا نور مدرس مدرسہ ہندیہ: مکہ مکرمہ (۶) مولانا عبدالسبحان مدرسہ ہندیہ (مکہ مکرمہ)

(۷) حافظ عبداللہ سندھی متعلوی متاری مرید مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی

(۸) مولانا امام الدین مرید مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی (۹) مولانا سید حمزہ مرید حاجی امداداللہ مہاجر مکی

(۱۰) مولانا سید اعظم حسین مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ (۱۱) مولانا محمد سعید مدرس مدرسہ صولتیہ (مکہ مکرمہ)

(۱۲) مولانا عصمت علی مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ (۱۳) مولانا نورالدین (مکہ مکرمہ)

علمائے حرمین وتکفیر دیابنہ

خلیل احمد انبیٹھوی (۱۲۶۹ھ-۱۳۴۶ھ) حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری کے دوستوں میں سے تھا۔ علامہ قصوری نے رقم فرمایا:

''یہ خلیل احمد براہین قاطعہ کا مؤلف مدرسہ عربیہ ریاست بہاول پور میں اول مدرس اور اکابر علما میں سے تھا۔ فقیر کاتب الحروف بھی اس سے محبت للّٰہی رکھتا تھا، کیوں کہ اسے علمائے اہل سنت سے خیال کرتا تھا، مگر جب فقیر کاتب الحروف ربیع الآخر ۱۳۰۶ھ میں بغرض تحسین امور دین، ریاست مذکور میں وارد ہوا، اور رسالہ براہین قاطعہ دیکھا تو وہ مدت کی محبت سخت عداوت سے مبدل ہوگئی، اور جب اس رسالہ کے اخیر میں رشید احمد گنگوہی کی تصدیق دیکھی جو اس نے بڑی شدومد سے کی ہے، اور اس رسالہ کو بلقب ''الدلائل الواضحۃ علی کراہۃ المروج من المولود والفاتحۃ'' ملقب کیا ہے، اور اس کے مؤلف کو اقسام دعا وثنا سے یاد فرمایا ہے، اور نیز ابتدا میں یعنی لوح پر درج ہے کہ:

''بامر جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مطبع ہاشمی میں مطبوع ہوا''

تب فقیر کو مولوی فیض الحسن صاحب مرحوم سہارن پوری کے قول کی تصدیق ہوئی، جو انہوں نے ان کے حق میں عربی اخبار لاہور میں لکھا تھا کہ: ''اس کا نام رشید ہے اور کام غیر رشید ہے''۔ (تقدیس الوکیل ص ۶۴ - رضا اکیڈمی ممبئی)

علامہ غلام دستگیر قصوری (م ۱۳۱۵ھ-۱۸۹۷ء) نے ''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید الخلیل'' میں گنگوہی اور انبیٹھوی پر حکم شرعی عائد فرمایا تو جمادی الاخریٰ ۱۳۰۷ھ میں حرمین طیبین جاتے وقت تصدیق الوکیل کو ساتھ لیتے گئے، اور ''تصدیق الوکیل'' کا عربی ترجمہ فرما کر علمائے حرمین طیبین کی خدمت میں تصدیق کے لیے پیش فرمایا۔ گیارہ ماہ تک حرمین طیبین میں رہ کر تصدیقات حاصل فرمائی۔ ایک ہفتہ کم ایک سال بعد وطن واپسی ہوئی۔ (تقدیس الوکیل ص ۴۸۰ - رضا اکیڈمی ممبئی)

امام احمد رضا قادری بھی سال ۱۳۲۳ھ میں سفر حج وزیارت کے وقت ''المعتمد المستند'' کے فتویٰ تکفیر کی تصدیق کے واسطے حرمین طیبین لے گئے۔ مکہ معظمہ ومدینہ منورہ میں سلطنت عثمانیہ کی جانب سے چاروں مذاہب کے اجلہ مفتیان کرام مقرر ہوتے اور یہ حضرات تمام دنیائے اسلام میں مرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔ علمائے حرمین طیبین کی تصدیقات کا مجموعہ ''حسام الحرمین'' کے نام سے مشہور ہے۔

امام احمد رضا قادری حج کی ادائیگی کے بعد فتویٰ کی تصدیق کے لیے ۲۴: صفر المظفر ۱۳۲۴ھ تک مکہ معظمہ میں قیام فرما رہے، پھر

مدینہ طیبہ کے لیے روانگی ہوئی۔ چھ/ سات ربیع الاول کو دربار نبوی میں حاضری سے سرفراز ہوئے۔ مدینہ مقدسہ کے علمائے کرام کی تصدیق وتائید کے لیے ۳۱: اکتیس دنوں تک قیام پذیر رہے۔ ماہ ربیع الآخر کے عشرۂ اولیٰ میں مدینہ طیبہ سے وطن کے لیے روانگی ہوئی۔ اس طرح تصدیقات میں قریباً چار ماہ کا وقت لگا۔ (الملفوظ جلد دوم ملخصاً - حیات اعلیٰ حضرت جلد اول ملخصاً)

البوارق اللامعہ

مولانا نذیر احمد رامپوری ثم احمد آبادی نے براہین قاطعہ کے رد میں ''البوارق اللامعۃ علی من اراد اطفاء الانوار الساطعہ'' تحریر فرمائی۔ یہ کتاب حسام الحرمین سے پندرہ سال قبل ۱۳۰۹ھ میں بمبئی سے شائع ہوئی۔ مولانا نذیر احمد نے گنگوہی وانبیٹھوی کے شیخ طریقت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کو ایک مکتوب روانہ فرمایا۔ اس میں مؤلف براہین کی تکفیر کی۔ براہین قاطعہ کے اخیر میں مولانا رامپوری کے مکتوب کا جواب ہے، اور مولانا رامپوری کے مکتوب کا خلاصہ درج ہے۔ اسی خلاصہ میں تکفیر کا ذکر ہے، وہ افادۂ عامہ کے واسطے منقولہ ذیل ہے۔

(۱) ''ایک مولوی نذیر احمد خان نامی ساکن رامپور فی الحال مدرس مدرسہ احمد آباد گجرات نے ایک خط طویل جس میں چند اعتراضات براہین قاطعہ کے مضمون پر کیے ہیں، روانہ خدمت عالیہ حضرت حاجی صاحب سلمہ کیا۔ اس خط میں علاوہ اعتراضات کے تکفیر علمائے ربانیین کی نوبت پہنچائی''۔ (البراہین القاطعہ ص ۲۷۵ - کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

(۲) ''باوجودے کہ سائل یعنی مولوی نذیر احمد خاں اپنے خط میں بہت کچھ سب وشتم وتکفیر وتذلیل کو کام میں لائے ہیں''۔

(البراہین القاطعہ ص ۲۷۶ - کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

(۳) ''نقل سوالات سائل میں سائل کے نفس مطلب کو بوجہ اختصار لکھتا ہوں۔ سب وشتم وتکفیر وتذلیل جو اصل خط سائل میں مندرج ہے، وہ بوجہ تطویل درج تحریر ہذا نہیں کیا - اصل خط بندہ کے پاس موجود ہے''۔ (البراہین القاطعہ ص ۲۷۷ - کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

(۴) انوار ساطعہ کے طبع دوم میں علمائے کرام کی تقریظات ہیں۔ ان میں مولانا نذیر احمد رامپوری کی بھی تقریظ ہے۔

مولانا رامپوری نے انوار ساطعہ کے مخالفین کو ((المنکرین المتبعین غیر سبیل المومنین)) رقم فرمایا۔ (انوار ساطعہ ص ۲۸۱)

یگر علمائے کرام نے بھی انوار ساطعہ میں بیان کردہ احکام مخصوصہ کے منکرین کو گمراہ کہا۔

نظریہ امکان کذب کی تردید:

براہین قاطعہ کے عقیدۂ امکان کذب کے رد میں محمد بن عبد القادر لدھیانوی نے ''تقدیس الرحمٰن عن الکذب والنقصان'' لکھا۔

مولانا احمد حسن کانپوری نے ''تنزیہ الرحمٰن عن شائبۃ الکذب والنقصان'' تحریر فرمایا۔ اس پر مولانا لطف اللہ علی گڈھی اور مولانا عبد اللہ ٹونکی کی تقریظ ہے۔ اسی کے رد میں مولانا عبد اللہ ٹونکی نے اپنا رسالہ ''عجالۃ الراکب فی امتناع کذب الواجب'' ۱۳۰۸ھ میں شائع کیا۔

عقیدۂ امکان کذب کی تردید میں امام احمد رضا قادری نے ۱۳۰۷ھ میں ''سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح'' رقم فرمایا۔

الرسالة السادسة

کذب ودیگر قبائح کو مقدور سمجھنا:

دیو بندیوں کے شیخ الہند محمود الحسن دیو بندی نے لکھا:

''ہم بے شک کذب اور دیگر قبائح کو فی نفسہ ممکن ومقدور تسلیم کرتے ہیں''۔(الجہد المقل ج ۱ص ۸۵)

رشید احمد گنگوہی اور فتویٰ وقوع کذب

براہین قاطعہ کے چار سال بعد گنگوہی نے وقوع کذب کا فتویٰ دیا۔ یہ فتویٰ میرٹھ سے ماہ ربیع الآ خر ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۰ء میں شائع ہوا۔ ابھی براہین قاطعہ سے جو طوفان کھڑا ہوا تھا، وہ سرد بھی نہ ہوا تھا کہ گنگوہی کا فتویٰ آ گیا۔ سارا بھارت فتنوں کی آ گ میں پھر جل اٹھا۔ ابھی علامہ غلام دستگیر قصوری تقدیس الوکیل پر علمائے حرمین طیبین وعلمائے ہند اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی تصدیقات لے کر بھارت واپس بھی نہیں آئے تھے کہ یہاں ایک نیا فتنہ جنم لے چکا تھا۔

علامہ قصوری جمادی الاخریٰ ۱۳۰۷ھ میں حرمین طیبین کے لیے روانہ ہوئے تھے، ایک ہفتہ کم ایک سال بعد واپس ہوئے تھے، یعنی جمادی الاولیٰ کے اخیر میں یا جمادی الاخریٰ ۱۳۰۸ھ میں واپس ہوئے۔ بھارت میں ربیع الآ خر ۱۳۰۸ھ ہی میں وقوع کذب کا فتویٰ چاروں طرف مشہور ہو کر ایک نیا فتنہ جگا چکا تھا۔

گنگوہی نے اپنے شاگرد محمد حسن مراد آبادی کے نام پر ''تقدیس القدیر'' شائع کی۔ اس میں ص ۹۷: پر لکھا: ''گفتگو جواز وقوعی میں ہے، نہ کہ جواز امکانی میں''۔ ص ۸۷ میں ہے: ''جواز وقوعی میں بحث ہے''۔

مرتضیٰ حسن دربھنگوی نے ''اسکات المعتدی'' میں ص ۳۱: پر اکابر اشاعرہ کو وقوع کذب کا قائل ظاہر کیا۔

حضرت مولانا نذیر احمد رامپوری ثم احمد آبادی (م ۱۳۲۳ھ) نے وقوع کذب باری ماننے پر گنگوہی کو کافر قرار دیا۔ مولانا رامپوری کا فتویٰ ۱۳۰۹ھ میں مطبع خیر المطابع میرٹھ سے شائع ہوا، پھر رد گنگوہی میں رسالہ صیانۃ الناس مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ سے شائع ہوا۔ مولانا نذیر احمد رامپوری کا فتویٰ دوبارہ سال ۱۳۱۸ھ میں مطبع گلزار حسنی بمبئی سے شائع ہوا، پھر گنگوہی کے فتویٰ کا رد ۱۳۲۰ھ میں تحفہ حنفیہ پٹنہ سے شائع ہوا۔ امام احمد رضا نے ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں المعتمد المستند تحریر فرمائی تو گنگوہی کے اس فتویٰ کا ذکر کیا اور گنگوہی کی تکفیر فرمائی۔

المعتمد المستند ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء میں تحفہ حنفیہ پٹنہ سے شائع ہوئی۔ اس کے بعد دو سال تک زندہ رہا، لیکن فتویٰ تکفیر سے متعلق کچھ بھی نہ کہا۔ آخر کار بلا توبہ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ میں راہی ملک عدم ہوا۔

اشرف علی تھانوی اور حفظ الایمان

اشرف علی تھانوی نے ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء میں رسالہ حفظ الایمان لکھا۔ اس رسالے کا پس منظر یہ ہے کہ اسماعیل دہلوی نے تقویۃ

الرسالة السادسة

الایمان میں حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے ذاتی وعطائی ہر قسم کے علم غیب کا انکار کیا۔

ذاتی علم غیب صرف رب تعالیٰ کو ہے۔علمائے اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔عطائی علم غیب حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے ثابت ہے۔اللہ تعالیٰ کے لیے عطائی علم غیب نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کی تمام صفات مقدسہ ذاتی ہیں۔بندوں کی ذات وصفات سب کچھ رب تعالیٰ کی عطا کردہ ہوتی ہیں۔علمائے اہل سنت کی کتابوں میں اس امر کی تفصیل مکتوب ومرقوم ہے۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ حضور اقدس عالم ما کان و ما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا جائز ہے یا نہیں؟

امام احمد رضا قادری نے ۱۳۱۱ھ میں ''الامن والعلی''میں تحریر فرمایا:

''علم غیب بالذات اللہ عزوجل کے لیے خاص ہے۔کفار اپنے معبودان باطل وغیرہم کے لیے مانتے تھے،لہٰذا مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ''۔(الامن والعلی-فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ص ۵۷۵)

''الامن والعلی''کے آٹھ سال بعد ۱۳۱۹ھ میں حفظ الایمان لکھی گئی۔اس وقت کون حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عالم الغیب کہتا پھر رہا تھا،جس کے جواب کی ضرورت ہوئی،اور حضور اقدس حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت بابرکت میں توہین کا ارتکاب کیا گیا؟اسی حفظ الایمان میں سوال اول سجدۂ تعظیمی سے متعلق ہے۔یہ نظریہ گنگوہی کے شاگرد خواجہ حسن نظامی دہلوی کا ہے۔

سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر امام احمد رضا قادری نے ((الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیہ))تحریر فرمایا۔

مولانا ابوالحسن زید فاروقی دہلوی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے ہیں۔

مولانا فاروقی امام احمد رضا کے معتقدین ومریدین میں سے نہیں۔انہوں نے حفظ الایمان سے متعلق درج ذیل عندیہ لکھا:

(۱)''حفظ الایمان کی عبارت،براہین قاطعہ کی (کنہیا والی)عبارت سے قباحت اور شناعت میں بڑھی ہوئی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب:الخ-اس رسالہ کے چھپتے ہی ہندوستان کے طول وعرض میں عام طور پر مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔اللہ کے نیک بندے متحیر تھے کہ مولوی صاحب نے کیا لکھا ہے؟کہاں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف''چاہے وہ علم شریف ایک بدیہی امر ہی کا کیوں نہ ہو''-اور کہاں زید وعمرو اور صبی مجنون اور حیوانات وبہائم کا علم''۔(بزم خیر ص ۲۲)

(۲)''اس رسالے کے چھپتے ہی مولوی صاحب پر اعتراضات شروع ہوگئے۔مولوی صاحب اپنی عبارت پر صاف دل سے غور کرتے،یقیناً ان پر ظاہر ہو جاتا کہ عبارت میں بڑا سقم ہے،اور اس کا ازالہ واجب ہے،لیکن دس سال تک مولوی صاحب نے خاموشی اختیار کی،اور ۱۳۲۹ھ کو مولوی مرتضیٰ حسن صاحب در بھنگی کے استفسار پر مولوی صاحب نے چار پانچ صفحہ کا رسالہ''بسط البنان''تحریر کر دیا۔

اس رسالہ میں انہوں نے اپنی عبارت کی تاویل کی ہے،حالاں کہ یہ امر بدیہی ہے کہ تشریح اور تاویل اسی وقت کی جاتی ہے جب کلام میں کوئی غموض یا ابہام ہو،یا پھر اس کے سمجھنے سے بیشتر افراد قاصر ہوں۔مولوی صاحب کی تاویلات میں سے ایک تاویل یہ ہے کہ لفظ ایسا ہمیشہ تشبیہ کے لیے نہیں آتا۔بلغائے اہل لسان اپنے محاورات فصیحہ میں بولتے ہیں کہ اللہ ایسا قادر ہے مثلاً الخ۔

الرسالة السادسة

مولوی صاحب کو خیال کرنا چاہئے تھا کہ یہ رسالہ عوام کے لیے لکھا گیا ہے۔اس میں ایسی عبارت لکھنے کی کیا ضرورت تھی جس کے سمجھنے سے عوام کیا،خواص اور علما تک قاصر ہیں اور پھر لفظ ''ایسا'' تو لغوی بحث ہے۔اردو کی مستند کتابوں میں اس کو دیکھ لیا جائے۔صورت حال ظاہر ہو جائے گی۔کتابوں میں لکھا ہے کہ لفظ ''ایسا'' دو طرح استعمال ہوتا ہے۔یا تو یہ لفظ صفت واقع ہوتا ہے،اور اس صورت میں اس کے معنی مماثل،مساوی اور ''اس قسم'' کے ہوتے ہیں،مثلاً یہ خط تم نے لکھا،ایسا خط تو بچہ بھی لکھ لے۔یہ کام تم نے کیا،ایسا کام تو کوئی ہوش مند نہ کرے،اور یا یہ لفظ (ایسا) تابع فعل واقع ہوتا ہے،اور اس صورت میں اس کے معنی ''اس قدر'' اور ''عمدہ'' کے ہوتے ہیں،مثلاً تم نے ایسا خط لکھا کہ دل خوش ہو گیا۔ایسی بات کہی کہ دل بیٹھ گیا۔مولوی صاحب کی عبارت میں لفظ ''ایسا'' صفت واقع ہو رہا ہے،اور یہ عبارت کہ ''حضور ہی کی کیا تخصیص'' معاملہ کو واضح تر کر رہی ہے۔

مولوی صاحب نے اس رسالہ میں اپنی دس سالہ خاموشی کی وجہ اس طرح بیان کی ہے کہ: ''کسی نے بھلے مانسوں کی طرح پوچھا ہی نہیں تھا''۔سبحان اللہ! کیا خوب علت بیان کی ہے۔مسئلہ کی نزاکت کا خیال نہیں۔عوام کے ایمان برباد ہونے کا احساس نہیں،اور بھلے مانسوں اور برے مانسوں کے لکھنے کا اثر لیا جا رہا ہے۔آخر ایسی عبارت لکھی ہی کیوں جس سے مسلمانوں کے دل متألم ہوتے''۔

(بزم خیر ص ۲۴)

(۳) مولانا ابوالحسن زید فاروقی کے والد ماجد حضرت مولانا محی الدین شاہ ابوالخیر دہلوی میرٹھ میں الٰہی بخش کی کوٹھی میں تھے۔

وہاں علامہ غلام دستگیر قصوری کے حامی ایک بزرگ پیر سید گلاب شاہ،اشرف علی تھانوی،احمد بن قاسم نانوتوی بھی تھے۔

وہاں تھانوی کی گستاخانہ عبارت پر بات چل پڑی۔مولانا زید فاروقی رقمطراز ہیں:

''پیر سید گلاب شاہ نے مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب حفظ الایمان کے صفحہ ۷: کا حوالہ دیتے ہوئے سنایا:

''دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے-الخ-یہ سن کر آپ (مولانا ابوالخیر) نے مولوی اشرف علی سے کہا: کیا یہی دین کی خدمت ہے؟تمہارے بڑے تو ہمارے طریقے پر تھے۔تم نے اس کے خلاف کیوں لکھا؟مولوی صاحب (تھانوی) نے کہا: میں نے اس عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالہ میں کر دی ہے۔آپ (مولانا ابوالخیر) نے بجواب ارشاد فرمایا: تمہارے اس رسالے کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہو گئے۔ہم دوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں گے''۔(بزم خیر ص ۱۱-مقامات خیر ص ۲۴۲،۲۴۹)

(۴) جب تھانوی وہاں گیا تھا تو باوجود ضعف و پیرانہ سالی کے مولانا ابوالخیر صاحب تھانوی سے کھڑے ہو کر ملے تھے،اور جب گستاخی حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مطلع ہوئے تو جماعت میں شریک ہونے سے روک دیا،چہ جائے کہ اسے مصلّی امامت عطا کریں۔

یہی ایمان بالرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تقاضا اور قابل اتباع امر ہے۔

تھانوی نے بیان کیا کہ مولانا شاہ ابوالخیر دہلوی نے مصلّی امامت پر جاتے ہوئے فرمایا:

''میری جماعت والوں کے سوا جو اور لوگ ہوں،وہ علاحدہ ہو جائیں''۔

الرسالۃ السادسۃ

(بزم جمشید-سنی دیو بندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ ص ۱۱۸)

(۵) مولانا پیر سید محمد جیلانی بغدادی رفاعی قادری نقشبندی خالدی حیدرآبادی ثم المدنی کے پوتے سید نذیر الدین ولد سید معین الدین نے بیان فرمایا:

''میرے دادا (پیر سید محمد جیلانی بغدادی) کے پاس حیدرآباد کے لوگ مولوی اشرف علی کا رسالہ ''حفظ الایمان'' لائے، اور اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے رسالہ پڑھ کر فرمایا: علم غیب کے متعلق مولوی اشرف علی نے نہایت قبیح عبارت لکھی ہے۔ اس کے چند روز بعد مکہ مسجد میں مولوی اشرف علی بیٹھے تھے۔ میرے دادا نے کھڑے ہو کر مولوی اشرف علی کے رسالہ کی قباحت بیان کی اور کہا کہ اس عبارت سے بوئے کفر آتی ہے، پھر چند روز بعد مولانا حافظ احمد (فرزند مولانا قاسم) کے مکان پر علما کا اجتماع ہوا۔ چوں کہ حافظ احمد صاحب کو میرے دادا سے محبت تھی، اس لیے انہوں نے آپ کو بلایا اور آپ تشریف لے گئے۔

وہاں حفظ الایمان کی عبارت پر علمانے اظہار خیال کیا۔ آپ نے اس رسالہ کی قباحت کا بیان کیا اور رسالہ کے خلاف فتویٰ دیا۔

پھر تھوڑے دن بعد آپ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے رسالہ حفظ الایمان کی عبارت رد کرنے اور اس کو قبیح کہنے پر اظہار خوشی فرما رہے ہیں، اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا:

''ہم تم سے خوش ہوئے۔ تم کیا چاہتے ہو''

آپ نے عرض کی کہ میری تمنا ہے کہ اپنی باقی ماندہ زندگی مدینہ منورہ میں بسر کروں اور مدینہ کی پاک مٹی میں مدفون ہوں۔ آپ کی درخواست منظور ہوئی، اور آپ اس کے بعد مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے۔ دس سال وہاں مقیم رہے، اور ۱۳۶۴ھ میں رحلت فرما گئے''۔

(حاشیہ مقامات خیر ص ۶۱۶)

اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ-۱۹۴۳ء) نے ۱۳۱۹ھ میں حفظ الایمان لکھی، پھر اپنی کفریہ عبارت کی تاویل میں دس سال بعد ۱۳۲۹ھ میں بسط البنان لکھی، پھر تیرہ سال بعد ۱۳۴۲ھ میں تغییر العنوان لکھی، جس میں اپنی عبارت میں تبدیلی لائی، لیکن توبہ نہیں کیا، نہ ہی عبارت سابقہ کو غلط کہا، بلکہ پہلی عبارت کے بھی صحیح ہونے کا اقرار کیا۔ سوال میں وجہ تبدیلی بیان کی گئی ہے، وہ مسطورہ ذیل ہے۔

مکتوب حیدرآباد برائے تبدیلی عبارت

تھانوی کو حیدرآباد سے اس کے حامیوں نے ایک مولوی کی معرفت خط بھیجا کہ حفظ الایمان کی عبارت سے رجوع کر لیا جائے۔

تھانوی نے خط کو دیکھ کر کہا کہ ایک سوال مرتب کیا جائے، تا کہ اس کی روشنی میں جواب لکھا جائے۔ تھانوی کے کہنے پر تھانہ بھون ہی میں بہی خواہوں نے ایک سوال مرتب کیا، پھر تھانوی نے اس کے جواب میں عبارت میں تبدیلی کر دی، لیکن نہ ہی عبارت سابقہ کو غلط بتایا، نہ ہی توبہ کیا، بلکہ عبارت حفظ الایمان کو صحیح قرار دیا اور لکھا کہ اگر میں اس کو بدلتا ہوں تو اقرار کفر لازم آتا ہے۔ اب اس سوال میں چوں کہ

الرسالة السادسة

تبدیلی عبارت کی قابل قبول وجوہات بیان کی گئی ہیں، اس لیے مشورہ قبول کرتا ہوں۔

اگر تھانوی شقی ازلی نہ ہوتا تو عبارت بدل کر اسی جواب میں ایک جملہ توبہ کا لکھ دیتا۔ آخرت میں نجات کی راہ نکل آتی، اور متبعین بھی توبہ کر لیتے، لیکن نانوتوی، گنگوہی، انبیٹھوی، تھانوی، قادیانی، سرسید احمد خاں علی گڑھی سب لوگ کفر ہی پر مرے۔

تھانوی سے حیدرآبادیوں نے رجوع کا مطالبہ کیا تھا، لیکن رجوع تھانوی کی قسمت میں تھا ہی نہیں۔

(۱) تھانوی نے لکھا: ''۱۷: صفر ۱۳۴۲ھ کو ایک خط حیدرآباد دکن سے جس کے کاتب کا عنوان ''عامہ مخلصین حیدرآباد دکن'' تھا، اور ذریعہ جواب منگانے کا ایک معین مولوی صاحب تھے، آیا۔

اس میں حفظ الایمان کی ایک مشہور عبارت عبارت کے متعلق (جس پر مہربانوں کا اعتراض مشہور ہے) رائے دی تھی کہ اس کی ترمیم کر دی جائے، اور مقتضیات ترمیم کا اجتماع اور موانع ترمیم کا ارتفاع ان جملوں میں ظاہر کیا تھا۔

(۱) ایسے الفاظ جس میں مماثلت علمیت غیبیہ محمدیہ کو علوم مجانین وبہائم سے تشبیہ دی گئی ہے، جو بادی النظر میں سخت سوئے ادبی کو مشعر ہے۔ کیوں ایسی عبارت سے رجوع نہ کر لیا جائے۔

(۲) جس میں مخلصین حامیین جناب والا کو حق بجانب جوابدہی میں سخت دشواری ہوتی ہے۔

(۳) وہ عبارت آسمانی اور الہامی عبارت نہیں کہ جس کی مصدرہ صورت وہیئت عبارت کا بحالہ ویا بالفاظہ باقی رکھنا ضروری ہو۔

(۴) یہ سب جانتے ہیں کہ جناب والا کسی دباؤ سے متاثر ہونے والے نہیں ہیں اور نہ کسی سے کوئی طمع جاہ ومال جناب کو مطلوب ہے، بجز اس کے کہ عام طور پر جناب والا کی کمال بے نفسی کا اعتراف ہو، اور حکیم الامت کی شان سے جو توقع تھی، وہ پوری ہو سکے گی، اور اس مشورہ کے ساتھ ہی یہ سوال بھی تھے کہ:

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم غیبیہ جزئیہ محمدیہ زید وعمرو وبکر وغیرہ کی مماثل ہیں یا نہیں؟ اور (۲) جو شخص اس مماثلت کا قائل ہو، اس کا کیا حکم ہے؟ اور (۳) علوم غیبیہ جزئیہ محمدیہ کمالات نبوت میں داخل ہیں یا نہیں؟ انتہی المکتوب ملخصا''۔

(تغییر العنوان مع حفظ الایمان ص۱۴، ۱۵ - دیوبند)

(۲) تھانوی نے لکھا: ''چوں کہ یہ مشورہ اور سوال سب مبنی تھا دلالت علی المماثلت پر اور خود منتفی، اس لیے اس خط کے جواب میں مشورہ نیک پر شکر گذاری کے ساتھ اس دلالت کی تقریر دریافت کی گئی کہ اس کے بعد جواب کا استحقاق ہو سکتا ہے۔ اس خط کو دیکھ کر چوں کہ مشورہ نیک تھا گو بنا ضعیف تھی۔ یہاں بعض دینی خیر خواہوں اور اسلامی مصلحت اندیشوں نے سوال کو بدل کر پیش کیا۔ چوں کہ اس میں جو بنا کی گئی، واقعی تھی، اس لیے جواب میں اس مشورہ کو قبول کر لیا گیا۔ بوجہ نافع عام ہونے کے وہ سوال وجواب ذیل میں منقول ہے''۔

(تغییر العنوان مع حفظ الایمان ص۱۵ - کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

توضیح: توہین نبوی کی وجہ سے عبارت نہیں بدلی گئی ہے، بلکہ محض اپنے اوپر سے دفع اعتراض کے لیے تبدیلی لائی گئی ہے۔

حرمت نبوی کا کچھ لحاظ نہیں، لیکن اپنا لحاظ ہوا، اور اپنے بہی خواہوں کا لحاظ۔

(۳) سوال طویل ہے۔اس کا آخری حصہ افادۂ عامہ کے لیے نقل کیا جاتا ہے:

''خود رسالہ حفظ الایمان ہی میں اس کی تصریح ہے کہ نبوت کے لیے جو علوم لازم وضروری ہیں، وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہو گئے تھے، جس سے بسط البنان میں تعرض کیا گیا ہے۔غرض ان تصریحات وتنقیحات کے بعد کسی شبہہ کی گنجائش نہیں رہتی، نہ کسی خلاف مقصود یا نعوذ باللہ سوئے ادب کا اصلاً ایہام رہا، پس اس کی بنا پر واقعی ترمیم عبارت کی مطلق ضرورت نہیں، لیکن اسلامی دنیا میں چوں کہ ہر فہم کے لوگ ہیں، یا کم از کم شبہہ ڈالنے والے والے بھی موجود ہیں جو شبہہ ڈالنے میں کچھ مصالح سمجھے ہوئے ہیں، خواہ وہ مصالح دینیہ ہوں جیسا ان کا دعویٰ ہے، یا دنیوی ہوں، جیسا کہ واقع ہے، اس لیے کم فہموں کی رعایت سے، تاکہ نہ ان کو خود شبہہ ہو، نہ دوسرا کوئی شبہہ ڈال سکے، اگر اس عبارت میں ایسے طور سے ترمیم کر دی جائے، جس میں معنون محفوظ رہے اور عنوان بدل جائے تو امید ہے کہ جب تو اجر ہوگا۔گو یہ ترمیم درجہ ضرورت میں نہ ہوگی۔صرف درجہ استحسان ہی میں ہوگی۔آئندہ جو رائے ہو: فقط

از: خانقاہ امدادیہ ۱۸: صفر ۱۳۴۲ھ وقت الاشراق''۔(تغییر العنوان ص ۱۶)

(۴) حیدرآباد سے آنے والے مکتوب کے بعد بعض خیر خواہوں نے مذکورہ بالا سوال تحریر کیا، تب تھانوی نے جواب لکھا۔

''جواب: جزاکم اللہ تعالیٰ! بہت اچھی رائے ہے۔چوں کہ اس کے قبل کسی نے واقعی بنا نہیں ظاہر کی، اس لیے ترمیم کو دلالت علیٰ خلاف المقصود کے اقرار کے لیے مستلزم سمجھا اور اقرار بالکفر کفر ہے، اس لیے ترمیم کو ضروری تو کیا، جائز بھی نہیں سمجھا۔

اب سوال ہذا میں جو بنا بیان کی گئی ہے، ایک امر واقعی ہے، لہٰذا قبولاً للمشورہ اس کو لفظ: ''اگر'' کے بعد سے ''عالم الغیب کہا جائے'' تک اس طرح بدلتا ہوں۔اب حفظ الایمان کی اس عبارت کو جو کہ اس سوال کے بالکل شروع ہی میں مذکور ہے، اس طرح پڑھا جائے: ''اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے۔مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیا علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے۔الخ''۔

اور ایسی عبارت بعینہا شرح مواقف کے موقف سادس مرصد اول مقصد اول میں فلاسفہ کے جواب میں ہے:

((**والبعض ای الاطلاق علی بعض لا تخصیص بہ ای بالنبی**)) اور اسی کی مثل مطالع الانظار شرح طوالع الانوار للبیضاوی میں ہے: ((**وان ارادوا بھا الاطلاع علی بعضھا فلایکون خاصۃ النبی اذ ما من احد الاویجوزان یطلع علی بعض الغائبات۔الخ**)) یہ دونوں عبارتیں بسط البنان اور اس کے منہیہ میں مذکور ہیں۔اب اگر اس پر بھی کلام ہو تو میں پھر بدلنے کو تیار ہوں، مگر شرح مواقف ومطالع الانوار کی عبارت بدلنے کے بعد۔واللہ الموفق: اشرف علی ۱۸: صفر ۱۳۴۲ھ وقت الضحیٰ، فقط''۔

(تغییر العنوان مع حفظ الایمان ص ۱۶-کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

تھانوی نے عبارت میں تبدیلی لائی، لیکن عبارت حفظ الایمان کی نہ تغلیط کی، نہ ہی توبہ، حکم کفر تو باقی رہ گیا، بلکہ حفظ الایمان کی

عبارت کوصحیح قرار دیااوراس سے رجوع کواقرار کفر کہا،لیکن یہ نہ سمجھ سکا کہ قول متعین المفہوم ومتبین المعنی میں عندالشرع قائل کی تاویل باطل وفاسد کی قبولیت نہیں۔ایک جملہ توبہ کا لکھ دیتا تو کون سا پہاڑاس پرٹوٹ پڑتا۔خودحضوراقدس شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام توبہ کیا کرتے ،حالاں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم ہوتے ہیں۔

تھانوی نے سال ۱۳۲۹ھ میں بسط البنان لکھی۔اس کے جواب میں سال ۱۳۳۰ھ میں مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضاخاں نوری قدس سرہ القوی نے ’’وقعات السنان‘‘تحریرفرماکرتھانوی کے یہاں بھیجا۔وقعات السنان میں شرح مواقف اورمطالع الانظارشرح طوالع الانوارکی عبارتوں کی کامل توضیح تھی ،پھر۱۳:سال بعد سال ۱۳۴۲ھ میں تھانوی نے تغییرالعنوان لکھی۔اس میں شرح مواقف اورمطالع الانظارکی عبارت کوپھر دہرایااوراپنی تائید میں پیش کیااورکہا کہ اب بھی میں اپنی عبارت بدلنے تیارہوں،لیکن شرح مواقف اورمطالع الانظارکی عبارت بدلنے کے بعد۔اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ تھانوی خودبھی گمراہ ہوا،اوردوسروں کوبھی گمرہی میں ڈال گیا۔

مرزاغلام احمدقادیانی

مرزاغلام احمدقادیانی(۱۸۳۹ء-۱۹۰۸ء)نے ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک براہین احمدیہ کی چارجلدیں شائع کی۔اس میں قادیانی نے الہامی مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔۱۸۹۱ء میں مہدی اورمسیح موعودہونے کا دعویٰ کیا۔۱۹۰۱ء میں نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کیا۔

براہین احمدیہ چھپی تو ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۳ء میں محمدلدھیانوی بن عبدالقادرلدھیانوی،عبداللہ بن عبدالقادرلدھیانوی اورعبدالعزیز بن عبدالقادرلدھیانوی نے قادیانی کوملحداورزندیق قراردیا۔

۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں مناظراہل سنت علامہ غلام دستگیرقصوری قدس سرہ العزیزنے براہین احمدیہ کارد بنام’’رجم الشیاطین بر اغلولات البراہین‘‘ شائع کیا۔اس کے بعد آپ نے’’تحقیقات دستگیریہ فی ردہفوات براہینیہ‘‘تحریرفرمائی۔

جب قادیانی نے ۱۸۹۱ء میں حیات مسیح کاانکارکیااورخودمسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۳ء میں مولاناغلام رسول شہیدامرتسری(م ۱۳۲۰ھ-۱۹۰۲ء)نے’’الالہام الصحیح فی اثبات المسیح‘‘لکھی۔

مولانامفتی ارشادحسین رامپوری(م ۱۳۱۱ھ-۱۸۹۳ء)نے’’فتویٰ درتردیدمرزاقادیانی‘‘تحریرفرمایا۔

مولاناغلام قادر بھیروی(م ۱۳۲۷ھ-۱۹۰۹ء)نے’’فتویٰ درابطال نکاح المرتد‘‘میں مرزاکومرتد قراردیا۔۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۷ء میں علامہ غلام دستگیرقصوری نے’’فتح الرحمانی بہ دفع کید قادیانی‘‘لکھ کرمرزاکومباہلہ کے لیے للکارا،لیکن قادیانی مباہلہ کے لیے نہ آیا۔

حضرت خواجہ غلام فرید(م ۱۳۱۹ھ-۱۹۰۱ء)نے ۱۸۹۵ء میں’’فوائدفریدیہ‘‘چھپوائی تواس میں دوزخی فرقوں میں فرقہ احمدیہ مرزائیہ کوبھی درج کیا۔۱۳۱۴ھ میں قاضی فضل احمدلدھیانوی(م ۱۹۴۶ء)نے’’کلمہ فضل رحمانی‘‘لکھ کرمرزاکی تردیدکی۔

۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۷ء میں حجۃ الاسلام علامہ حامدرضاخاں قادری (۱۲۹۲ھ-۱۳۶۲ھ-۱۸۷۵ء-۱۹۴۳ء)نے’’الصارم

الرسالة السادسة

الربانی فی اسراف القادیانی''، لکھی۔امام احمد رضا خاں قادری نے اس کی تقریظ میں مرزا کو فرعون اور شیطان قرار دیا۔

۱۳۱۷ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں پیر مہر علی شاہ گولڑوی (م ۱۳۵۶ھ-۱۹۳۷ء) نے کتاب ''شمس الہدایہ فی اثبات حیاۃ المسیح''، لکھی۔

۲۵: اگست ۱۹۰۰ء کو حضرت مہر علی شاہ گولڑوی کا مرزا سے لاہور میں مناظرہ ہونا طے تھا، لیکن مرزا نہ آیا۔آپ نے سال ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں مرزا کے خلاف ''سیف چشتیائی'' تحریر فرمائی۔

اگست ۱۹۰۲ء مطابق ۱۳۲۰ھ میں مولانا پیر عبد الغنی کشمیری امرتسری (م ۱۳۳۸ھ) نے مرزا کی عبارات متفرقہ لکھ کر بریلی شریف بھیجا۔امام احمد رضا قادری نے ان عبارات کے پیش نظر رسالہ ''السوء والعقاب علی المسیح الکذاب''، تحریر فرمایا۔آپ نے لکھا کہ اس شہر میں مرزا کا فتنہ نہیں آیا۔اس کی تحریرات یہاں نہیں ملتیں، اور آپ نے اس رسالہ میں لکھا کہ اگر یہ اقوال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو واللہ واللہ وہ یقیناً کافر، اور جو اس کے ان اقوال یا ان کے امثال پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ کہے، وہ بھی کافر۔

اس فتویٰ کے بعد مرزا کی کتابیں منگوائیں اور ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں ''المعتمد المستند'' میں مرزا کی بعض عبارات ذکر کر کے تکفیر فرمائی۔ ۱۳۲۳ھ میں ''قہر الدیان علیٰ مرتد بقادیان''، تحریر فرمایا۔ ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں علمائے حرمین طیبین نے حسام الحرمین میں مرزا کے کفر کی تصدیق فرمائی۔

۲۲: مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (م ۱۳۷۰ھ، ۱۹۵۱ء) نے بادشاہی مسجد لاہور میں جمعہ کے خطبے میں مرزا قادیانی کو مباہلہ کا چیلنج دیا۔مرزا لاہور میں موجود تھا۔بار بار تقاضے اور اعلان کے باوجود سامنے نہ آسکا۔

۲۵و۲۶: مئی کی درمیانی شب کو پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے مرزا کی موت کی پیش گوئی فرمائی۔ ۲۶: مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا ذلت و رسوائی کی موت مرا، اور اپنے پیچھے ایک بڑا فتنہ چھوڑ گیا۔پاکستان میں قادیانی فرقہ کو حکومتی سطح پر غیر مسلم فرقہ تسلیم کیا جاتا ہے۔

تمام مسلمانوں کو معلوم ہے کہ ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔اس کے باوجود بہت سے لوگ قادیانی کے فتنے میں مبتلا ہو گئے۔اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ جان بوجھ کر ایمان کو چھوڑ کر کفر میں مبتلا ہوئے: ع/ خود کردہ را علاجے نیست

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم :: والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم :: وآلہ العظیم



الرسالة السادسة

باب دہم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

بھارت میں رفتہ رفتہ اہل سنت وجماعت کی تعداد کم ہوتی جارہی ہے۔ہماری تبلیغی صورت حال انتہائی مخدوش ہے۔جب کہ دیگر باطل فرقوں نے اپنے شعبہ تبلیغ کی جانب توجہ دی اورروز بروزان کی تعدادترقی پذیر ہے۔اس جانب توجہ کی سخت ضرورت ہے۔

بھارت میں سنیوں کی تعداد

محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد اشرفی جیلانی (۱۳۱۱ھ-۱۳۸۱ھ-۱۸۹۴ء-۱۹۶۱ء) تلمیذ رشید امام احمد رضا قادری (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ-۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) نے آل انڈیاسنی کانفرنس مرادآبادمنعقدہ:مارچ ۱۹۲۵ء میں فرمایا۔

''آل انڈیاسنی کانفرنس کے لیے ملک کا طوفانی دورہ کرتے ہوئے جب ہم کو یہ پتہ چلا کہ ہم تو دس کروڑ مدعیان اسلام میں سے نو کروڑ ہیں''۔(خطبات علمائے اہل سنت ج ا ص ۶۲ -برکاتی کتاب گھر بریلی)

فروغ سنیت کی تدبیر

اب ہماری غفلت شعاری سے ہماری تعداد ہند میں کچھ کم ہوگئی۔ہر شخص اور ہر طبقہ اپنی طرز پر فروغ سنیت کی کوشش کرے۔باہمی تنازعات سے پرہیز کیا جائے۔اتحاد خود بخود قریب سے قریب تر ہوتا جائے گا۔ہمارے اصل حریف بدمذہب فرقے ہیں۔

ہر طبقہ خود احتسابی کا طریقہ اختیار کرے۔جہاں اپنی خطا نظر آئے،خود ہی رجوع فرمالے۔

کرو،اور کرنے دو،کے اصول پر عمل اور فروغ سنیت کا شغل اپنائیں۔

بھارت میں بدمذہبیت کا آغاز

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید خاص حضرت امیر خسرو دہلوی (۶۵۱ھ-۷۲۵ھ) کے زمانے میں ہندوستان میں صرف اہل سنت وجماعت کا طبقہ تھا۔مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی (۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ) کے عہد سے کچھ قبل شیعہ فرقہ ہندوستان میں داخل ہوا۔اسماعیل دہلوی نے وہابی فرقہ افکار ونظریات ہندی مسلمانوں میں پھیلا دیا۔دہلوی کی فتنہ سامانیوں کے بعد مذہبی آزادی کا طوفان برپا ہوگیا۔نئے نئے افکار ونظریات کے سبب فرقوں کی تعداد بڑھتی گئی۔اب حالات قابو سے باہر ہو چکے ہیں۔

شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی نے لکھا:''حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ نے گیارہویں صدی

الرسالة السادسة

ہجری کے شروع سالوں میں رسالہ ''رد روافض'' لکھا۔ ابتدا میں آپ نے ہندوستان میں اسلام کے پھلنے پھولنے اور مسلمانوں کی یک مذہبی و یک رنگی کا بیان کیا ہے، اور اس سلسلہ میں طوطی ہند حضرت خواجہ امیر خسرو علیہ الرحمہ کے چودہ شعر لکھے ہیں، اور پھر حضرت مجدد نے ہندوستان میں شیعان علی کی آمد کا ذکر کیا ہے۔

حضرت مجدد کے زمانے سے ۱۲۴۰ھ تک ہندوستان کے مسلمان دو فرقوں میں بٹے رہے۔ ایک اہل سنت و جماعت، دوسرے شیعہ۔ اب مولانا اسماعیل دہلوی کا ظہور ہوا۔ وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے بھتیجے تھے۔ ان کا میلان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف ہوا، اور نجدی کا رسالہ ''رد الاشراک'' ان کی نظر سے گذرا، اور انہوں نے اردو میں ''تقویۃ الایمان'' لکھی۔ اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دور شروع ہوا۔

کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی وہابی بنا، کوئی اہلحدیث کہلایا، کسی نے اپنے کو سلفی کہا۔ ائمہ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا، وہ ختم ہوا۔ معمولی نوشت و خواند کے افراد امام بننے لگے، اور افسوس اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہ نبوت کی تعظیم و احترام میں تقصیرات کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ یہ ساری قباحتیں ماہ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ کے بعد سے ظاہر ہونی شروع ہوئی ہیں۔ اس وقت کے تمام جلیل القدر علما کا دہلی کی جامع مسجد میں اجتماع ہوا، اور ان حضرات نے بہ اتفاق اس کتاب کو رد کیا۔ اس رسالہ کے اواخر میں مولانا فضل رسول بدایونی کا مکتوب اور مولانا مخصوص اللہ فرزند شاہ رفیع الدین کا جواب ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا مخصوص اللہ نے ساتویں سوال کے جواب میں لکھا ہے:

''اس مجلس تک سب ہمارے طور پر تھے، پھر ان کا جھوٹ سن کر کچے کچے آدمی آہستہ آہستہ پھرنے لگے''۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری پنجاب میں اہل حدیث کے مشہور عالم ہوئے ہیں۔ وہ ''شمع توحید'' کے صفحہ چالیس میں لکھتے ہیں:

''امرتسر میں مسلم آبادی، ہندو، سکھ وغیرہ کے مساوی ہے۔ اسی (۸۰) سال قبل قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو آج کل بریلوی حنفی کہا جاتا ہے''۔

مولانا ثناء اللہ نے ۱۹۳۷ء میں یہ بات لکھی ہے۔ اس سے اسی سال قبل ۱۸۵۷ء تھا، جبکہ انگریزوں نے ہندوستان پر غداری سے کامل تسلط حاصل کیا۔ محمد جعفر تھانیسری نے اپنی گرفتاری اور بہ عبور دریائے شور کی سزا اور پھر رہائی کا حال تاریخ عجیب (۱۲۹۶ھ) میں لکھا ہے۔ یہ تاریخی نام ہے، اور اس کتاب کی شہرت ''کالے پانی'' کے نام سے ہے۔ اس میں لکھتے ہیں۔

''میری موجودگی ہند کے وقت (۱۲۷۸ھ میں) شاید پنجاب بھر میں دس وہابی عقیدہ کے مسلمان بھی موجود نہ تھے، اور اب (۱۲۹۶ھ میں) دیکھتا ہوں کہ کوئی گاؤں اور شہر ایسا نہیں ہے کہ جہاں کے مسلمانوں میں کم سے کم چہارم حصہ وہابی معتقد محمد اسماعیل کے نہ ہوں''۔

یعنی پنجاب میں بڑی تیزی سے مولانا اسماعیل کا وہابی مذہب پھیل رہا ہے۔ یہ بات محمد جعفر تھانیسری نے لکھی ہے، جو مولانا اسماعیل کے معتقد اور ان کے تذکرہ نگار ہیں''۔

الرسالة السادسة

خواجہ خسرو نے ہندوستان کے مسلمانوں کی یک رنگی اور یک مذہبی کا بیان کیا ہے،اور حضرت مجدد نے شیعیت کی آمد سے مطلع کیا، اور مولانا ثناءاللہ امرتسری اور محمد جعفر تھانیسری نے وہابیت کے انتشار کی خبر دی''۔

(اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۹ تا ۱۱۱-شیر ربانی پبلیکیشنز لاہور)

اقتباس بالا سے معلوم ہوا کہ وہابی نیا فرقہ ہے،اور جسے بریلوی حنفی کہا جاتا ہے، وہ قدیم جماعت ہے،اور وہی اہل سنت وجماعت ہے۔کوئی خودکوسنی کہےتواس سے وہ سنی نہیں ہوجائے گا، بلکہ جوعقائد کے اعتبار سے سنی ہو، وہی سنی ہوگا۔

آج کل سلفی لوگ بھی خودکوسنی کہتے ہیں،حالاں کہ وہابیت کے وجود سے قبل ہی علما نے تصریح کر دیا تھا کہ جو مذاہب اربعہ سے خارج ہو، وہ سواداعظم یعنی اہل سنت سے خارج ہے۔

مجدد صدی سیزدہم علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۱۵۹ھ-۱۲۳۹ھ-۱۸۲۳ء) کی وفات کے بعد سال ۱۲۴۰ھ میں اسماعیل دہلوی نے ہندوستان میں وہابی مذہب کی تبلیغ واشاعت شروع کردی۔رفتہ رفتہ بدقسمت افراد اس مذہب باطل کی طرف مائل ہونے لگے، ورنہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے عہد تک تمام حنفی مسلمان مذہب اہل سنت وجماعت پر قائم ومستحکم تھے،جیسا کہ شاہ مخصوص اللہ دہلوی (۱۲۷۱ھ-۱۸۵۶ء) نے فرمایا، پھر ہندوستان سے مغلیہ سلطنت کے خاتمہ کے بعد یعنی جنگ غدر کے بعد ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء سے وہابی مذہب تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا،جیسا کہ ثناءاللہ امرتسری کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ غدر میں اکثر علمائے اہل سنت انگریزی حکومت سے بغاوت کے جرم میں سزا یافتہ ہوکر جزیرۂ انڈمان بھیج دیئے گئے،تب ہندوستان میں وہابی مذہب برق رفتاری کے ساتھ پھیلتا چلا گیا،کیوں کہ اب روک تھام کرنے والے علمائے کرام موجود نہیں تھے ،اور انگریز وہابی مذہب کے فروغ میں معاون ومددگار تھے۔

وہابی نظریات کا ردوابطال

بارہویں صدی ہجری میں محمد بن عبدالوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) نے برطانوی جاسوس ہمفرے کی ہدایت پر سال ۱۱۴۳ھ میں ملک عرب میں نجد سے اپنی تحریک وہابیت کا آغاز کیا۔وہابیت اپنے آغاز کے ستانوے سال بعد ۱۲۴۰ھ میں ہندوستان میں داخل ہوئی۔

ملک ہند میں تحریک وہابیت کا داعی اول اسماعیل دہلوی (۱۱۹۳ھ-۱۲۴۶ھ-۱۷۷۹ء-۱۸۳۱ء) ہوا۔دہلی جامع مسجد میں حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی کے مشورہ پر سال ۱۲۴۰ھ میں علمائے اہل سنت نے وہابیوں سے مناظرہ کیا۔اسماعیل دہلوی اوراس کا بہنوئی عبدالحئ بڑھانوی دونوں جامع مسجد میں تھے۔اسماعیل دہلوی موقع دیکھ کر جامع مسجد سے بھاگ نکلا۔اسماعیل دہلوی کے رفیق کار عبدالحئ بڑھانوی (م ۱۲۴۳ھ-۱۸۲۸ء) نے علمائے اہل سنت سے گفتگو کی۔وہ اپنی باتوں کی تاویل کرنے لگا اور بعض باتوں سے رجوع کرلیا۔

بھارت میں وہابیت کے اولین تردید کنندگان میں امام اہل سنت علامہ فضل حق خیرآبادی (۱۲۱۲ھ-۱۲۷۸ھ-۱۷۹۷ء-۱۸۶۱ء)،

علامہ فضل رسول بدایونی (۱۲۱۳ھ-۱۲۸۹ھ-۱۷۹۷ء-۱۸۷۲ء)، صدرالصدور مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی (۱۲۰۴ھ-۱۲۸۵ھ-۱۷۸۹ء-۱۸۶۸ء)، علامہ رشیدالدین خاں دہلوی (م ۱۲۴۹ھ-۱۸۳۳ء)، مولانا منورالدین دہلوی بن قاضی سراج الدین (م ۱۲۷۳ھ-۱۸۵۷ء)، مولانا مخصوص اللہ دہلوی (م ۱۲۷۱ھ-۱۸۵۶ء)، مولانا موسیٰ دہلوی (م ۱۲۵۹ھ-۱۸۴۳ء)، مولانا شاہ احمد سعید مجددی دہلوی (م ۱۲۷۷ھ-۱۸۶۰ء)، مولانا کریم اللہ فاروقی دہلوی (م ۱۲۹۱ھ-۱۸۷۴ء) وغیرہم تھے۔

وہابیت کی نشأۃ ثانیہ

سینکڑوں علمائے اہل سنت ملک بھر میں تحریک وہابیت کے ردوابطال میں لگ گئے۔ قریب تھا کہ وہابیت بھارت میں دم توڑ دیتی، لیکن وہابیت موت کے منہ میں جا کر واپس آ گئی۔ عرب میں وہابیت کا فروغ ظلم وجبر اور قتل وغارت گری سے ہوا۔ ظلم کے سبب لوگ وہابی مذہب ماننے پر مجبور ہو گئے۔ بھارت میں وہابیت کا فروغ فریب کاری اور کذب ودجل سے ہوا۔ عرب وہند دونوں ملکوں میں وہابیت کو انگریزوں نے پروان چڑھایا۔ بھارت کی پہلی جنگ آزادی: ۱۸۵۷ء کے بعد علمائے اہل سنت وجماعت پر انگریزی مظالم کے سبب ملک میں وہابیت کو فروغ وعروج کا موقع میسر آیا۔ بیسویں صدی میں دیوبندیوں کی تبلیغی جماعت نے بھی فروغ وہابیت میں بڑا کردار ادا کیا۔

الیاس کاندھلوی نے ۱۹۲۶ء میں تبلیغی جماعت قائم کی تھی۔ تبلیغی جماعت نے دیوبندی مولویوں کی جھوٹی کرامتیں سنا سنا کر قوم مسلم کو ان کا گرویدہ اور معتقد بنا دیا۔ یہ جماعت لوگوں کو نماز کے نام پر اپنے حلقے میں شامل کرتی ہے اور اپنے بزرگوں کی محبت کا جام پلا کر واپس بھیجتی ہے۔ اے کاش! اکابر دیوبند قوم کو عشق نبوی کا جام پیش کرتے اور اپنی توہین وبے ادبی سے باز آ جاتے تو کتنا اچھا ہوتا۔

بقائے وہابیت کا سبب اول: اسحاق دہلوی کی وہابیت نوازی

اسحاق دہلوی مہاجر مکی (۱۱۹۲ھ-۱۲۶۲ھ، ۱۸۴۶ء) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کا نواسہ، ان کا جانشیں اور اسماعیل دہلوی کا بھانجہ تھا۔ اسماعیل دہلوی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا بھتیجہ تھا۔ یہ اسماعیل دہلوی سے متاثر تھا، لیکن شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے جانشیں ہونے کے سبب علی الاعلان وہابیت کی طرف جانا دشوار ہو گیا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے تمام تلامذہ، خلفا اور عقیدت مندان سنی تھے۔ اسحاق دہلوی نے مسائل فرعیہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید ظاہری کا روپ اختیار کیا، اور عقائد میں ابن عبدالوہاب نجدی کا مذہب اپنایا، یعنی اسحاق دہلوی مقلد وہابی بن گیا۔ مقلد وہابی کو اس زمانے میں گلابی وہابی کہا جاتا تھا۔

اہل دیوبند نے گلابی وہابیت کو اختیار کیا، اور مسلمانان ہندان کی ظاہری شکل وصورت دیکھ کر وہابیت کے جال میں پھنستے گئے۔ یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ اُس عہد میں غیر مقلد وہابیہ کی تعداد انتہائی قلیل تھی۔ بھارت میں کیرلا کے علاوہ تمام صوبوں میں سنی حنفی مسلمان آباد تھے، اور غیر مقلدوں کے فقہی مسائل حنفیوں سے جداگانہ تھے، اس لیے غیر مقلد وہابیہ حنفیوں کو اپنے قریب نہ کر سکے۔ دیوبندیوں نے حنفی مذہب کے نام پر مسلمانان ہند کو اپنے ساتھ ضم کر لیا اور خود بھی حنفیت کے نام پر ہی گمرہی میں مبتلا ہوئے تھے۔

الرسالة السادسة

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا داماد عبدالحیٔ بڈھانوی (م۱۲۴۳ھ-۱۸۲۸ء) اسماعیل دہلوی کا ہم خیال بن گیا تھا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ القوی کی تین صاحبزادیاں تھیں۔آپ کی نرینہ اولاد نہ تھی۔آپ کی تینوں صاحبزادیوں کی وفات آپ کی حیات ہی میں ہوگئی۔بڑی بیٹی کا عقد نکاح شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے بڑے بیٹے مولوی محمد عیسیٰ سے ہوا۔

دوسری بیٹی کا نکاح شیخ محمد افضل محدث لاہوری (م۱۲۴۵ھ) سے ہوا۔ان کے دو بیٹے ہوئے۔محمد اسحاق دہلوی (۱۱۹۲ھ-۱۲۶۲ھ،۱۸۴۶ء)اور محمد یعقوب دہلوی (۱۲۰۰ھ-۱۲۸۲ھ،۱۸۶۷ء)۔اسماعیل دہلوی کے بعد اسحاق دہلوی نے ملک ہند میں وہابیت کو فروغ دیا اور اس نے تقیہ بازی اختیار کی۔شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تیسری صاحبزادی کا نکاح عبدالحیٔ بڈھانوی (م۱۲۴۳ھ-۱۸۲۸ء) سے ہوا۔اس سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

جب اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی سرحدی علاقوں میں جہاد کرنے گئے تو دہلوی کے حامیوں میں سے محبوب علی اس جہاد سے واپس چلا آیا۔دہلوی سکھوں سے جہاد کا جھانسہ دے کر مسلمانوں کو سرحدی علاقے لے گیا تھا۔محبوب علی نے دیکھا کہ یہاں سرحدی علاقوں میں مسلمانوں سے قتل وقتال ہو رہا ہے تو اس کے اندر اسلامی غیرت بیدار ہوئی۔وہ سرحدی علاقوں سے واپس چلا آیا۔یہی محبوب علی جہاد کے لیے جندہ کر کے رقم فراہم کرتا تھا اور لوگوں کو جہاد کے لیے بھرتی کرتا تھا۔اس کی واپسی سے دہلوی اور مجاہدین سخت مشکل میں مبتلا ہوگئے۔اس کے بعد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نواسے اسحاق دہلوی اور یعقوب دہلوی سے رابطہ کیا گیا۔مالی فائدہ دیکھ کر یہ دونوں تحریک جہاد سے وابستہ ہوگئے،اور مجاہدین کے لیے مالی امداد اور افراد دوبارہ بھیجے جانے لگے۔

مؤرخ وہابیہ جعفر تھانیسری نے لکھا:''مولوی محبوب علی کے اغوا سے جو کاروبار جہاد کو صدمہ پہنچا،ویسا صدمہ اس لشکر کو آج تک کسی سکھ یا درانی کے ہاتھ سے نہ پہنچا تھا۔مولوی محبوب علی کے فتنہ کے بعد مدت تک ہندوستان سے قافلوں کا آنا بند ہوگیا۔اکثر معاونین جہاد سست ہوگئے۔جب بہت سے خطوط مولوی محبوب علی کی تکذیب میں لشکر مجاہدین سے ہندوستان میں آئے،تب مدتوں کے بعد مولوی محمد اسحاق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب معاونین جہاد کی سعی سے یہ فتنہ محبوبی رفع ہوکر خرچ اور قافلوں کی روانگی دوبارہ شروع ہوئی''۔

(حیات سید احمد شہید ص۲۳۸-کراچی)

شاہ ابوالحسن زید فاروقی کے منقولہ ذیل دونوں اقتباس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسماعیل دہلوی نے سید احمد رائے بریلوی کی امارت وخلافت کے نام پر سرحدی علاقوں کے مسلمانوں کا قتل شروع کر دیا تھا،اسی لیے محبوب علی نے اس جہاد سے خود کو الگ کر لیا۔

شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی نے لکھا:''میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تقویۃ الایمان لکھ کر مولانا اسماعیل نے محمد بن عبدالوہاب کی پیروی میں ابتدائی قدم اٹھایا ہے،اور آخری قدم آپ کی تحریک جہاد ہے،کیوں کہ آپ نے دیکھ لیا کہ محمد بن عبدالوہاب کو اس وقت کامیابی ہوئی جب ان کو''رکن شدید''کی پشت پناہی حاصل ہوگئی۔

چناں چہ آپ نے جہاد کی راہ ہموار کی۔ابتدائی مراحل خیر وخوبی سے طے ہوئے،اور آپ اپنے پیر ومرشد اور رفقا کی معیت

میں برائے جہاد روانہ ہوئے۔ چوں کہ اس تحریک میں نجدیت کے اثرات نمایاں ہیں، اس لیے مختصر طور پر اس کا بیان کرتا ہوں۔

جہاد: دوشنبہ ۷: جمادی الآخرہ ۱۲۴۱ھ (۱۷/ جنوری ۱۸۲۶ء) کو مولانا اسماعیل اپنے پیرومرشد جناب سید احمد اور مجاہدین کی ایک جماعت کے ساتھ رائے بریلی سے جہاد کے واسطے روانہ ہوئے۔ یہ قافلہ گوالیار، اجمیر، سندھ، بلوچستان، قندھار، مقُر، غزنی، کابل ہفت آسیاب، چار باغ، جلال آباد، پشاور ہوتا ہوا ماہ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۲ھ (دسمبر ۱۸۲۶ء) کو چارسَدَہْ کے علاقے ہَشْت نگر پہنچا۔ ابھی ایک مہینہ نہیں گذرا تھا کہ آپ نے اپنے پیرومرشد کو امام برحق اور امیرالمؤمنین بنادیا۔ اس سلسلے میں مولانا اسماعیل نے لکھا ہے۔

''ہرکہ امامت آں جناب ابتداءً قبول نہ کند یا بعد القبول انکار نماید، پس ہموں است باغی مستحل الدم کہ قتل او مثل قتل کفار عین جہاد است، و ہتک او مثل سائر اہل فساد عین مرضی رب العباد۔ چہ امثال ایں اشخاص بہ حکم حدیث متواترہ از جملہ کلاب رفتار و ملعون اشرار اند۔ ایں است مذہب ایں ضعیف بدیں مقدمہ، پس جوابات اعتراضات معترضین ضرب بالسف است، نہ تحریر و تقریر''۔

یعنی پس جو شخص آں جناب کی امامت ابتدا ہی سے قبول نہ کرے، یا قبول کرنے کے بعد اس سے انکار کرے، وہ ایسا باغی ہے کہ اس کا خون بہانا حلال ہے، اور اس کا قتل کرنا کافروں کے قتل کی طرح عین جہاد ہے۔ اس کی ہتک کرنی فسادیوں کی ہتک کی طرح رب العٰلمین کی عین مرضی، کیوں کہ ایسے لوگ احادیث متواترہ کے حکم سے کتے کی چال چلنے والے ملعونین اشرار ہیں۔ اس معاملے میں عاجز کا یہی مسلک ہے، لہٰذا اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات کا جواب تلوار کی مار ہے، نہ تحریر و تقریر''۔

(مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۸۳)

شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی نے لکھا: ''دوشنبہ ۷: جمادی الآخرہ ۱۲۴۱ھ، ۱۷: جنوری ۱۸۲۶ء کو رائے بریلی سے مجاہدین کا قافلہ چارسدہ ہشت نگر کو روانہ ہوا، اور جمعہ ۲۴: ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ، ۶: مئی ۱۸۳۱ء کو سکھوں کے ہاتھ سے سب نے جام شہادت پیا۔ قمری حساب سے ۵: سال، ۵: مہینے، ۱۷: دن۔ شمسی حساب سے ۵: سال، ۳: مہینے، ۲۰: دن یہ تحریک چلی۔ مولانا اسماعیل نے نجدی کی پیروی میں وہی قدم اٹھایا جو نجدی اٹھا چکا تھا کہ جو شخص اس کی تعلیمات کو تسلیم نہ کرے، وہ قتل کیا جائے، اور یہ مسلک اہل اہوا کا ہے۔ اس تحریک سے اسلامیان ہند کی جمعیت پراگندہ ہوئی، سکھوں کی قوت میں کمزوری آئی، اور فرنگ خذلہم اللہ کو فائدہ پہنچا۔ ۱۸۵۷ء میں جب علمائے حق نے جہاد کا فتویٰ دیا، پروردگارانِ فرنگ نے اس کی مخالفت کی''۔ (مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۹۷، ۹۸)

بروز جمعہ ۲۴: ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ، ۶: مئی ۱۸۳۱ء کو پیرومرید یعنی اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی کی ہلاکت ہوئی۔ اس کے بعد جنگوں کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۱ء سے قبل ہی اسحاق دہلوی اور یعقوب دہلوی، اسماعیل دہلوی کی تحریک وہابیت سے منسلک ہوئے۔ چوں کہ ملک بھر میں وہابیت کے خلاف مضبوط محاذ قائم ہو چکا تھا، اور اسحاق دہلوی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا جانشیں تھا، اس لیے وہ اعلانیہ طور پر وہابیت کو قبول نہ کرسکا۔ اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں جن امور کو شرک لکھا تھا، اسحاق دہلوی نے اپنی کتاب ''مأۃ مسائل'' و دیگر تصانیف میں ان میں سے بعض کو حرام، بعض کو ناجائز اور بعض کو مکروہ لکھا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر اہل سنت و جماعت

میں اسحاق دہلوی پر انگشت نمائی شروع ہوگئی۔اسحاق دہلوی اپنی عزت بچانے کی خاطر اسماعیل دہلوی کی موت کے دس سال بعد ۱۲۵۷ھ مطابق ۱۸۴۱ء میں مکہ معظّمہ ہجرت کرگیا۔ساتھ میں اس کا چھوٹا بھائی محمد یعقوب دہلوی بھی مکہ معظّمہ ہجرت کرگیا۔

دیوبند کیسے بنا مقلد وہابیہ کا مرکز؟

جب اسحاق دہلوی ہجرت کر کے مکہ مکرمہ جانے لگا تو اس نے بھارت میں وہابیت کے فروغ کے لیے ایک بورڈ تشکیل دیا۔اس بورڈ کا صدر مملوک علی نانوتوی (م ۱۲۶۷ھ-۱۸۵۱ء) کو بنایا۔اس بورڈ میں کل چار لوگ تھے۔

عبید اللہ سندھی (م ۱۳۶۳ھ-۱۹۴۴ء) نے لکھا: ''مولانا محمد اسحاق مکہ معظّمہ میں اپنے بھائی مولانا محمد یعقوب دہلوی کو اپنے ساتھ لے گئے، اور دہلی میں مولانا مملوک علی کی صدارت میں مولانا قطب الدین دہلوی، اور مولانا مظفر حسین کاندھلوی اور مولانا عبد الغنی دہلوی کو ملا کر ایک بورڈ بنا دیا، جو اس نئے پروگرام (جدید وہابیت) کی اشاعت کر کے نئے سرے سے جماعتی نظام پیدا کرے، اور یہی جماعت ہے جو آگے چل کر دیوبندی نظام چلاتی ہے''۔(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص ۱۱۰)

مولوی مملوک علی نانوتوی انگریزوں کے قائم کردہ ''دہلی عربک کالج'' کے شعبہ عربی کا صدر مدرس تھا۔نانوتہ، اور اس کے آس پاس کے علاقے کے بچے مملوک علی کے سبب تعلیم کے لیے دہلی عربک کالج جانے لگے۔یہی طلبہ بعد میں دیوبندیت کے سرخیل وسردار ہوئے۔

مناظر احسن گیلانی نے لکھا: ''نانوتہ کے لیے تعلیمی راہ کا دروازہ مولانا مملوک العلی رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے کھل چکا تھا۔وہ دہلی میں مقیم تھے اور دہلی کی سب سے بڑی مرکزی درس گاہ ''دہلی کالج'' کے استاد تھے۔نہ صرف نانوتہ، بلکہ عثمانی شیوخ کی برادری اطراف وجوانب کے جن قصبات میں پھیلی ہوئی تھی، وہاں تک کے بچے مولانا مملوک العلی کے ان خاص حالات سے کافی استفادہ کر رہے تھے''۔

(سوانح قاسمی جلد اول ص ۲۱۰)

نانوتہ، گنگوہ، دیوبند، سہارن پور اور اطراف کے بے شمار طلبہ دہلی عربک کالج میں داخل ہوئے اور دیوبندی مسلک کی بنیاد پڑی۔

پروفیسر محمد ایوب قادری دیوبندی نے لکھا: ''مولانا مملوک العلی کے تلامذہ کی تعداد کا استحضار ناممکن ہے۔ان کے شاگردوں میں بڑے بڑے علما مثل مولانا مظہر نانوتوی، مولانا محمد احسن نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا احمد علی سہارنپوری، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی، مولوی کریم الدین پانی پتی، منشی جمال الدین مدار المہام بھوپال، شمس العلما ڈاکٹر ضیاء الدین ایل، ایل، ڈی، مولوی عالم علی مرادآبادی (ف ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء)، مولوی سمیع اللہ دہلوی، مولانا عبد الرحمٰن پانی پتی وغیرہ کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں''۔(حیات مولانا محمد احسن نانوتوی ص ۱۸۳)

مملوک علی کے شاگردوں میں سے ذوالفقار علی دیوبندی اور فضل الرحمٰن دیوبندی نے حاجی عابد حسین دیوبندی کے ساتھ مل کر مدرسہ دیوبند کی بنیاد رکھی۔مدرسہ دیوبند کا پہلا صدر مدرس مملوک علی کے بیٹے محمد یعقوب نانوتوی (۱۲۴۹ھ-۱۳۰۲ھ-۱۸۳۳ء-۱۸۸۴ء) کو بنایا گیا۔دیوبندی شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی، ذوالفقار علی دیوبندی کا بیٹا اور شبیر احمد عثمانی، فضل الرحمٰن دیوبندی کا بیٹا ہے۔

الرسالة السادسة

مدرسہ دیوبند کا قیام ۳۰: مئی ۱۸۶۶ء مطابق ۱۵: محرم الحرام ۱۲۸۳ھ کو بروز پنج شنبہ ہوا۔ اسی کے چھ ماہ بعد مملوک علی نانوتوی کے شاگردوں میں سے سعادت علی سہارنپوری نے رجب المرجب ۱۲۸۳ھ- مطابق ۱۸۶۷ء میں سہارن پور میں مدرسہ مظاہر العلوم قائم کیا۔ تین ماہ بعد شوال ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں مملوک علی نانوتوی کے شاگرد محمد مظہر نانوتوی کو مدرسہ مظاہر العلوم کا صدر مدرس مقرر کیا گیا۔ اس طرح مقلد وہابیہ کا مرکز دہلی سے دیوبند وسہارن پور منتقل ہو گیا۔

حاجی عابد حسین دیوبندی چشتی (۱۲۵۰ھ-۱۳۳۱ھ- ۱۸۳۴ء-۱۹۱۳ء) مدرسہ دیوبند کے بانیوں میں سے تھے۔ یہ سنی صحیح العقیدہ تھے۔ نظریاتی اختلاف کے سبب حاجی عابد حسین مدرسہ دیوبند سے الگ ہو گئے۔

۱۲۹۰ھ میں قاسم نانوتوی مدرسہ دیوبند آیا۔ اسی سال اس نے تحذیر الناس لکھی، جس میں عقیدۂ ختم نبوت کا انکار کیا۔

بعض لوگ قاسم نانوتوی کو مدرسہ دیوبند کا بانی سمجھتے ہیں، حالاں کہ۔ مدرسہ دیوبند کے قیام کے قریباً آٹھ سال بعد ۱۲۹۰ھ میں قاسم نانوتوی مدرسہ دیوبند آیا تھا۔ (دارالعلوم دیوبند کا بانی کون؟ از: ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی ص ۱۹، ۲۲)

۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۵ء تک دارالعلوم دیوبند کی روداد میں بحیثیت بانی نانوتوی کا نام نہیں آتا تھا۔ اس کے بعد نانوتوی کو بانی کی حیثیت سے متعارف کرانے کی سازش ہونے لگی۔ (دارالعلوم دیوبند کا بانی کون؟ از: ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی ص ۵۸، ۲۴)

مسلک دیوبند کے عناصر اربعہ

مسلک دیوبند کے اشخاص اربعہ جن کے لیے حسام الحرمین میں حکم کفر آیا۔ ان میں سے رشید احمد گنگوہی اور قاسم نانوتوی مملوک علی نانوتوی کے شاگرد ہیں اور خلیل احمد انبیٹھوی اور اشرف علی تھانوی مدرسہ دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔

خلیل احمد انبیٹھوی ۱۲۸۹ھ میں مدرسہ دیوبند سے فارغ ہوا۔ یہ رشید احمد گنگوہی کا خاص شاگرد تھا، اور ادریس کاندھلوی (۱۸۹۹ء- ۱۹۷۴ء) رکن تبلیغی جماعت کا خاص استاد تھا۔ یہ سنی بن کر نواب بہاول پور کے مدرسہ میں مدرس رہا، پھر مناظرۂ بہاول پور کے بعد ۱۳۰۶ھ میں وہاں سے نکال دیا گیا۔

اشرف علی تھانوی سال ۱۳۰۱ھ میں مدرسہ دیوبند سے فارغ ہوا۔ فراغت کے بعد چودہ سال ۱۳۱۵ھ تک مدرسہ عام کان پور میں سنی بن کر مدرس رہا۔ فاتحہ و نیاز، سلام و قیام سب کچھ کرتا رہا، پھر تھانہ بھون میں مدرسہ اشرفیہ قائم کیا اور خانقاہ بنا کر اقامت پذیر ہو گیا۔

تھانوی دیوبندی شیخ الہند محمود حسن دیوبندی (۱۲۶۸ھ-۱۳۳۹ھ- ۱۸۵۱ء-۱۹۲۰ء) کا خاص شاگرد تھا۔ محمود حسن دیوبندی مدرسہ دیوبند کا پہلا فارغ التحصیل تھا۔ ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۷۰ء میں مدرسہ دیوبند سے فارغ ہوا۔ ایک زمانے میں مدرسہ دیوبند کا صدر مدرس ہوا۔

تقویۃ الایمان کا اولین تردید نویس وہابی بن گیا

مملوک علی نانوتوی پہلے سنی تھا اور تقویۃ الایمان کو تفویۃ الایمان کہا کرتا تھا (حیات محمد احسن نانوتوی ص ۱۸۳- از: پروفیسر محمد ایوب

الرسالة السادسة

قادری)، پھر وہابی مذہب اختیار کرلیا۔مملوک علی علامہ رشید الدین خاں دہلوی (م۱۲۴۹ھ-۱۸۳۳ء) کا شاگرد تھا،جنہوں نے ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ میں اسماعیل دہلوی کی موجودگی میں عبدالحئ بڈھانوی سے دہلی جامع مسجد میں مناظرہ کیا تھا۔مملوک علی نے سب سے پہلے تقویۃ الایمان کارد لکھا تھا،جب کہ تقویۃ الایمان تصنیفی مرحلہ سے گزر رہی تھی، پھر یہ بھارت میں وہابیت کوفروغ دینے میں اہم کردارادا کیا۔

قاضی فضل احمد لدھیانوی (م۱۹۴۶ء) نے رقم فرمایا: تاریخ وہابیہ دیوبندیہ،مرتبہ: حاجی مولوی منشی محمد لعل خاں صاحب مدراسی رضوی حنفی قادری ابقاہ اللہ تعالیٰ،مطبوعہ: کلیمی پریس کلکتہ ۱۳۳۴ہجری،حاشیہ صفحہ ۳۷۔

سردفتر محدثین وقدوۃ المحققین فقیہ لاثانی مقبول سبحانی استادی مولوی قاضی محمود سنگیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا: جس وقت اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان کی تصنیف شروع کی تو اسی کے شاگرد امام بخش طالب علم تھے۔مولوی مملوک علی صاحب سے بیان فرمایا کہ ایک کتاب تقویۃ الایمان جوخلاف اہل سنت وجماعت ہے، تیار ہورہی ہے۔بسا مقدمات اس کے راہ حق سے دور ہیں۔

مولوی موصوف نے سنتے ہی فرمایا: شب کو وہ مسودات مجھ کولا کردینا۔موافق وعدے کے شب کو وہ مسودات مولوی مملوک علی کے پاس آتے،اوراس کارد آپ لکھتے۔یہ بات مولوی اسماعیل صاحب کومعلوم نہیں تھی۔جب کتاب تمام ہوئی،ردبھی اس کا تمام ہوا۔

اس رد میں یوں فرماتے ہیں: جومولوی اسماعیل دہلوی کے ہاتھ کے مسودے دیکھے،تقویۃ الایمان کی جائے پر تفویۃ الایمان، بجائے قاف کے فے سے لکھا ہوا تھا۔خداوند عالم نے اس کے ہاتھ سے لکھایا تھا۔سچ ہے۔یہ کتاب ایمان کوفوت کرنے والی ہے،اوراس کے بعضے مضامین کی خصلت گوبر کی ہے۔جس طرح گوبر مٹی کولے جاتا ہے،اورجس گھر میں وہ رہے،ایمان کولے جائے گی۔بلفظہ

(بشرطیکہ اس کے ردکرنے اورلوگوں کو بچانے کی نیت سے نہ رکھتا ہو)''۔

(انوارآفتاب صداقت ص۵۳۲-کتب خانہ سمنانی اندرکوٹ میرٹھ)

اسحاق دہلوی اورغیر مقلدوہابیہ

اسحاق دہلوی کے شاگرد نذیر حسین مونگیری دہلوی (۱۲۲۰ھ-۱۳۲۰ھ-۱۸۰۵ء-۱۹۰۲ء)،یعقوب دہلوی کے شاگرنواب صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی (۱۲۴۸ھ-۱۳۰۷ھ-۱۸۳۲ء-۱۸۹۰ء)،اورنذیر حسین دہلوی کے شاگرد محمد حسین بٹالوی (۱۲۵۲ھ-۱۳۳۸ھ-۱۸۴۱ء-۱۹۲۰ء) نے ملک ہند میں غیر مقلدیت کوفروغ دیا۔مولوی مملوک علی نانوتوی کے متعدد شاگردوں نے بھی غیر مقلدیت کواختیارکیا ،مثلاً ڈپٹی نذیراحمد بجنوری دہلوی (۱۸۳۶ء-۱۹۱۲ء) وغیرہ۔ایک طویل مدت تک غیر مقلدیت کو بھارت میں زیادہ فروغ نہیں مل سکا، پھر سعودی حکومت کے تعاون سے غیر مقلدوں نے بھارت میں اپنی تبلیغ شروع کی اوراب یہ لوگ خودکو''سلفی'' کہتے ہیں۔

بقائے وہابیت کا سبب دوم: انگریزوں کا تعاون

بھارت میں وہابیت کے زندہ رہ جانے کا ایک سبب انگریزوں کا تعاون تھا۔انگریزی حکومت بھی چاہتی تھی کہ مسلمانوں میں فرقہ

بندیاں ہوتی رہیں، تاکہ یہاں کے مسلمان باہمی تنازعات میں پھنسے رہیں، اور متحد ومتفق ہوکر انگریزی حکومت کے لیے خطرہ نہ بن سکیں۔ انگریزوں نے تقویۃ الایمان کی اشاعت کی اور مفت تقسیم کیا۔ غلام احمد قادیانی کے ذریعہ اسلام کے نظریہ جہاد پر ضرب لگائی۔

مدرسہ دیوبند اور ندوہ (لکھنو) کو انگریزی حکومت کی حمایت حاصل تھی، اور مدرسہ دیوبند کے بانیوں میں سے ذوالفقار علی دیوبندی، فضل الرحمان دیوبندی، اور اس کے اولین صدر مدرس محمد یعقوب نانوتوی انگریزی حکومت کے ریٹائرڈ ملازم تھے۔

پروفیسر محمد ایوب قادری نے لکھا: ''دہلی کالج کے فاضل مدرس مولانا مملوک العلی کے وطن و برادری کے جن حضرات نے مولانا کی سرپرستی میں تعلیم پائی، وہ حضرات بھی تعلیمی نظام میں منسلک نظر آتے ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی اور مولانا ذوالفقار علی دیوبندی ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے۔ مولانا مملوک العلی کے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب نانوتوی اجمیر کالج میں مدرس مقرر ہوئے، پھر بنارس، بریلی اور سہارن پور میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے''۔ (حیات محمد احسن نانوتوی ص ۳۸)

پروفیسر محمد ایوب قادری نے مدرسہ دیوبند سے متعلق لکھا:

''اس مدرسہ نے یوماً فیوماً ترقی کی۔ ۳۱؍ جنوری ۱۸۷۵ء، بروز یک شنبہ لیفٹیننٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی پامر نے اس مدرسہ کو دیکھا تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے معاینہ کی چند سطور درج ذیل ہیں۔

''جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپے کے صرف سے ہوتا ہے، وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔ جو کام پرنسپل ہزاروں روپے تنخواہ لے کر کرتا ہے، وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپے ماہانہ پر کر رہا ہے۔ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں، بلکہ ممد و معاون سرکار رہے''۔

(حیات محمد احسن نانوتوی ص ۲۱۷)

ندوہ لکھنو کا سنگ بنیاد ایک انگریز کے ہاتھوں رکھا گیا تھا (شبلی نامہ ص ۱۴۰) اور انگریزی سرکار کا تعاون حاصل تھا۔

شیخ محمد اکرام نے لکھا: ''ندوہ کی تاریخ میں ۱۹۰۸ء کا سال ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس سال صوبہ (یوپی) کے گورنر نے دارالعلوم کی وسیع عمارت کا سنگ بنیاد رکھا اور حکومت کی طرف سے ندوہ کو بعض مقاصد کے لیے پانچ سو روپے ماہوار ملنی شروع ہوئی''۔

(شبلی نامہ ص ۱۷۸- از: شیخ محمد اکرام)

مدرسہ دیوبند کا قیام ۳۰؍ مئی ۱۸۶۶ء مطابق ۱۵؍ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ کو بروز پنج شنبہ ہوا تھا۔

ندوہ لکھنو کا قیام ۱۸۹۴ء مطابق ۱۳۱۵ھ کو ہوا تھا۔ اس کی تحریک محمد علی مونگیری (۱۲۶۲ھ-۱۳۶۴ھ) نے شروع کی تھی۔

بقائے وہابیت کا سبب سوم: جنگ غدر: ۱۸۵۷ء اور سنی علما پر برطانوی مظالم

وہابیت و دیوبندیت کے فروغ کا ایک اہم سبب بھارت کے سنی علما پر انگریزی حکومت کا ظلم و جبر تھا۔ جنگ غدر یعنی پہلی جنگ آزادی: ۱۸۵۷ء میں علمائے اہل سنت و جماعت پیش پیش تھے۔ وہابیوں نے انگریزی حکومت کی تائید کی تھی۔ جب جنگ غدر ختم ہوئی،

اور انگریزی حکومت فتح یاب ہوگئی تو انگریزوں نے بے شمار علمائے اہل سنت وجماعت کو گرفتار کرلیا۔ بے شمار علمائے کرام کو پھانسی کی سزادی گئی۔ بہت سے علمائے کرام قید کر کے کالا پانی (جزیرۂ انڈمان) بھیج دیئے گئے۔ عام مسلمانوں اور دیگر بھارتیوں کا بھی قتل عام ہوا۔

علامہ فضل حق خیر آبادی وہابیت کے ردوابطال کے بھی قافلہ سالار تھے اور انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ بھی آپ نے ہی دہلی کی جامع مسجد سے جاری فرمایا تھا۔ آپ نے جنگ غدر میں بعض محاذوں پر بھارتی فوج کی سپہ سالاری کے فرائض بھی انجام دیئے تھے۔

علمائے اہل سنت وجماعت آغاز امر سے ہی بھارت کو انگریزوں کے جال سے آزاد کرانے کی کوشش میں تھے۔ پہلی جنگ آزادی: ۱۸۵۷ء سے قبل ہی علمائے اہل سنت بیدار ہو چکے تھے، اور نجی کوششیں شروع کر چکے تھے۔ انگریزوں نے مسلمانوں سے صرف حکومت ہی نہیں چھینا، بلکہ وہ مسلمانوں کے ایمان کو تباہ وبرباد کرنے میں بھی بہت حد تک کامیاب رہے۔ جو ایمان بچا، وہ علمائے اہل سنت کی سعی پیہم کا نتیجہ ہے۔ جس کی تقدیر میں گمر ہی تھی، وہ گمراہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مذہب حق کی نعمت گراں بہا عطا فرمائی، اس پر رب تعالیٰ کی حمد بیکراں۔ حضو اقدس حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت عطا ہوئی جو نجات کا پروانہ ہے، اس پر رب تعالیٰ کا شکر عظیم۔

انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ: ۱۸۵۷ء

(۱) عبد الشاہد خاں شروانی (م۱۳۰۴ھ) نے لکھا:

''بادشاہ سراسیمہ تھے۔ شہزادوں کی لوٹ کھسوٹ اور تخت شاہی کی تمناؤں نے باہمی رقابت کا میدان گرم کر رکھا تھا۔ عمائد شہر میں دو گروہ تھے۔ ایک بادشاہ کا ہمنوا، اور دوسرا حکومت کمپنی کا بہی خواہ۔ فوجوں میں طمع اور لالچ نے گھر کر لیا تھا۔ دو ایک جماعتیں مقصد اعلیٰ کو سامنے رکھے ہوئے تھیں۔ ایک جماعت مجاہدین کی تھی، دوسری روہیلوں کی۔ یہ جنرل بخت خاں کی سرداری میں داد شجاعت دے رہی تھی۔

علامہ سے جنرل بخت خاں ملنے پہنچے۔ مشورہ کے بعد علامہ نے آخری تیر ترکش سے نکالا۔ بعد نماز جمعہ جامع مسجد میں علما کے سامنے تقریر کی، استفتا پیش کیا۔ مفتی صدر الدین خاں آزردہ صدر الصدور دہلی، مولوی عبد القادر، قاضی فیض اللہ دہلوی، مولانا فیض احمد بدایونی، ڈاکٹر مولوی وزیر خاں اکبر آبادی، سید مبارک شاہ رامپوری نے دستخط کر دیئے۔ اس فتوے کے شائع ہوتے ہی ملک میں عام شورش بڑھ گئی۔ دہلی میں نوے ہزار سپاہ جمع ہوگئی تھی۔ جنرل بخت خاں کی اسکیموں میں مرزا مغل آڑے آتے تھے۔ مرزا الٰہی بخش نے بادشاہ سے سرکار میں معافی کا خط بھی بھجوا دیا تھا۔ کوئی سنوائی نہ ہوئی۔ مرزا مغل کی وجہ سے فوج میں پھوٹ پڑ گئی''۔

(باغی ہندوستان ص۲۱۴، ۲۱۵- المجمع الاسلامی مبارکپور)

(۲) محمد اسماعیل پانی پتی نے لکھا: ''ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں پورے جوش کے ساتھ انگریزوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے والے وہ سب کے سب علما شامل تھے، جو عقیدۂ حضرت سید احمد اور حضرت شاہ اسماعیل کے شدید ترین دشمن تھے، اور جنہوں نے شاہ اسماعیل کے رد میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور اپنے شاگردوں کو لکھنے کی وصیت کی ہے''۔ (حاشیہ مقالات سرسید حصہ شانز دہم ص۳۵۲)

(۳) ڈاکٹر مہدی حسین نے لکھا:

''اگر جیون لال کے بیان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے تو مولوی فضل حق نے شاہی فوج کی کمان بھی کی ہے''۔(بہادرشاہ حصہ دوم ص ۳۹۱)

(۴) رئیس احمد جعفری نے لکھا:

''مذکورہ سطور میں ہم نے غدر کے جن ہیروؤں کا ذکر کیا ہے، ان میں صرف بخت خاں اور مولانا فضل حق خیرآبادی دو ایسی شخصیتیں ہیں، جنہوں نے دہلی کے محاربات غدر میں مرکزنشیں ہوکر حصہ لیا ہے''۔(بہادرشاہ ظفر اوران کا عہد ص ۸۳۴)

(۵) جنگ غدر کے وقت بہادرشاہ ظفر نے ایک کنگ کونسل بنائی تھی، علامہ اس کے ایک اہم رکن تھے۔

ڈاکٹر سید معین الحق نے لکھا:

''سید مبارک شاہ (جو دوران غدر دہلی کا کوتوال رہا تھا) کا بیان ہے کہ شاہ نے جنرل بخت خاں، مولوی سرفراز علی اور مولوی فضل حق پر مشتمل ایک کنگ کونسل تشکیل دی تھی''۔(The great revolution of 1857 p.182/183)

(۶) جب بخت خاں کی دہلی میں آمد ہوئی تو بہادرشاہ ظفر نے اسے دہلی فوج کا سپہ سالار اور جنرل کا خطاب دیا۔ انگریزوں کا پٹھو مرزاالٰہی بخش بادشاہ کو اس کے خلاف ورغلایا، لیکن غدار مرزا کامیاب نہ ہوسکا۔ اخیر کار بادشاہ سے سفارش کرکے مرزاالٰہی بخش نے بادشاہ کے بیٹے مرزا مغل کو بھی فوج کے اعلیٰ اختیارات دلانے میں کامیاب ہوگیا۔ اب فوج دو قیادت کے درمیان پھنس کر رہ گئی، اور جیتی ہوئی جنگ اب شکست میں بدلنے لگی۔ مرزا مغل مرد میداں نہ تھا کہ فوج کو صحیح ڈھنگ سے لڑا سکے۔

جنرل بخت خاں نے بادشاہ سے گذارش کی کہ آپ لکھنو چلیں، وہاں کی جنگ جیت کر پھر دہلی آئیں گے۔ بادشاہ اس کے لیے راضی نہ ہوئے، بلکہ مرزاالٰہی بخش کی دخل اندازی نے بادشاہ کی عقل پر پردہ ڈال دیا۔ جنرل بخت خاں اپنی دس ہزار فوج لے کر رات کو نکل گئے۔ مسلمانوں کو اکثر غداروں کی وجہ سے نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ جنگ غدر بھی مرزاالٰہی بخش کی کارستانیوں کے سبب ناکام ہوئی۔

عشرت رحمانی نے لکھا: ''بخت خاں دہلی سے روانہ ہوکر اودھ ہوتا ہوا کسی ایسے مقام پر چلا گیا، جہاں سے اس کا نشان بھی کسی کو پھر نہ ملا۔ گمان غالب ہے کہ دہلی کی بے وقت اور غیر متوقع شکست اور انگریزی کی نامبارک کامرانی نے اس کا دل توڑ دیا اور مغل عظمت کی تباہی دیکھنے کی تاب نہ لاکر اس نے قبائلی آزاد علاقہ کی پہاڑیوں میں منہ چھپالیا۔ اس کے بعد کسی نے نہ اس کا نام سنا اور نہ نشان پایا''۔

(خیال لاہور-سن ستاون نمبر ص ۲۷۰)

(۸) دہلی کی جنگ چار مہینہ تک جاری رہی۔ 11: مئی ۱۸۵۷ء سے 19: ستمبر ۱۸۵۷ء تک ہندوستانی فوجیوں نے انگریزوں کا مقابلہ کیا۔ 19: ستمبر کو انگریزی فوج دہلی میں داخل ہوئی۔ بہادرشاہ ظفر کی گرفتاری ہوئی۔ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا نام ونشان مٹ گیا۔ علامہ فضل حق خیرآبادی 24: ستمبر ۱۸۵۷ء کو رات کے وقت چھپ کر دہلی سے نکل گئے۔

عبدالشاہد خاں شروانی نے لکھا: ''علامہ دہلی سے 24: ستمبر کو روانہ ہوگئے۔ اس طرح ۱۷۵۷ء کی جنگ پلاسی اور ۱۷۹۹ء کی جنگ میسور کی طرح ۱۸۵۷ء کی یہ جنگ آزادی بھی ہندوستانیوں کی شکست اور انگریزوں کی فتح پر ختم ہوئی''۔(باغی ہندوستان ص ۲۱۶)

الرسالة السادسة

(۹) سقوط دہلی اور سلطنت مغلیہ کے خاتمہ کے بعد مسلمانوں پر دہلی اور اطراف واکناف میں ظلم وبربریت کا وہ دردناک سلسلہ شروع کیا گیا، جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ بے شمار مسلمانوں کو قتل کیا گیا، پھانسی پر لٹکایا گیا۔

جب یہ سلسلہ تھا تو جنگ غدر میں شریک ہونے والے علما کے خلاف کاروائی کی گئی، مقدمہ ہوا۔ علامہ فضل حق خیرآبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، وغیرہ علمائے اہل سنت کالا پانی کی سزا پائے۔

علمائے اسلام نے جزیرہ انڈمان کو دبستان علم وادب بناڈالا۔ مفتی عنایت احمد نے ''علم الصیغہ'' اور ''تواریخ حبیب الٰہ'' اسی جزیرہ میں تصنیف فرمائی۔ علامہ خیرآبادی نے ''الثورۃ الہندیہ'' اور ''قصیدہ دالیہ وقصیدہ ہمزیہ'' جزیرہ انڈمان ہی میں تحریر فرمائے۔ ڈاکٹر مسعود احمد پاکستانی نے لکھا کہ علامہ فضل حق خیرآبادی کو 14: مارچ ۱۸۵۹ء کو لکھنو کورٹ سے حبس دوام بعبور دریائے شور اور تمام جائیداد کی ضبطی کا حکم سنایا گیا۔ بحری جہاز پر سوار ہوکر 08: اکتوبر ۱۸۵۹ء کو پورٹ بلیر پہونچے۔ نوماہ انیس دن سیاسی قیدی رہ کر 12: صفر المظفر ۱۲۷۸ھ 20: اگست ۱۸۶۱ء کو واصل الی اللہ ہوئے۔ (جنگ آزادی میں علامہ فضل حق خیرآبادی کا کردار ص۱۰، ۱۱۔ نوری مشن مالیگاؤں مہاراشٹر)

(۱۰) عبدالشاہد خاں شروانی نے لکھا:

''جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مولانا فضل حق نے حصہ لیا۔ دہلی میں جنرل بخت خاں کے شریک رہے۔ لکھنو میں بیگم حضرت محل کی کورٹ کے ممبر رہے۔ آخر میں گرفتار ہوئے۔ مقدمہ چلا اور حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ہوئی .... انڈمان ونکوبار کے زمانہ قیام میں علامہ خیرآبادی سے دو چیزیں یادگار ہیں۔ الثورۃ الہندیہ اور قصائد فتنۃ الہند۔ یہ دونوں چیزیں تاریخی ہونے کے علاوہ ادب کا بھی شاہکار ہیں...... یہ رسالہ اور قصیدے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے حالات کے نہایت قابل قدر مآخذ ہیں''۔ (باغی ہندوستان ص ۲۷۵)

(۱۱) حسین احمد ٹانڈوی سابق شیخ الحدیث دیوبند نے لکھا:

''مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی کو جو کہ تحریک کے بہت بڑے رکن تھے اور بریلی، علی گڑھ اور اس کے ملحقہ اضلاع کے دوران تحریک میں گورنر تھے۔ آخران کو گھر سے گرفتار کیا گیا۔ جس مخبر نے ان کو گرفتار کرایا تھا، اس نے انکار کردیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ فتویٰ جہاد پر جس نے دستخط کیے ہیں، وہ یہ فضل حق ہیں یا کوئی اور ہیں؟............ مولانا نے فرمایا: ''مخبر نے پہلے جو رپورٹ لکھوائی تھی، وہ بالکل صحیح تھی کہ فتویٰ میرا ہے۔ اب میری شکل وصورت سے مرعوب ہوکر یہ جھوٹ بول رہا ہے''۔

قربان جائیے علامہ کی شان استقلال پر، خدا کا شیر گرج کر کہہ رہا ہے کہ میرا اب بھی یہی فیصلہ ہے کہ انگریز غاصب ہے، اور اس کے خلاف جہاد لڑنا فرض ہے۔ خدا کے بندے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ وہ جان کی پرواہ کیے بغیر سر بکف ہوکر میدان میں اترتے ہیں اور لومڑی کی طرح ہیر پھیر کر کے جان نہیں بچاتے، بلکہ شیروں کی طرح جان دینے کو فخر سمجھتے ہیں''۔ (تحریک ریشمی رومال ص ۶۴)

(۱۲) حسین احمد ٹانڈوی (۱۸۷۹ء-۱۹۵۷ء) نے لکھا:

''مولانا نے اپنے اوپر جتنے الزام لیے تھے، ایک ایک کر کے سب رد کردیئے۔ جس مخبر نے فتویٰ کی خبر دی تھی، اس کے بیان کی

تصدیق وتوثیق کی،فرمایا:''پہلے اس گواہ نے سچ کہا تھااور رپورٹ بالکل صحیح لکھوائی تھی۔اب عدالت میں میری صورت دیکھ کر مرعوب ہوگیااور جھوٹ بولا۔وہ فتویٰ صحیح ہے۔میرا لکھا ہوا ہے،اور آج اس وقت بھی میری رائے وہی ہے............جج بار بار علامہ کو روکتا تھا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔مخبر نے عدالت کا رخ اور علامہ کی بارعب و پروقار شکل دیکھ کر شناخت کرنے سے گریز کرتے ہوئے کہہ ہی دیا تھا۔

یہ وہ مولانا فضل حق نہیں،دوسرے تھے۔گواہ حسن صورت اور پاکیزگی سیرت سے بے انتہا متاثر ہو چکا تھا،مگر علامہ کی شان استقلال کے قربان جائیے،خدا کا شیر گرج کر کہتا ہے۔''وہ فتویٰ صحیح ہے،میرا لکھا ہوا ہے،اور آج اس وقت بھی میری رائے وہی ہے''۔

(نقش حیات ص۴۶۲)

(۱۳)عبدالشاہد خاں شروانی نے لکھا:

''علامہ کو 30:جنوری ۱۸۵۹ء کو گرفتار کیا گیااور لکھنو میں مقدمہ چلایا گیا۔گرفتاری سے تین ہفتے کے اندر کیپٹن ایف اے وی تھر برن کی عدالت میں 21:فروری ۱۸۵۹ء کو مقدمہ شروع ہوا۔استغاثہ اور صفائی کے پانچ پانچ گواہوں کے بیانات کے بعد 28:فروری ۱۸۵۹ء کپتان تھر برن نے فرد جرم مرتب کر کے مقدمہ جوڈیشیل کمشنر اودھ کی عدالت میں منتقل کر دیا۔جوڈیشیل کمشنر مسٹر جارج کیمبل اور میجر بارو قائم مقام کمشنر خیرآباد ڈویزن کی مشترکہ عدالت سے 04:مارچ ۱۸۵۹ء کو قتل پر برانگیخت اور بغاوت کے الزام میں بطور شاہی قیدی حین حیات حبس بعبور دریائے شور اور تمام جائیداد کی ضبطی کی سزا سنادی گئی''۔(باغی ہندوستان ص ۲۴۸)

علمائے اہل سنت وجماعت

علمائے اہل سنت نے ۱۸۵۷ء کی اولین جنگ آزادی میں کلیدی کردار ادا کیا۔علمائے اہل سنت نے دیکھا کہ بہت سے ہندؤں نے علی الاعلان انگریزوں کی حمایت کی۔مسلمانوں میں بھی بہت سے غدار اور نصاریٰ کے جاسوس نکلے۔اسی غداری اور ہندؤں کے در پردہ انگریزوں کے تعاون کے سبب مجاہدین غدر کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔دوسری جانب انگریزوں نے قوم مسلم میں مذہبی فتنوں کو پروان چڑھا رکھا تھا۔علامہ فضل حق خیرآبادی سمیت علمائے اہل سنت وجماعت کا ایک طبقہ قید و بند کی زندگی گزار رہا تھا۔بہت سے علمائے اہل سنت کو پھانسی دے دی گئی تھی۔اس افراتفری کے عالم میں وہابی مسلک کو پھلنے پھولنے کا خوب موقع ملا۔مقلد وہابیہ اور غیر مقلد وہابیہ دونوں گروپ نے انگریزوں کی طرفداری کی تھی،اس لیے حکومتی سطح پر ان لوگوں کو تعاون حاصل رہا۔مذہب اہل سنت اپنی حقانیت کے سبب زندہ رہا۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم



خاتمہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم::نحمدہ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

اہل سنت وجماعت حق ہے۔اس کے علاوہ بہتر فرقے اہل باطل ہیں۔اسلام کے تہتر فرقوں میں منقسم ہونے کا ذکر حدیث نبوی میں آیا ہے۔مسلمانوں کو مذہب حق سے وابستہ رہنا چاہئے۔ہر فرقہ حق نہیں، بلکہ ایک طبقہ کے علاوہ سب اہل باطل ہیں۔

اہل حق کی نشانیاں کیا ہیں؟

چوں کہ مذہب اسلام میں تہتر فرقے ہونے والے تھے،اس لیے حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل حق کی متعدد نشانیاں بیان فرمائیں،تاکہ حق کا متلاشی ان علامتوں کی روشنی میں حق وباطل میں امتیاز کرسکے۔

احادیث مبارکہ میں یہ نشانیاں متفرق طور پر بیان کی گئی ہیں۔ان میں سے جو مجھے دستیاب ہوسکیں،ان کو جمع کر کے قوم وملت کے سپرد کررہا ہوں،تاکہ ان سب کے لیے ذریعہ ہدایت اور ہمارے لیے وسیلہ نجات بن جائے:وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

عام مسلمانوں کے لیے دلائل حقانیت

عام مسلمانوں کوحق وباطل کی پہچان کے لیے متعدد علامتیں بیان کی گئی ہیں۔

کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں نے از خود ان امور کو عام مسلمانوں کے لیے علامات حقانیت قرار دے دیا ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) رقمطراز ہیں:

’’اس دلیل اعنی سواد اعظم کی طرف ہدایت اللہ ورسول جل وعلیٰ وصلی اللہ علیہ وسلم کی کمال رحمت ہے۔ہر شخص کہاں قادر تھا کہ عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت کرے۔عقل تو خود ہی سمعیات میں کافی نہیں،ناچار عوام کو عقائد میں تقلید کرنی ہوتی،لہٰذا یہ واضح روشن دلیل عطا فرمائی کہ سواد اعظم مسلمین جس عقیدہ پر ہو،وہ حق ہے۔اس کی پہچان کچھ دشوار نہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وقت میں تو کوئی بدمذہب تھا ہی نہیں اور بعد کو اگرچہ پیدا ہوئے،مگر دنیا بھر کے سب بدمذہب ملا کر کبھی اہل سنت کی گنتی کو نہیں پہنچ سکے‘‘۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ص ۵۶،۵۷-رضا اکیڈمی ممبئی)

(۱)’’ناچار عوام کو عقائد میں تقلید کرنی ہوتی،لہٰذا یہ واضح روشن دلیل عطا فرمائی کہ سواد اعظم مسلمین جس عقیدہ پر ہو،وہ حق ہے۔اس کی پہچان کچھ دشوار نہیں‘‘۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے مذکورہ بالا قول سے بالکل واضح ہوگیا کہ جماعت حقہ کا سواد اعظم (کثیر التعداد) ہونا

الرسالة السادسة

عام مسلمانوں کے لیے معیار حقانیت ہے،اوراہل علم کے لیے دلیل حقانیت کسی امر کا قرآن وحدیث کے موافق ہونا ہے۔اسی کوامام اہل سنت نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے۔

(۲)''اس دلیل اعنی سواداعظم کی طرف ہدایت اللہ ورسول جل وعلیٰ وصلی اللہ علیہ وسلم کی کمال رحمت ہے۔ہر شخص کہاں قادر تھا کہ عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت کرے''۔

اہل سنت وجماعت کی حقانیت کی متعدد علامتیں ہیں اوران تمام علامتوں کا مذہب اہل سنت وجماعت میں پایا جانا ضروری ہے۔

کوئی ایک علامت بھی مفقو دنہیں ہوسکتی،نہ کسی دوسری جماعت میں پائی جاسکتی ہے،کیوں کہ یہ علامتیں خاصہ کی منزل میں ہیں اورشئ کا خاصہ اس کے علاوہ میں نہیں پایا جاتا ہے۔

سواداعظم ہونا بھی اہل سنت وجماعت کا خاصہ ہے،اورایسا عظیم خاصہ ہے کہ سواداعظم جس عقیدہ پر ہو،وہ عقیدہ حق ہوگا۔

حقانیت کی ظاہری علامتیں

حقانیت کی حقیقی علامت''ماانا علیہ واصحابی''ہے،لیکن اس حقیقت کا ادراک ارباب علم وفضل کے ساتھ خاص ہے۔قلت علم کے سبب عام مسلمانوں کو یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ کون ساعقیدہ قرآن وحدیث کے موافق ہے،اورکون ساعقیدہ قرآن وحدیث کے برخلاف ہے،اس لیے ان علامتوں اورنشانیوں کی تلاش ضروری ہے،جن کی روشنی میں عوام مسلمین کے لیے حق وباطل کا فرق چمکتے سورج کی طرح روشن ومنور ہوجائے۔اس رسالہ میں انہی علامتوں کوتلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

پانچ ظاہری علامتوں کاانکشاف مجھے ہوا،جودرج ذیل ہیں۔

(۱)جماعت حق کا عہدرسالت سے متصل ہونا۔

(۲)جماعت حق کا ہرعہد میں زیادہ تعداد میں ہونا۔

(۳)جماعت حق کاخوارج کی بہ نسبت قلیل العبادت ہونا۔

(۴)اہل حق کا عشق مصطفوی کومعیارنجات اعتقادکرنا۔

(۵)جماعت حق کی حفاظت کے لیے ہرصدی میں مجددآنا۔

مذکورہ بالا پانچوں نشانیوں کاثبوت جن احادیث مقدسہ سے ہوتا ہے،وہ احادیث طیبہ اوران کے تراجم تحریر کیے جاتے ہیں۔

(۱)جماعت حق کا عہدرسالت سے متصل ہونا

{عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:لَاتَزَالُ طَائِفَۃٌ مِنْ اُمَّتِیْ ظَاھِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا یَضُرُّھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ حَتّٰی یَاتِیَ اَمْرُاللّٰہِ وَھُمْ کَذٰلِکَ}(صحیح مسلم جلددوم:کتاب الامارۃ)

〈ت〉 حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میری امت کا ایک طبقہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، وہ انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا جو انہیں چھوڑ دے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (قیامت) آجائے، اور وہ اسی طرح رہیں گے۔

توضیح: ہر زمانے میں اہل سنت وجماعت کا وجود رہے گا۔ حدیث نبوی میں ''لاتزال'' کا لفظ بتا رہا ہے کہ اہل حق زمانہ رسالت سے قیامت تک رہیں گے، اور کسی زمانہ میں انقطاع نہیں ہوگا، اور جتنی جماعتیں عہد رسالت کے بعد پیدا ہوئیں، وہ سب عہد رسالت سے منقطع ہیں، لہٰذا ان کے حق ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں آتا۔ یہ اہل سنت کی حقانیت کی ایسی علامت ہے جو عوام وخواص سب کے لیے ظاہر ہے۔ ایمان جس کے لیے مقدر ہوگا، وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا، اور جس کی تقدیر میں ضلالت وگمرہی ہے، وہ کبھی راہ راست پر نہ آسکے گا۔

(۲) جماعت حق کا ہر عہد میں کثیر التعداد ہونا

{عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَجْمَعُ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاُمَّةَ عَلَى الضَّلَالَةِ اَبَدًا – وَقَالَ: يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ، فَاتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ، فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ}

(المستدرک للحاکم ج ا ص ۱۹۹ - دار الکتب العلمیہ بیروت)

〈ت〉 حضور اقدس تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ اس امت کو کبھی بھی گمرہی پر جمع نہ فرمائے گا اور فرمایا اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے، پس (اہل اسلام کے) سواد اعظم کی پیروی کرو، اس لیے کہ جو اس (سواد اعظم) سے جدا ہوا، وہ جدا ہو کر جہنم میں گیا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۹۵۸ھ - ۱۰۵۲ھ) نے لفظ ''شذ'' کی تشریح میں تحریر فرمایا:

{الشذوذ، الانفراد والتفرد عن الجمهور}

(لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۵۶ - الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور)

〈ت〉 شذوذ، جمہور امت (کے عقائد) سے جدا ہونا اور الگ ہونا ہے۔

توضیح: جمہور کا معنی ہے ''معظم کل شئ'' (المنجد ص ۱۰۲) یعنی ہر چیز کا بڑا حصہ۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جو سواد اعظم سے جدا ہوگا، وہ قلیل التعداد ہوگا، کیوں کہ جب سواد اعظم کے مفہوم میں جمہور آ گیا اور جمہور بڑے حصے کو کہا جاتا ہے تو اب جو حصہ باقی ہوگا، وہ یقیناً چھوٹا ہوگا، پس سواد اعظم کا مقابل یعنی سواد اعظم سے جدا ہونے والا طبقہ یقیناً چھوٹا ہوگا اور انسانی جماعتوں کا بڑی چھوٹی ہونا افراد کی تعداد ہی کے اعتبار سے ہوتا ہے، پس جس جماعت میں افراد زیادہ ہوں، وہ بڑی جماعت ہوگی، اور جس میں افراد کم ہوں، وہ چھوٹی جماعت ہوگی۔

(۳) جماعت حق کا خوارج سے قلیل العبادت ہونا

{عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَقْسِمُ قِسْمًا، اَتَاہُ ذُوالْخُوَیْصَرَۃِ وَھُوَرَجُلٌ مِنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اِعْدِلْ، فَقَالَ: وَیْلَکَ وَمَنْ یَعْدِلْ اِذَا لَمْ اَعْدِلْ، قَدْ خِبْتَ وَخَسِرْتَ اِنْ لَمْ اَکُنْ اَعْدِلُ–فَقَالَ عُمَرُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اِئْذَنْ لِیْ فَاَضْرِبَ عُنُقَہٗ، فَقَالَ: دَعْہُ فَاِنَّ لَہٗ اَصْحَابًا یَحْقِرُ اَحَدُکُمْ صَلَاتَہٗ مَعَ صَلَاتِھِمْ وَصِیَامَہٗ مَعَ صِیَامِھِمْ یَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَایُجَاوِزُ تَرَاقِیَھُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ کَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ یُنْظَرُ اِلٰی نَصْلِہٖ فَلَا یُوْجَدُ فِیْہِ شَیْءٌ، ثُمَّ یُنْظَرُ اِلٰی رِصَافِہٖ فَمَا یُوْجَدُ فِیْہِ شَیْءٌ، ثُمَّ یُنْظَرُ اِلٰی نَضِیِّہٖ وَھُوَ قِدْحُہٗ فَلَایُوْجَدُ فِیْہِ شَیْءٌ، ثُمَّ یُنْظَرُ اِلٰی قُذُذِہٖ فَلَا یُوْجَدُ فِیْہِ شَیْءٌ قَدْ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ–اٰیَتُھُمْ رَجُلٌ اَسْوَدُ اِحْدٰی عَضُدَیْہِ مِثْلُ ثَدْیِ الْمَرْاَۃِ اَوْ مِثْلُ الْبَضْعَۃِ تَدَرْدَرُ–وَیَخْرُجُوْنَ عَلٰی حِیْنِ فُرْقَۃٍ مِنَ النَّاسِ–قَالَ اَبُوْسَعِیْدٍ: فَاَشْھَدُ اَنِّیْ سَمِعْتُ ھٰذَا الْحَدِیْثَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَشْھَدُ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ قَاتَلَھُمْ وَاَنَا مَعَہٗ فَاَمَرَ بِذٰلِکَ الرَّجُلِ فَاُلْتُمِسَ فَاُتِیَ بِہٖ حَتّٰی نَظَرْتُ اِلَیْہِ عَلٰی نَعْتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ نَعَتَہٗ}

(صحیح بخاری ج ۱ باب علامات النبوۃ فی الاسلام–صحیح مسلم ج ۲ باب ذکر الخوارج وصفاتہ)

﴿ت﴾ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا: ہم لوگ حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے کہ قبیلہ بنی تمیم کا ذوالخویصرہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! انصاف سے کام لیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: افسوس تجھ پر، میں ہی انصاف نہ کروں گا تو انصاف کرنے والا کون ہے؟ اگر میں انصاف نہیں کرتا تو تو خائب وخاسر ہو چکا ہوتا، پس حضرت عمر فاروق نے عرض کی۔ یارسول اللہ! آپ مجھے اجازت عطا فرمائیں، تاکہ میں اس کی گردن ماردوں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ اس کے بہت سے ساتھی ہیں، جن کی نمازوں اور روزوں کے بالمقابل تم اپنی نماز اور روزے کو بہت کم سمجھو گے۔ وہ لوگ قرآن پڑھیں گے کہ قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ تیر کے پیکان کو دیکھا جائے تو اس میں کچھ نہ پایا جائے گا، پھر اس کے پٹھا کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی چیز نہیں پائی جائے گی، پھر اس کے (پیکان وپرکا) درمیانی حصہ دیکھا جائے تو اس میں کوئی چیز نہیں پائی جائے گی، پھر اس کے پر کو دیکھا جائے تو اس میں کچھ نہیں پایا جائے گا۔ وہ گوبر اور خون سے گذر چکا ہوگا۔ ان کی نشانی ایک آدمی ہے کہ اس کا ایک بازو عورت کی چھاتی کی طرح ہوگا، یا گوشت کے ٹکڑے کی طرح ہوگا، حرکت کرتا رہے گا، اور یہ لوگ مومنین کی تفریق کے وقت نکلیں گے۔

حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا: پس میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث حضور اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

سنی،اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے جنگ فرمایا،اور میں ان کے ساتھ تھا تو انہوں نے اس آدمی کے بارے میں حکم دیا، پس اسے تلاش کر کے لایا گیا، یہاں تک کہ میں نے اسے اسی صفت پر پایا جوصفت حضور اقدس عالم ما یکون وما کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتائی تھی۔

توضیح: یہاں عبادت سے مراد عبادات نافلہ ہیں، کیوں کہ خوارج کا ابتدائی ظہور عہد مرتضوی میں ہوا، اوراس عہد کے مومنین سے متعلق یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ وہ فرائض وواجبات میں کوتاہی کرتے تھے،اور جب عہداول میں مفہوم واضح ہوگیا تو ازمنہ مابعد میں اس مفہوم متعین میں بلا دلیل تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا، نیز اہل حق کی علامت ترک فرائض وواجبات بتائی جائے، یہ قرین قیاس نہیں، پس حدیث مذکور کا مفہوم یہ ہے کہ جماعت حقہ میں اگر سورکعت نوافل پڑھنے والے ہوں تو خوارج میں اس سے زائد دوسو، تین سورکعت نوافل پڑھنے والے پائے جائیں گے۔

اگر اہل حق میں زاہدین وعابدین کی تعداد مثلاً دس ہوں تو خوارج میں تعداد زہاد اہل حق سے زائد ہوں۔''عاملة ناصبة: تصلى نـارًا حـامية'' کی بشارت ایسے ہی عابدین کے لیے ہے کہ وہ عبادت بہت کریں گے،اور بداعتقادی کے سبب جہنم کے مستحق قرار پائیں گے، پس تمام مسلمانوں کو سب سے پہلے عقائد کی درستگی اورصحت کی فکر ہونی چاہئے،اور فرض عبادتوں کی پابندی کرنی لازم ہے۔فرض نماز، روزہ، حج وزکوۃ کو چھوڑنا حرام اور گناہ کا کام ہے۔سنت اور نفل عبادتیں ترک کرنا گناہ نہیں،لیکن ثواب سے محرومی ضرور ہے۔

خوارج کی کثرت عبادت سے عبادات نافلہ کی کثرت مراد ہے، کیوں کہ فرائض میں کثرت وقلت کا مفہوم جاری نہیں ہوتا۔

فرائض متعین ہیں،خواہ نماز ہو یا روزہ، حج ہو یا زکوۃ۔

فرض نماز کی رکعات متعین،فرض روزہ کے ایام متعین،فرض صدقہ یعنی زکوۃ کی مقدار متعین،فرض حج کی تعداد متعین ہے۔

ان فرض امور میں کمی وبیشی کا کوئی سوال نہیں ہوتا۔

فرائض کی عدم ادائیگی یعنی ترک فرائض مذہب حق کی علامت نہیں ہوسکتی، کیونکہ ترک فرائض بجائے حرام ہے،اور حرام شی،اہل حق کی حقانیت کی نشانی وعلامت نہیں ہوسکتی۔ہاں، یہ ممکن ہے کہ اس امر حرام کا ارتکاب اہل حق کے بعض افراد کرتے ہوں۔اس وجہ سے وہ گنہ گار ہوں گے،اوراس گناہ سے توبہ کرنی ہوگی۔قضا نماز وروزے ادا کرنے ہوں گے۔

(۴) عشق نبوی کو معیار نجات اعتقاد کرنا

{عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ–اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ السَّاعَةِ فَقَالَ:مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: وَمَاذَا اَعْدَدْتَ لَهَا؟قَالَ: لَاشَيْءَ،اِلَّااَنِّيْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ–فَقَالَ:اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ–قَالَ اَنَسٌ:فَمَا فَرِحْنَا بِشَيْءٍ فَرْحَنَا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ–اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ–قَالَ اَنَسٌ:فَاَنَا اُحِبُّ النَّبِيَّ

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ-وَاَرْجُوْاَنْ اَکُوْنَ مَعَهُمْ بِحُبِّیْ اِیَّا هُمْ،وَاِنْ لَمْ اَعْمَلْ بِمِثْلِ اَعْمَالِهِمْ}
(صحیح البخاری ج۱ص۵۲۱)

﴿ت﴾ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت سیدالاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے میں دریافت کیا،پس اس نے عرض کیا۔قیامت کب ہے؟آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے جواب دیا۔کچھ نہیں،مگر یہ کہ میں اللہ عزوجل اوراس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں،پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:تم(آخرت میں)اس کے ساتھ رہوگے جس سے تم محبت کرتے ہو۔حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا:پس ہم لوگ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول مبارک''اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ''سے اتنا خوش ہوئے کہ اتنا کبھی خوش نہ ہوئے تھے۔حضرت انس نے کہا کہ میں حضرت سید دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اورابوبکروعمر فاروق رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں اورامید رکھتا ہوں کہ ان کے ساتھ رہوں گا میرے ان سے محبت کرنے کی وجہ سے،اگر چہ میں ان کے عمل کے مثل عمل نہ کروں۔

توضیح:جب کوئی انسان اپنے کسی عمل کو بیان کرتا ہے تواعمال میں سے اس عمل کوضرور بیان کرتا ہے،جس کی قبولیت کی امیدا سے ہو،اور جواس کا بڑاعمل ہو۔حدیث مرقومہ بالا سے یہ حقیقت بالکل روشن ہوگئی کہ صحابہ کرام حب نبوی کواپنا مقبول اورسب سے بڑاعمل شمار کرتے تھے،اوراپنے اسی عمل کوقابل ذکر سمجھتے تھے،اور مدارنجات اعتقاد کرتے،دیگراعمال کا ذکر نہ فرماتے۔

اب جس کے پاس حب نبوی کی دولت نہ ہو،اس کی اپنی نظر بھی اپنی عبادتوں پر جارکتی ہے۔خواہ وہ عبادات مقبول ہوں یا مردود، لیکن وہ محض اپنی عبادت کودیکھ کراترانے لگتا ہے۔انجام کی اسے خبر بھی نہیں ہوتی،اور شیطان اسے اس کی عبادتوں کے سبب دیگر مومنین سے افضل بتانا شروع کردیتا ہے،یہاں تک کہ وہ خود بھی''ہمچنیں دیگرے نیست''کے زعم باطل میں مبتلا ہوجاتا ہے۔صحابہ کرام راتوں کوعبادت الٰہی میں گذاردیتے،لیکن ان عبادتوں کا ذکر بھی زبان پر نہ لاتے،جب کہ خوارج اپنی عبادتوں کے سبب غرور میں مبتلا ہو گئے۔

(۵)ہرصدی میں مجدد کی آمد

{عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فِیْمَا اَعْلَمُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:اِنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰی رَاسِ کُلِّ مِاْةِ سَنَةٍ مَنْ یُجَدِّدُ لَهَا دِیْنَهَا}(سنن ابی داؤد کتاب الملاحم-معرفۃ الآثاروالسنن للبیہقی ج اص ۲۰۸)
(المستدرک علی الصحیحین ج۴ کتاب الفتن والملاحم-المعجم الکبیر للطبرانی ج۱۹ص۴۶۷)

﴿ت﴾ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:رب تعالیٰ اس امت کے لیے ہرصدی کے اخیر میں ایسے کومبعوث فرمائے گا جواس امت کے لیےاس کے دین کی تجدید کرے گا۔

توضیح:حدیث مذکورہ میں صریح لفظوں میں بتایا گیا کہ ہرصدی میں مجددین کی آمد ہوگی،یعنی جب تک اسلام رہے گا،تب تک

الرسالة السادسة

ہرصدی میں مجدد کا وجود ہر صدی میں ہوتا رہے گا۔

بد مذہب جماعتیں اسلام کی ہر صدی میں موجود نہیں رہیں۔بعض ایک صدی تک ،بعض دو، تین صدیوں تک رہیں، پھر معدوم ہوگئیں۔اب کتابوں میں ان جماعتوں کے صرف نام ملتے ہیں۔ان جماعتوں کے حق ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں، کیوں کہ جماعت حق کی یہ علامت ہے کہ ہر صدی میں اس جماعت کو مجدد عطا کیا جائے گا ،اور جس جماعت کا وجود ہر صدی میں نہ ہو، اس جماعت میں ہر صدی میں مجدد آنے کا کوئی سوال ہی نہیں۔

اسی طرح عہد حاضر کی نوزائیدہ جماعتوں کے حق ہونے کا بھی کوئی راستہ موجود نہیں ، کیوں کہ حق جماعت کی اصلاح کے لیے ہر صدی میں مجدد دین کی آمد ہوگی ،اور جو جماعت ہر صدی میں موجود نہ ہو، وہ جماعت حق نہیں ہوسکتی، بلکہ وہ اسلام کا ایک نیا فرقہ ہوگا۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اہل حق ہر صدی میں ہوں گے۔کوئی صدی اہل حق سے خالی نہیں ہوگی۔اسی طرح ہر عہد میں اہل حق ہوں گے۔حدیث ’’لا تزال طائفۃ من امتی:الخ‘‘ سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے۔یہ سب نشانیاں جماعت حق کی بتادی گئیں ،تاکہ امت کو آسانی ہو۔

حدیث مذکورہ بالا سے یہ حقیقت بھی ظاہر ہوجاتی ہے کہ بقائے اسلام تک ہر صدی میں جماعت حق کا وجود ہوگا ،اور اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کے لیے ہر صدی میں علما وفقہا کے علاوہ چند مخصوص افراد کو خاص صفات کے ساتھ پیدا فرماتا رہے گا، جو مذہب حق میں جنم لینے والی کسی بھی برائی کو دور کردے گا ،اور حق و باطل کو واضح کردے گا، پھر جو لوگ برائی پر مصر رہیں، وہ قانون اسلام کے سبب اہل حق سے خارج قرار پائیں گے۔

ہر عہد میں اسی طرح اہل باطل کو اہل حق سے جدا ہونا پڑا۔وہ اپنے باطل عقائد پر قائم رہے،اور اپنے باطل اعتقادات کی تاویلیں کرتے رہے۔جب اہل حق نے دیکھا کہ اب یہ لوگ حق کی طرف آنے والے نہیں تو ان کے بطلان کا فیصلہ کردیا اور باطل جماعتوں نے خود کو اہل حق سے جدا کرلیا اور اہل حق کے دلائل کو قبول نہ کیا۔اسی مفہوم کو حدیث نبوی میں ’’من شذ شذ فی النار‘‘ سے تعبیر فرمایا گیا،یعنی باطل معتقدات پر اصرار کے سبب یہ لوگ خود ہی اہل حق سے جدا ہوجائیں گے۔

ایسا نہیں کہ کوئی عالم یا مجدد ان کو اسلام سے خارج کردے گا، بلکہ اصرار کے سبب اسلامی قانون کے اعتبار سے وہ اہل باطل قرار پاتے ہیں۔علمائے دین صرف اسلامی احکام کو ظاہر کرتے ہیں۔ظاہر کرنا الگ بات ہے،اور خارج کرنا الگ بات ہے۔

اہل باطل کے اصرار کا سبب یہ ہوتا ہے کہ قوم مسلم کے کچھ افراد ان کے ساتھ ہوجاتے ہیں۔ساتھ ہونے کے متعدد اسباب ہوتے ہیں۔مامون رشید نے تلوار کے زور سے لوگوں کو مذہب معتزلہ کی طرف لایا،کبھی دنیاوی عہدوں کا لالچ دیا جاتا ہے، جیسے یزید نے فوجیوں اور سالاروں کو میدان کربلا بھیجنے کے لیے حکومت ودولت کا لالچ دیا اور بات نہ ماننے پر عہدوں سے برطرف کرنے کی دھمکی دی گئی۔

آج بھی دنیاوی منفعت دکھا کر لوگوں کو باطل مذہب کی طرف لایا جاتا ہے۔یہ ایسی حقیقت ہے ،جس کی توضیح کی ضرورت

الرسالة السادسة

نہیں، بلکہ احساس کرنے کی ضرورت ہے۔

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا، نہ بن، اپنا تو بن

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆

طارق انور مصباحی

16: جمادی الاخریٰ ۱۴۴۱ھ

10: فروری ۲۰۲۰ء

بروز: دوشنبہ